سکھ مسلم تاریخ

حقیقت کے آئینے میں

ابوالامان امرتسری

ادارۂ ثقافت اسلامیہ پاکستان
۲، کلب روڈ - لاہور

پہلا ایڈیشن ۱۹۵۸ء

ناشر
ادارۂ ثقافت اسلامیہ پاکستان
کلب روڈ - لاهور

طابع
پاک پبلشرز پرنٹنگ پریس
۳۹ ، سرکار روڈ - لاهور

عرضِ حال؛

بھارت پر انگریزوں کے تسلط سے قبل مسلمان اس ملک پر حکمران تھے اور طویل عرصہ سے حکومت کر رہے تھے! انگریزوں نے اپنا پورا زور اس پر صرف کر دیا کہ مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کو ظالم، متعصب، تنگ خیال اور ہندو کُش ثابت کریں چنانچہ اپنے دورِ حکومت میں انہوں نے بھارت کی ایسی تاریخ کی بنا ڈالی جس میں تقریباً تمام مسلمان حکمرانوں کو نہایت گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا اور غضب تو یہ ہے کہ یہ تاریخ نصابِ تعلیم میں شامل کر دی گئی۔

ادھر غیر مسلم مورخین نے بھی دانستہ یا نادانستہ اس بارہ میں انگریزوں کی پوری پوری اتباع کی بلکہ بعض غیر مسلم مورخین نے تو انگریزوں پر بھی سبقت لے جانے کی کوشش کی اور مسلمان حکمرانوں کو بدنام کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا جس کا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور پاکستان عالم وجود میں آگیا۔

بعض غیر مسلم مصنفین نے جب اس بارہ میں خالی الذہن ہو کر سوچا تو ان کے دل بھی پکار اٹھے کہ انگریزوں نے اپنی سوچی سمجھی تدبیر کی بنا پر ہندوستان کے مسلم بادشاہوں اور حکمرانوں کو بدنام کرنے کی انتہائی ناپاک کوشش کی ہے۔

چنانچہ اکال تخت کے جتھیدار بھائی پرتاپ سنگھ جی گیانی فرماتے ہیں کہ:

"انگریز مصنفین کی یہ سیاسی چال رہی ہے کہ وہ ہندوستانی بادشاہوں، راجاؤں اور نوابوں کو گھناؤنی شکل میں پیش کریں تاکہ لوگ ان سے نفرت کریں اور انگریزوں کی حکومت کو اچھا خیال کریں[1]۔"

اب ہمارا ملک آزاد ہے اور ہم ایک آزاد قوم ہیں جہاں ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم پاکستان کے مستقبل کو شاندار بنائیں وہاں ہمیں اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ اپنے شاندار ماضی کی حفاظت کریں اور اسے اوراقِ تاریخ میں محفوظ کرنے کی کوشش کریں نیز ان تمام دھبوں کو مٹانے کی سعی

---

[1]: اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۱۶

کریں۔ جو اغیار نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے پیش نظر ہمارے اسلاف پر بے بنیاد اعتراضوں اور بے حقیقت الزاموں کی شکل میں لگائے ہیں کیونکہ زندہ قومیں جہاں اپنے مستقبل کو شاندار بنانے میں منہمک ہوتی ہیں ہاں وہ اپنے ماضی کو بھی فراموش نہیں کرتیں کیونکہ اس حقیقت سے کسی بھی سمجھدار کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ہر قوم کے مستقبل کی عمارت ماضی کی شاندار اور مضبوط بنیادوں پر ہی تعمیر کی جاتی ہے۔

سکھ تاریخ اور مسلمان

سکھ تاریخ میں مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کو بلاوجہ اور سراپا غلط اور بے بنیاد الزام لگا کر جس رنگ میں کوسا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ سکھ مورخین نے تہذیب اور اخلاق کی تمام ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر مسلمان حکمرانوں کی تحقیر کی ہے بلکہ ماؤں بہنوں کی بازاری اور گندی گالیوں سے بھی دریغ نہیں کیا۔[۱]

چونکہ وہ تاریخ ایک ایسی زبان میں تھی جس سے مسلمان عموماً آشنا نہ تھے اس لئے وہ اس تاریخ کا صحیح رنگ میں جائزہ نہ لے سکے اور نہ اس کا ازالہ کر سکے۔ سکھ تاریخ کا یہ حصہ بھی دراصل انگریزوں کے ایما پر لکھا گیا۔ اس لئے اس میں نہایت دھاندلی سے مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کو کوسا گیا اور انہیں ماؤں بہنوں کی گندی گالیاں بھی دی گئیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرامؓ کی شان میں بھی گستاخیاں کی گئیں۔[۲] اور چونکہ مسلمانوں کو گورمکھی زبان سے نہ کوئی دلچسپی تھی اور نہ کوئی لگاؤ تھا اس لئے وہ تمام گالی گلوچ پردۂ غیب میں رہا اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا۔ ۱۹۴۷ء میں جو کشت و خون ہوا اور اس سلسلہ میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان عورتیں، بچے بوڑھے اور جوان مارے گئے اس کا بہت بڑا سبب وہی تعصب تھا جو اس غلط اور بے بنیاد تاریخ کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف سکھوں کے دلوں میں بھر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ان دنوں سکھوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے جو میمورنڈم پیش کیا تھا اس میں بھی وہ تمام فرضی مظالم اور بے بنیاد قصے دہرائے گئے تھے جو انگریزوں کے ایما اور ان کی سرپرستی میں سکھ تاریخ کا حصہ بنائے گئے تھے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے سربراہوں نے سکھوں سے کس قسم کی تاریخ مرتب کروائی تھی۔ اس بارہ

۱۔ پنتھ پرکاش صفحہ ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۹۵، ۵۵۹ اور تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۴۳۸ و شمشیر خالصہ صفحہ ۵۔

۲۔ [illegible]

میں پنڈت جوالا سنگھ جی کا یہ بیان ہے:

"ایسٹ انڈیا کمپنی اور سب سے بڑے سکھ سرداروں نے سیاسی ضروریات کے پیش نظر سکھ تاریخ مرتب کروائی جو سکھوں میں رائج ہوگئی اور بے پڑھے لکھے سکھوں نے اس تاریخ کو مستند مذہبی تاریخ خیال کرلیا"

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انگریزوں کی سیاسی مصلحت "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" یعنی DEVIDE AND RULL ہی تھی۔ اس کے علاوہ ان کی اور کوئی بڑی سیاسی مصلحت نہ تھی یہی وجہ ہے کہ سکھ تاریخ کے اس حصہ میں جو انگریزوں کے ایما پر عالم وجود میں آیا مسلمانوں کے خلاف بہت ہی غیر مہذب اور ناشائستہ باتیں لکھی گئی ہیں اور مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں پر بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں سکھ تاریخ میں تین بہت بڑے اعتراض مسلمانوں پر یہ کئے گئے ہیں کہ:

اول: جہانگیر نے گورو ارجن کو محض مذہبی تعصب کی بنا پر قتل کروا دیا۔ حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا۔

دوم۔ اورنگ زیب نے سکھوں کے نویں گورو تیغ بہادر کو دہلی بلایا اور مسلمان نہ ہونے کے جرم میں چاندنی چوک میں قتل کروا دیا۔

سوم: صوبہ سرہند کے حکم سے گورو گوبند سنگھ جی کے دو شیر خوار اور معصوم بچے محض اس جرم میں زندہ دیوار میں چنوا دئے گئے کہ وہ گورو صاحب کے بچے ہیں اور اسلام قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

یہ تینوں الزام ایسے ہیں جو خود سکھ ودوانوں کے نزدیک بھی سکھ مسلم کشیدگی کی جڑ ہیں۔

ہم اس کتاب میں ان تینوں الزاموں پر سکھ تاریخ اور حقائق کی رو سے روشنی ڈالنے کی کوشش کریں گے اور ثابت کریں گے کہ یہ تینوں الزام بے بنیاد ہیں بلکہ خود سکھ تاریخ سے بھی انکا کوئی واسطہ نہیں۔ یہ بہت عرصہ بعد مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

گوجرانوالہ۔ جنوری ۱۹۵۸ء ابوالامان امرتسری،

۱سکھ اتہاس دانشٹ کیوں ہویا صفحہ ۴۴

فہرست

عنوانات	صفحہ

باب اوّل

باب دوم

باب سوم

باب اوّل

جہانگیر بادشاہ اور گورو ارجن

سکھ گورو صاحبان اور مغل بادشاہوں کا زمانہ ایک ساتھ چلتا ہے اور بعض مغل بادشاہ تو ایسے بھی ہوئے ہیں کہ جن کے عہد میں دو دو تین تین سکھ گورو صاحبان گزرے ہیں سکھ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جناب بابا نانک صاحب سے لے کر سکھوں کے چوتھے گورو رام داس جی تک مغل بادشاہوں کے تعلقات سکھ گورو صاحبان سے بڑے اچھے اور دوستانہ رہے اور وہ ہر موقعہ پر سکھ گورو صاحبان کا احترام اور ان کے حقوق کی حفاظت کرتے رہے۔ ایک سکھ وِدوان نے اس بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

"تاریخ گواہ ہے کہ بابر، ہمایوں اور اکبر گورو صاحبان سے تعاون کرتے رہے[1]"

اس سلسلہ میں ایک اور سکھ وِدوان کا یہ بیان ہے کہ:-

"کسی بھی مغل بادشاہ بابر، ہمایوں یا اکبر نے کسی بھی گورو صاحب، گورو نانک سے لے کر گورو رام داس جی تک کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی بلکہ انہیں بہ نظر احترام دیکھتے رہے[2]"

ایک اور سکھ وِدوان رقم طراز ہیں:-

"بابر کے بزرگ بابا کے خاندان کی ہمیشہ عزت اور احترام کرتے تھے۔ جیسا کہ تاریخ کی رُو

۱۔ رسالہ گورمت امرت سر نومبر ۱۹۵۷ء

۲۔ رسالہ ست جگ جیون نگر پوہ سمت ۲۰۱۲ بکرمی

سے ظاہر ہے۔ ہمایوں کا گورو ارجن (گورو انگد نا قل) کے پاس جانا۔ اکبر بادشاہ کا گوئندوال گورو امرداس کی خدمت میں حاضر ہونا...... بارہ گاؤں کی جاگیر پیش کرنا، ثابت ہے۔ گورو صاحب نے اسی جاگیر میں امرت سر آباد کرنے کا حکم دیا...... الغرض بابا کی گدی کی وہ بہت عزت کرتے تھے[1]۔"

جہاں تک سکھ گورو صاحبان کا تعلق ہے وہ بھی مسلمان بادشاہوں کو پیار اور محبت کی نظروں سے دیکھتے تھے اور ان کی حکومت کو اپنی حکومت ہی تصور کرتے تھے۔ چنانچہ جناب بابا نانک صاحب سے متعلق ایک سکھ ودوان نے صریح الفاظ میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

"گورو صاحب بابر کی حکومت کو اپنی حکومت خیال کرتے تھے[2]۔"

اس کے باوجود بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ گورو ارجن جی اور جہانگیر بادشاہ کے تعلقات میں ایک وقت شدید رخنہ پیدا ہو گیا جو نہایت افسوس ناک شکل اختیار کر گیا۔ ایک سکھ ودوان نے اس تلخ حقیقت کے بارہ میں لکھا ہے کہ:-

"بابا نانک صاحب کی گدی اور خاندان بابر سے تعلقات کئی پشتوں تک بہت اچھے رہے۔ لیکن جہانگیر کے تخت پر بیٹھتے ہی بگاڑ کی آخری حد تک جا پہنچے۔ تاریخ میں یہ ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ اس بگاڑ کی وجوہ اس زمانہ کے کسی بھی سکھ مصنف نے بیان نہیں کئے۔ سکھ مصنفین پر ہی موقوف نہیں۔ بلکہ خود گورو گوبند سنگھ جی نے بھی اس واقع پر کوئی روشنی نہیں ڈالی[3]۔"

مندرجہ بالا حوالہ کسی غیر معتبر شخص کی تحریر سے نہیں بلکہ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کے ہسٹری ریسرچ سکالر سردار رندھیر سنگھ ایسے ذمہ دار ودوان کی ایک تحریر سے لیا گیا ہے اور مشہور اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی کے رسالہ "سنت سپاہی" میں شائع ہوا ہے۔ اس میں جو

۱۔ سچ دا پرکاش صفحہ ۳

۲۔ سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۲۶

۳۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جون ۱۹۴۸ء و جون ۱۹۵۶ء

مذکور ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے ۔یہ درست ہے کہ گورو ارجن جی اور جہانگیر بادشاہ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی تھی ۔اور جہانگیر کو اپنے قلم سے ایک فرمان جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی ۔جو اس کشیدگی کے انتہا تک پہنچنے کا ایک کھلا ہوا ثبوت ہے ۔لیکن اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ سکھ مصنفین اور سکھ گورو صاحبان نے جن میں گورو گوبند سنگھ جی بھی شامل ہیں اس کشیدگی پر کوئی تبصرہ نہیں کیا بلکہ اس بارہ میں خاموش رہنا ہی زیادہ مناسب خیال کیا ۔ان کی یہ خاموشی بغیر کسی مصلحت کے نہیں ہو سکتی اگر ان کے نزدیک اس کشیدگی کی ذمہ داری جہانگیر بادشاہ یا اس کی حکومت پر عائد ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ وہ اس معاملہ میں چپ رہتے کیونکہ گورو گرنتھ صاحب میں کسی معاملہ میں چپ رہنے کے بارہ میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ :-

جتھے بولن ہاریئے تتھے چنگی چپ[1]

یعنی ؛ جس معاملہ میں بولنے سے انسان کو کسی خفت یا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو ۔ اس میں چپ رہنا ہی مناسب اور بہتر ہے ؛

پس سکھ مصنفین[2] ،سکھ گورو صاحبان اور گورو گوبند سنگھ ایسے صاحب قلم گورو کا

۱۔ گورو گرنتھ صاحب وار ماجھ شلوک محلہ ۱ صفحہ ۱۴۹

۲۔بعض ودوانوں کے نزدیک مشہور سکھ بزرگ بھائی گورداس جی نے جو گورو ارجن جی کے ہمعصر تھے گورو صاحب کی وفات کا ذکر وار ۲۴ پوڑی ۲۳ میں کیا ہے ۔جیسا کہ ایک ودوان کا بیان ہے ۔

رہندے گرد دریاؤ وچ مین کلین ہیت نربانی

.. ..

شبد سرت لو مرگ جیوں بھیڑ پیٔ چیت اور نہ آنی

.. ..

گورو ارجن وٹہوں قربانی (وار اں بھائی گورداس گیانی ہزارا سنگھ ۲۵۵)

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

جہانگیر اور گورو ارجن کی کشیدگی پر کوئی روشنی نہ ڈالنا اور بالکل خاموش رہنا ہمیں اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں کچھ بولنا گورو گھر کے مفاد کے خلاف خیال کرتے تھے یا ان کے نزدیک اس کشیدگی کو کوئی اہمیت حاصل نہ تھی بلکہ حالات اور واقعات کا ایک لازمی نتیجہ تھی۔ ورنہ وہ کبھی بھی خاموش نہ رہتے اور اس بارہ میں لوگوں کی صحیح صحیح راہنمائی کرتے۔ ان کے بارہ میں یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ موجودہ زمانہ کے سیاسی اور قومی لیڈروں کی طرح غلط بیانی کرکے کچھ کا کچھ بیان کر دیتے تاکہ حقیقت پر پردہ ہی پڑا رہے اور نہ ہم ان کی اس خاموشی کو کسی ڈر یا خوف کا نتیجہ قرار دے سکتے ہیں۔ خود سکھ ودوانوں کو یہ تسلیم ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کا یہ نصب العین تھا کہ:۔

کہے پربھو سو بھاکھہوں   کسو نہ کان راکھہوں[1]

یعنی:۔ "مجھے خدا تعالیٰ کی باتیں بیان کرنے میں کسی کا ڈر خوف نہیں۔ بلکہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو میرا اللہ تعالیٰ مجھے حکم دیتا ہے":

اور دوسرے گورو صاحبان کی یہ تعلیم بیان کی جاتی ہے کہ:۔

بھے کاہوں کو دیت نہ   نہ بھے مانت آن[2]

یعنی:۔ "نہ ہم کسی کو ڈراتے ہیں۔ نہ کسی سے ڈرتے ہیں۔"

پس ہمارے خیال میں سکھ گورو صاحبان اور دوسرے سکھ بزرگوں کی اس خاموشی کی اصل وجہ یہی تھی کہ وہ اس کشیدگی کا ذمہ دار جہانگیر بادشاہ کو نہیں سمجھتے تھے ورنہ ان کے خاموش رہنے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ سے پیوستہ) مگر اس پوتھی میں بھی اس بات کی کوئی وضاحت نہیں کہ گورو ارجن کی وفات کیونکر واقع ہوئی تھی یعنی۔ جہانگیر نے گورو صاحب کو مروایا تھا اس کا اس وار سے کوئی پتہ نہیں چلتا۔

۱۔ سری دسم گرنتھ صفحہ ۵۱

۲۔ گورو گرنتھ صاحب شلوک محلہ ۹ صفحہ ۱۴۲۱

کی ہمیں کوئی اور معقول وجہ نظر نہیں آتی اور بقول سکھ وِدوانوں اور خود گورو گوبند سنگھ جی کے جب وہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور حکم کے ماتحت ہی جنبش لب کرتے تھے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ ان کی یہ خاموشی یہ بھی ثابت کرے گی کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس بارہ میں انہیں کوئی ہدایت نہیں دی اور نہ ان کی کوئی راہنمائی ہی کی۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ:۔

کہہ یہ کچھو سو بھا کھیوں

کا اعلان کرنے والا گورو اس بارہ میں بالکل چپ رہتا اور ایک لفظ تک نہ کہتا۔

اس کے برعکس گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے کلام میں مغل بادشاہوں اور سکھ گورو صاحبان کے خوشگوار تعلقات کا ضرور ذکر کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

آپ کرے پرمیشر سو ڈو	بابے کے بابر کے دؤو
دنی پت ان کو انو مانو	دین شاہ ان کو پہچانو

جو بابے کے دام نہ دے ہیں!

تن کے گہہ بابے کے لے ہیں[۱]

گورو گوبند سنگھ جی کے ان مندرجہ بالا اشعار سے سکھ گورو صاحبان اور مغل بادشاہوں کے خوشگوار تعلقات کی طرف تو ہماری راہنمائی ضرور ہوتی ہے مگر گورو ارجن اور جہانگیر بادشاہ کی کشیدگی کی وجوہات کا گورو گوبند سنگھ کے کلام سے یا اس زمانہ کے کسی اور سکھ مصنف کی تصنیف سے کوئی پتہ نہیں چلتا اور سکھ وِدوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ کسی واقعہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کا طریق یہی ہے کہ اس واقعہ کے عہد سے زیادہ سے زیادہ قریب جایا جائے اور اس زمانہ کے لوگوں کی شہادات جمع کی جائیں۔ جیسا کہ اس بارہ میں ایک سکھ وِدوان نے بیان کیا ہے کہ:۔

۱۔ سری دسم گرنتھ صفحہ ۷۳

"کسی بات کا یقینی فیصلہ صرف قابلِ اعتبار تاریخی گواہوں سے ہی کیا جا سکتا ہے اور گواہیاں بھی وہ جو بچشم دید گواہوں کی ہوں یا چشم دید گواہوں سے براہ راست روایت کرنے والوں کی ہوں۔ یا واقعات کے زمانہ سے بہت زیادہ قریب ہوں"[1]

ایک اور مقام پر یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"تاریخی تحقیقات کا یہ پہلا اصول ہے کہ کسی بات کی پڑتال کرتے وقت اس کے زیادہ سے زیادہ قریب جایا جائے"[2]

جہانگیر بادشاہ اور گورو ارجن کے تعلقات پر جب ہم سکھ کتب کی روشنی میں نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ ابتدا میں ان دونوں کی چپقلش نہ تھی اور جہانگیر کے دل میں گورو صاحب کے لئے بہت عزت اور احترام تھا۔ مشہور سکھ سکالر سردار کاہن سنگھ جی نابھہ بیان کرتے ہیں کہ "جہانگیر بادشاہ نے اپنی شہزادگی کے زمانہ میں جب کہ وہ ابھی شہزادہ سلیم کہلاتا تھا ایک بہت بڑی جاگیر گورو ارجن جی کی خدمت میں پیش کی تھی۔ چنانچہ سردار صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اکبر کے زمانہ میں شہزادہ سلیم (جہانگیر) نے اس کرتارپور کی زمین کی معافی کا پٹہ دھرمسالہ کے نام سے ۱۶۵۵ بکرمی (۱۵۹۸ء) میں دیا۔ جس میں رقبہ ۱۶۸۹۴۶ گھماؤں، ۷ کنال اور ۱۵ مرلے درج ہے"[3]

یاد رہے کہ جہانگیر بادشاہ کی طرف سے گورو ارجن کو دی گئی اس جاگیر کا ذکر گورو گرنتھ صاحب کے اس قلمی نسخہ میں بھی ہے جسے سکھ ودوان گورو ارجن جی کے ذریعہ بنا ہوا اصل نسخہ تسلیم کرتے ہیں گورو ارجن جی نے اس زمین میں قصبہ کرتارپور آباد کیا تھا جو آج کل ضلع جالندھر (بھارت)

۱۔ سکھ اتہاس دل صفحہ ۹۴

۲۔ سکھ اتہاس بارے صفحہ ۵۴

۳۔ راگ مالا کھنڈن صفحہ ۷، دِ پراچین بیڑاں صفحہ ۲۵۶ و مہان کوش صفحہ ۹۰۲

میں واقع ہے جس کا ریلوے سٹیشن بھی ہے۔ جہانگیر بادشاہ کا گورو ارجن کو اتنی بڑی جاگیر دینا اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ابتدا میں اس کے دل میں گورو صاحب کے لئے کوئی نفرت نہ تھی۔ بلکہ وہ ان کا احترام کیا کرتا تھا۔

سکھ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ گورو ارجن جی کا بڑا بھائی پرتھی چند جو بعض مورخین کے نزدیک گورو ارجن جی کی دوسری والدہ کے بطن سے تھا، گورو صاحب کا جانی دشمن تھا کیونکہ وہ گورو رام داس جی کا بڑا بیٹا ہونے کی وجہ سے خود کو گوریائی کا اصل حقدار خیال کرتا تھا۔ اس کے نزدیک گورو ارجن جی کو یہ حق حاصل نہ تھا کہ وہ گورو رام داس جی کا جانشین اور گورو کہلائے۔ گورو ارجن جی نے اپنے بھائی کو خوش کرنیکی ہرچند کوشش کی یہاں تک کہ اسکے لڑکے کو گود لے کر متبنیٰ بھی بنا لیا اور پرتھی چند کو بھی ہر طرح سے مراعات دینے کی کوشش کی۔ مگر پرتھی چند کے حسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہو سکی وہ ہر وقت گورو صاحب کو نقصان پہنچانے کے درپے رہا۔ اس کی کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح گورو ارجن کو گوریائی کی گدی سے الگ کرکے خود اس کی جگہ سکھوں کا گورو بن جائے۔ اسے جہانگیر کے بعض درباریوں تک بھی رسائی حاصل تھی اور ان سے مل کر بھی وہ گورو صاحب کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایک مرتبہ جہانگیر کے دربار میں گورو ارجن کے خلاف یہ دعویٰ بھی کیا تھا۔ کہ میں گورو رام داس جی کا بڑا بیٹا ہوں اس لئے باپ کی گدی پر بیٹھنا میرا حق ہے لیکن میرے چھوٹے بھائی گورو ارجن نے اس پر زبردستی قبضہ جما لیا اسے بے دخل کرکے مجھے گدی دلائی جائے اور میری دادرسی کی جائے"۔ لیکن بقول سکھ مورخین کے جہانگیر نے اس کا یہ دعویٰ خارج کر دیا تھا اور فیصلہ میں لکھا تھا کہ "چونکہ گورو رام داس خود ہی گورو ارجن کو گدی دے گئے ہیں اس لئے میں انہیں بے دخل کرنے کا مجاز نہیں ہوں اور نہ میری حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ گورو ارجن جی کو اس کے باپ کی دی ہوئی گدی سے محروم کر دے[۱]۔

۱۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ راس ۳، انسو ۲۰، دگور بلاس پاتشاہی چھ ادھیائے ۳ وغیرہ

اس کے کچھ دنوں کے بعد گورو ارجن جی کے اس بڑے بھائی نے پھر ایک درخواست بادشاہ کی خدمت میں پیش کی کہ اس کے باپ کی جملہ جائداد پر گورو ارجن نے قبضہ جما لیا ہے۔ لہذا مجھے باپ کے ترکہ سے حصہ دلایا جائے۔ جہانگیر نے لسے اپنے پاس سے دو گاؤں جاگیر کے طور پر دے دیئے اور کہا ہم گورو ارجن جی کے کسی معاملہ میں دخل دینا پسند نہیں کرتے۔[1]

جہانگیر کے دربار میں بقول سکھ مورخین کے چندو لال نام کا ایک درباری تھا۔ یہ بھی گورو ارجن جی کا اشد ترین مخالف تھا اس کی مخالفت کی وجہ سکھ مورخین نے یہ بیان کی ہے کہ گورو ارجن جی نے اس کی لڑکی کا رشتہ اپنے اکلوتے بیٹے گورو ہرگوبند جی کے لئے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اس وجہ سے چندو لال بھی گورو صاحب کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا تھا۔ اس نے پرتھی چند سے بھی رابطہ قائم کر لیا تھا۔ اور یہ دونوں مل کر گورو صاحب کے خلاف جہانگیر کو دن رات اکساتے رہتے تھے۔ چنانچہ گورو بلاس پاتشاہی میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ جہانگیر لاہور آیا تو چندو لال نے پرتھی چند کی سفارش کی کہ

"بادشاہ سلامت گورو ارجن کو اپنے دربار میں طلب فرمادیں اور پرتھی چند کی دادرسی کریں لیکن جہانگیر نے گورو صاحب کو اس طرح اپنے دربار میں طلب کرنے سے انکار کر دیا"[2]

اسی طرح سکھ تاریخ میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ جہانگیر کی جنم پتری گم ہو گئی۔ کافی تلاش کرنے پر بھی دستیاب نہ ہو سکی۔ چندو لال نے اس موقعہ کو غنیمت خیال کر کے کہا کہ:-

"بادشاہ سلامت! آپ کی جنم پتری گورو ارجن نے چوری کروائی ہے۔ اس نے بڑے بڑے چور اور ڈاکو اپنے اردگرد جمع کر رکھے ہیں اور ان کے ذریعہ سے چوریاں کرواتا ہے۔ مگر بادشاہ پر اس کی شکایت کا کوئی اثر نہ ہوا"[3]

۱۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ راس ۳۔ انسو ۲۲ و گوربلاس پاتشاہی چھ ادھیائے ۳

۲۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ راس ۳۔ انسو ۲۲ و گوربلاس پاتشاہی چھ ادھیائے ۳

۳۔ گوربلاس پاتشاہی چھ ادھیائے ۳

اس کے بعد بھی چندو لال چپ نہ رہا۔ اس نے کہا کہ :۔

"جہاں پناہ! گورو ارجن کوئی اچھا آدمی نہیں ہے۔ اس نے اپنے بڑے بھائی کو بھی گھر سے نکال دیا ہے اور اس کے حصہ کو بھی غصب کر لیا ہے اور متعدد چوروں اور ڈاکوؤں کو اپنے پاس پناہ دی ہوئی ہے"[۱]

اس پر جہانگیر نے چندو لال سے صرف اتنا ہی کہا کہ :۔

"تم ہماری طرف سے گورو صاحب کو لکھ دو کہ اگر لنگر کے اخراجات زیادہ ہیں اور ہماری دی ہوئی جاگیر ان اخراجات کی متحمل نہیں ہو رہی تو ہم مزید جاگیر دے دیں گے اس طرح لوٹ مار سے عزت نہیں ہوگی۔ ہمارے دل میں گورو نانک کی گدی کا بہت احترام ہے"[۲]

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :۔

بادشاہ نے کہا : "دیوان جی یہ بات قابل قبول نہیں۔ میں اپنے والد (اکبر بادشاہ) سے گورو نانک پیر کا حال سن چکا ہوں ...... کہاں وہ پیر گدی کے مالک اور کہاں وہ چوریاں کروائیں؟ یہ نہیں ہو سکتا۔ وہ قابل تعظیم ہیں ...... بادشاہ نے کہا۔ والد بزرگوار نے گورو گدی کے نام کئی گاؤں لگائے ہوئے ہیں۔ صحیح پتہ کریں گے۔ اگر ان گاؤں کی آمد سے ان کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں۔ تو مزید گاؤں دے دیں گے"[۳]

ان واقعات سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خود سکھ مورخین اس امر کے معترف ہیں کہ جہانگیر کے دل میں گورو ارجن کا بہت احترام تھا۔ اور اس کے درباری جب بھی گورو صاحب کے خلاف کوئی شکایت کرتے تو وہ کوئی اقدام نہ کرتا بلکہ شکایت کرنے والوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر

۱۔ گو. بلاس پاتشاہی چھ ' ادھیائے ۶،

۲۔ گو بلاس پاتشاہی چھ ' ادھیائے ۷، ۸ گور پرتاپ سورج راس ۴ انسو ۲۴

۳۔ سوڈھی چمتکار صفحہ ۲۹۲

خاموش کر دیا۔ جہانگیر کے دل میں اگر گورو صاحب کے خلاف کوئی بغض یا عناد ہوتا تو وہ پرتھی چند کے حق میں فیصلہ دیکر بہت آسانی سے تماشا دیکھ سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس بات کو عدلِ جہانگیری کے خلاف خیال کرتا تھا کہ جسے باپ نے خود اپنا جانشین مقرر کیا ہے اسے گدی سے محروم کرکے اس کی جگہ ایک ایسے شخص کو گورو مقرر کر دیا جائے جسے باپ نے خود ہی عاق کرکے گوریائی کی گدی سے الگ کر دیا ہے۔

سکھ تاریخ میں ایک واقعہ یہ بھی مرقوم ہے کہ جب گورو ارجن جی نے گورو گرنتھ صاحب مرتب کرایا تھا تو اس موقعہ پر بھی گورو صاحب کے بدخواہوں نے بادشاہ کے پاس شکایت کی تھی کہ گورو ارجن جی نے قرآن شریف، بائیبل اور ویدوں کے مقابلہ پر ایک ایسی کتاب مرتب کی ہے جس میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو بے حد کوسا گیا ہے اور ان کے بزرگ پیغمبروں اور اوتاروں کی بھی تکذیب کی گئی ہے۔ اس شکایت پر بادشاہ نے گورو گرنتھ صاحب دیکھنے کیلئے منگوایا تھا۔ گورو صاحب نے اپنے پانچ سکھوں کے ہمراہ گورو گرنتھ صاحب بھیج دیا تھا بادشاہ نے جب خود ہی اوراق پلٹ کر ایک جگہ سے پڑھنے کا حکم دیا تو یہ شبد سامنے آیا تھا۔

فریدا بے نمازا کتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کبھی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساج صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نیویں اوہ سر کپ اتار[1]

اس کے علاوہ جہانگیر نے اور بھی متعدد مقامات سے گورو گرنتھ صاحب کے شبد

۱۔ باران لیکچر صفحہ ۲۰۔۱۱۹

سُنے۔ اس نے ان شکائت کرنے والوں کو پھٹکارا اور کہا کہ:-

"میں نے اس میں کوئی بھی بُری بات نہیں دیکھی۔ تم لوگ بہت جھوٹے ہو۔ اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے"

بادشاہ نے اکادن اشرفیاں گورو گرنتھ صاحب کی بھینٹ کیں اور سکھوں کو امن و امان سے واپس کر دیا[۱]۔

گورو ارجن جی کے زمانہ میں مغلیہ حکومت کی طرف سے جاگیروں کا دیا جانا بھی سکھ کتب میں مرقوم ہے۔ چنانچہ جہانگیر کا اپنی شہزادگی کے زمانہ میں گورو ارجن صاحب کو ایک بہت بڑی جاگیر عطا کرنا ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ گورو صاحب موصوف کے زمانہ میں مغلیہ حکومت کی طرف سے گوئندوال کے نام گیارہ سو روپیہ سالانہ کی جاگیر بھی لگائی گئی تھی[۲]۔ نیز چولا نام کے گاؤں میں بھی پانسو اسی روپے کی جاگیر دی گئی تھی[۳]۔

سکھ تاریخ سے اس امر کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہانگیر کی اس ہمدردانہ اور پیار بھری روش کے پیش نظر دوسرے مسلمان حکام اور اہلکار بھی گورو ارجن جی سے ہمدردانہ سلوک کرتے رہے۔ چنانچہ جب گورو صاحب موصوف نے لاہور کے ڈبی بازار میں باولی صاحب بنانے کی خواہش ظاہر کی تو لاہور کے حاکم حسن خاں نے معہ اپنے کچھ ساتھی امراء کے اپنی خدمات گورو ارجن جی کے پیش کر دیں اور گورو صاحب کو باولی صاحب تیار کرنے میں دل کھول کر مدد دی[۱]۔

۱۔ ۵۲ لیکچر صفحہ ۱۲۰

۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۱۰۴۷

۳۔ گوردھام دیدار صفحہ ۹۶

اس کے علاوہ ایک اور مسلمان رئیس نے ایک سو چالیس اشرفیاں اس باولی پر خرچ کرنے کے لئے گورو صاحب کی نذر کیں[۱]۔ اس کے علاوہ گیانی گیان سنگھ جی کا بیان ہے کہ گورو ارجن جی نے قصبہ کرتار پور ایک مسلمان کی تحریک پر آباد کیا تھا[۲]۔ نیز ایک مسلمان حاکم طاہر بیگ نے پرتھی چند اور گورو ارجن کی صلح کروانے کی بھی انتہائی کوشش کی تھی۔ تاکہ کسی نہ کسی طرح ان دونو بھائیوں کے تنازعات ختم ہو جائیں اور پرتھی چند گورو صاحب کے خلاف ریشہ دوانیاں ترک کر دے[۳]۔ اس کے علاوہ جہانگیر کے مشہور و معروف اہل کار وزیر خاں کا گورو صاحب سے ہمدردانہ سلوک کا ثبوت سکھ تاریخ کے سنہری اوراق ہیں۔

گورو ارجن جی کے بعد ان کا اکلوتا بیٹا گورو ہرگوبند گدی پر بیٹھا تھا جسے سکھ لوگ اپنا چھٹا گورو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے تعلقات بھی جہانگیر سے بہت اچھے رہے۔ چندو لال وغیرہ نے ان کے خوشگوار تعلقات کو خراب کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔ سکھ مورخین بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر نے گورو ہرگوبند جی کو پانسو روپیہ یومیہ پر پنجاب کے حکام کا نگہبان مقرر کر دیا تھا[۴]۔

اس کے علاوہ سکھ مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ گورو ہرگوبند جی عموماً دو تلواریں باندھا کرتے ایک مرتبہ جہانگیر نے ان سے اس کا سبب دریافت کیا۔ بقول گیانی گیان سنگھ جی گورو صاحب نے یہ جواب دیا کہ:۔

۱۔ گورو دھام دیدار صفحہ ۸۰
۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۵۰
۳۔ گورو دھام دیدار صفحہ ۲۶۰
۴۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۹۹، اتہاس سکھ گورو صاحبان صفحہ ۲۳، گورمت اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۱۳۸، مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ (اردو) صفحہ ۱۲۰، رسالہ "امرت" امرتسر جنوری ۱۹۴۶ء وغیرہ

پُن ایک آپ کے شترو ہیت　　　　ہے دو تی دو کھین گورن کیتؑ

یعنی :۔ ایک تلوار تو آپ کے دشمنوں کے خلاف استعمال کرنے کے لئے ہے اور دوسری گورو گھر کے بدخواہوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ہے۔

بادشاہ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوا۔

سکھ تاریخ سے اس امر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ گورو ہرگوبند جی نے یہ بات محض بادشاہ کو خوش کرنے کی غرض سے ہی نہیں بیان کی تھی بلکہ ضرورت کے وقت اس تلوار کو جہانگیر کے باغیوں اور دشمنوں کے خلاف بھی استعمال کیا تھا چنانچہ گیانی گیان سنگھ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک ہندو راجہ تاراچند نالاگڑھ جہانگیر کی اطاعت سے منحرف ہوگیا۔ بادشاہ نے گورو صاحب کو اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر کے اس کی سرکوبی کے لئے بھیجدیا۔ گورو صاحب نے نہایت دانش مندی سے یہ مہم سر کردی۔ اور تاراچند کو بادشاہ کی اطاعت کرنے پر مجبور کر دیا۲۔

گورو ہرگوبند جی کے زمانہ میں بھی ان کے گھرانہ کے لوگوں نے گورو گھر کے خلاف بہت ریشہ دوانیاں کیں چنانچہ ان کے چچازاد بھائی نے جسے گورو ارجن جی نے گورو ہرگوبند جی کی پیدائش سے قبل اپنا متبنیٰ بنایا ہوا تھا۔ گورو ہرگوبند جی کو نقصان پہنچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا حتیٰ کہ اس نے شاہی حکام کو اس بات پر اکسانے کی بھی بہت کوشش کی کہ گورو صاحب کے خلاف تادیبی اقدام کریں۔ کیونکہ ہرگوبند حکومت کے خلاف فوجی تیاریاں کرنے میں مصروف ہے۔ لیکن کسی ایک نے بھی اس کی ان شکایتوں کی طرف کوئی توجہ نہ دی آخر وہ چندو لال کے پاس گیا۔ یہ دونوں مل کر گورو صاحب کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگئے گورو صاحب کے ان بدخواہوں نے ایک مرتبہ لاہور کے صوبہ دار حاکم بیگ کے ذریعہ گورو صاحب

۱۔ پنتھ پرکاش نواس ۱۶ صفحہ ۱۰۷

۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۲ و رسالہ سنت سپاہی مئی ۱۹۵۲ء

کے خلاف یہ رپورٹ کروادی کہ گورو جی نے اپنے ارد گرد متعدد چوروں اور ڈاکوؤں کو جمع کر رکھا ہے اور اپنے بڑوں کے مسلک کو ترک کر دیا ہے اگر ابھی سے اس کا مناسب تدارک نہ کیا گیا تو آئندہ چل کر بہت فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ بادشاہ نے دو معزز اہل کار گورو صاحب کے پاس بھیجے۔ گورو صاحب ان کے ہمراہ بادشاہ کے دربار میں تشریف لے آئے۔ بادشاہ نے گورو صاحب کا بہت احترام کیا اور ان کے لئے پانسو روزینہ مقرر کر دیا[1]۔

گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ ایک ملاقات کے موقعہ پر جہانگیر نے گورو صاحب کی خدمت میں پانچ ہزاری خلعت اور کئی دوسری اشیاء پیش کی تھیں[2]۔ اس کے علاوہ جب دہلی سے روانگی کے وقت جہانگیر نے گورو صاحب سے ملاقات کی تو پھر پانچ ہزاری خلعت گورو صاحب کو دیا تھا[3]۔ اور گوالیار کے قلعہ میں ۵۲ شاہی قیدی جو والیان ریاست تھے گورو ہرگوبند جی کی سفارش پر رہا کر دئے تھے[4]۔

ایک اور صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جہانگیر نے اکال تخت کی عمارت مکمل کروا دینے کی بھی پیش کش کی تھی[5]۔

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ جہانگیر نے آخر تک گورو صاحب سے دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ گو گورو صاحب کے بدخواہوں نے ان تعلقات کو خراب کرنے کی بہت کوشش کی لیکن جہانگیر نے ان کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ وہ برابر گورو صاحب کے حقوق کی حفاظت کرتا رہا۔ گیانی

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۵۰۸، جنم ساکھی چھیویں پاتشاہی صفحہ ۱۲، وتواریخ گورو خالصہ (اردو) صفحہ ۹۰، وتواریخ گورو خالصہ صفحہ ۹۰۔

۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۳۰۸

۳۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۰۹

۴۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۱۱

۵۔ بھارتی راشٹریہ کانگریس ۱۹۴۷ء صفحہ ۴۳

گیان سنگھ جی نے ایک جگہ جہانگیر کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے قول کا پکا تھا۔ اس نے گورو صاحب کے ساتھ جو بھی اقرار کیا اسے آخر دم تک پورا کیا[1]۔ اس کے پاس متعدد بار گورو صاحب کے خلاف شکایات کی گئیں مگر اس نے کسی ایک پر بھی توجہ نہ کی[2]۔

ان تاریخی واقعات سے جو خود سکھ مورخین کے بیان کردہ ہیں، یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ گورو ارجن سے قبل اور بعد مغل بادشاہوں کے تعلقات سکھ گورو صاحبان سے نہایت خوشگوار اور دوستانہ رہے خود جہانگیر بھی ابتدا میں گورو ارجن صاحب کا بہت احترام کرتا تھا اور ان کے بعد ان کے بیٹے گورو ہرگوبند جی کا بھی سچا خیر خواہ اور ہمدرد رہا۔ بلکہ اس نے پنجاب کی حکومت گورو ہرگوبند جی کے ہی حوالے کر دی تھی پھر کیا وجہ ہے کہ درمیان میں گورو ارجن جی اور جہانگیر کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوگئی اور جہانگیر کو اپنی توزک میں گورو صاحب کے بارے میں

"بسیاست و بیاسا رسانند"

کا فرمان جاری کرنا پڑا۔ جہانگیر بے انصاف اور ظالم بادشاہ نہ تھا۔ اس کی حکومت ایک آئینی حکومت تھی اور عدل جہانگیری تو ضرب المثل ہے۔ خود گورو گوبند سنگھ جی نے جہانگیر کو ایک عادل اور منصف مزاج بادشاہ تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ گورو صاحب نے جہانگیر کی وفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

جہانگیر عادل مرگیو شاہجہان حضرت جو بھیو[3]

یعنی، جہانگیر عادل بادشاہ کے مرنے پر اس کا بیٹا شاہ جہان تخت نشین ہوا۔

ایک اور مقام پر گورو صاحب نے جہانگیر کے بارے میں یہ بیان کیا ہے کہ:-

---

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۰۔

۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۰۔

۳۔ سری دسم گرنتھ صفحہ ۴۳۔

"اکبر کا بیٹا جہانگیر دھرماتما بادشاہ چوغطہ تھا۔[1]"

ان حوالہ جات سے ظاہر ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے نزدیک بھی جہانگیر ایک عادل اور منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اس صورت میں اس سے گورو ارجن کے بارہ میں کسی ظلم یا بے انصافی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ اگر گورو گوبند سنگھ جی کے نزدیک گورو ارجن کے معاملہ میں جہانگیر نے کوئی ظلم یا بے انصافی کی ہوتی تو گورو صاحب موصوف اسے عادل اور دھرماتما بادشاہ بیان نہ کرتے کیونکہ گورو گوبند سنگھ ایسے گورو سے سکھ لوگ یہ توقع نہیں کر سکتے کہ وہ محض خوشامد کے پیش نظر کسی ظالم اور بے انصاف کو عادل اور دھرماتما بیان کر دیں گے۔ ایسے سکھ ودوانوں کو جو جہانگیر ایسے "عادل" اور "دھرماتما" بادشاہ کو کوستے ہیں ان حقائق کی طرف توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔

گورو ارجن جی نے خود بھی اپنے کلام میں اپنے زمانہ کی حکومت کو سراہا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر آپ نے فرمایا ہے کہ :-

ہُن ہکم ہویا مہربان دا   پَے کوئے نہ کسے ریان دا

سب سکھالی دھٹی آ   ایہہ ہوا حلیمی راج جیئو[2]

شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب میں گورو ارجن کے اس ارشاد کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں :-

"بس اب مہربان مالک کا حکم ہو گیا ہے کہ کوئی کسی پر جبر کر کے اسے دکھ نہ دے سکے گا۔ تمام رعایا آرام سے زندگی بسر کرے گی۔ ایسی نرمی کی حکومت قائم ہو گئی ہے۔[3]"

کون نہیں جانتا کہ گورو ارجن کے زمانہ میں مغلیہ حکومت تھی اور اس قول میں گورو صاحب نے اپنے زمانہ کی حکومت کو حلیمی راج کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ

۱۔ نبجے مکت گرنتھ صفحہ ۳۱۰

۲۔ گورو گرنتھ صاحب سری راگ محلہ ۵ صفحہ ۷۴،

۳۔ شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۷۴،

گورو ارجن جی کے نزدیک بھی جہانگیر کی حکومت جیسی مارج تھا۔ جس میں تمام رعایا آرام سے زندگی بسر کرتی تھی اور کوئی بھی کسی پر جبر نہیں کر سکتا تھا اور اگر کوئی کسی پر کوئی ظلم کرتا تھا۔ تو اسے سخت سے سخت سزا دی جاتی تھی اور اس معاملہ میں وہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی کوئی پاس نہ کرتا تھا۔

مشہور سکھ مورخ بھائی سنتوکھ سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر کے عہد میں ہر ایک امیر و غریب سے یکساں سلوک کیا جاتا تھا[1] کسی کی امارت یا غربت اس کے لئے کوئی روک پیدا کرنے کا موجب نہیں بنتی تھی۔ ہر انصاف چاہنے والا بادشاہ تک رسائی حاصل کر سکتا تھا[2]۔ نیز اس نے جانوروں کے لئے بھی یہ حکم دے رکھا تھا کہ ان پر مناسب بوجھ لادا جائے۔ جو شخص کسی جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادے گا اسے سزا دی جائے گی[3]۔

پس جب جہانگیر کو سکھ کتب میں بھی ایک عادل بادشاہ اور آئینی حکمران تسلیم کیا گیا ہے اور یہ بھی مرقوم ہے کہ اس نے ہر مرحلہ پر گورو ارجن جی کا احترام ملحوظ رکھا تھا اور ان کے حقوق کی حفاظت کی تھی۔ بلکہ گورو صاحب کے خلاف شکائتیں کرنے والوں کو ہی جھوٹا قرار دیا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس نے گورو جی کے لئے

"نہ سیاست و بیاسا رسانند"

کا فرمان جاری کیا؟

جب ہم اس بات کے پیش نظر سکھ کتب کی ورق گردانی اور توزک جہانگیری کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گورو ارجن جی نے خود ہی جہانگیر کی حکومت کی مخالفت

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۳۔ انسو ۲۷۔ انک ۱۷

۲۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۳۔ انسو ۲۷۔ انک ۱۹

۳۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۳۔ انسو ۲۷۔ انک ۲۴

شروع کردی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان کا یہ قول ہے کہ :۔

"گورو ارجن جہانگیر کے اسلامی شریعت پر حکومت کی بنیاد رکھنے کے خیال کا اشد ترین مخالف ہے[1]"

اور تزک جہانگیری سے واضح ہوتا ہے کہ گورو ارجن جی کی یہ مخالفت محض خیالات کی حد تک محدود نہیں رہی تھی۔ بلکہ اس نے اسے عملی صورت میں بھی پیش کیا تھا۔ چنانچہ کھلے بندوں سیاسی معاملات میں دلچسپی لی تھی اور حکومت کے خلاف بعض ایسی حرکات کی تھیں کہ جن کی بنا پر جہانگیر کو مجبوراً ایسا فرمان جاری کرنا پڑا تھا اور ان میں سے ایک بڑی بات جہانگیر کے بیٹے شہزادہ خسرو کی بغاوت میں مدد دینا تھا۔ اور اسے قشقہ لگا کر ایک رنگ میں اس کی تاج پوشی کی رسم ادا کرنا تھا۔ کیونکہ سکھ ودوانوں کو یہ مسلم ہے کہ گوروگھر میں قشقہ لگانا تاجپوشی کی رسم ہے اور جہانگیر نے بھی اس تلک کو راج تلک ہی تسلیم کیا تھا۔[2]

موجودہ زمانے کے سکھ مصنفین تزک جہانگیری کے اس حصہ کو گورو ارجن کے مخالفین کی طرف سے عاید کردہ الزام قرار دیتے ہیں۔ لیکن خود سکھ لٹریچر میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ گورو ارجن جی نے شہزادہ خسرو کی بغاوت میں روپیہ سے مدد کی تھی اور اپنے پاس بھی کچھ عرصہ ٹھہرایا تھا[3]۔ اور جہانگیر کے سامنے گورو صاحب نے یہ بیان کیا تھا۔ کہ انہوں نے شہزادہ خسرو کی یہ امداد کسی سیاسی نقطۂ نظر سے نہیں کی تھی بلکہ خالص مذہبی نقطۂ نظر

۱۔ رسالہ پنج دریا جنوری ۵۳ء

۲۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۹۶

۳۔ سوڈھی چینکار صفحہ ۳۰۱ و دس گورو جوت پرکاش صفحہ ۳۳۸۔ و گورمت اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۱۰۹ و مختصر و مکمل تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۷ و پنجابی سورما صفحہ ۲۱۰ وغیرہ

اور انسانی ہمدردی سے کی تھی۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان بیان کرتے ہیں کہ:۔

"خسرو کی ملاقات اور گورو صاحب کی طرف سے اس کی قابل رحم حالت میں انسانی ہمدردی نیک لوگوں کا شعار ہے[1]":

لیکن سکھوں میں ایسے ودوان بھی موجود ہیں جن کے نزدیک خسرو گورو صاحب کی خدمت میں محض سیاسی غرض کے ماتحت حاضر ہوا تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:۔

"شہزادہ خسرو اچھی طرح جانتا تھا کہ گورو ارجن جہانگیر کے اسلامی شریعت پر حکومت کی بنیاد رکھنے کے خیال کا اشد ترین مخالف ہے۔ نیز گورو ارجن ایسی عظیم اور بے خوف شخصیت کا مالک ہے کہ وہ ایسے وقت میں بھی جبکہ شہنشاہ خود شہزادہ پر بھی فوج کشی کیئے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ خسرو کو تسلی اور مدد دینے سے دریغ نہیں کریگا۔ سو ایسا ہی ہوا[2]":

مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ خسرو نے اپنی اس ملاقات میں یہ پیش کش بھی کی تھی کہ اگر وہ اپنی اس مہم میں کامیاب ہو گیا اور شہنشاہ ہند بن گیا۔ تو پنجاب کی حکومت گورو ارجن کے حوالہ کردی جائے گی[3]۔

اس کے علاوہ گیانی گیان سنگھ جی نے خسرو کی اس بغاوت کی جو وجہ بیان کی ہے۔ وہ بھی قابل غور ہے۔ چنانچہ آپ بیان کرتے ہیں کہ

"شہزادہ خسرو نے کسی کشتری کی بیٹی خوب صورت دیکھ کر زبردستی اپنے گھر میں ڈال لی۔ کشتریوں نے مل کر فریاد کی۔ جہانگیر نے خسرو کو گرفتار کرنے کے لئے فوج روانہ کی۔ اسں

۱۔ آشا جالندھر ۱۵ جون ۱۹۵۳ء

۲۔ رسالہ پنج دریا جنوری ۱۹۵۳ء

۳۔ تواریخ گورو خالصہ ایڈیشن دوم صفحہ ۹۳۶

نے مقابلہ کیا اور آخر کار شکست کھا کر کابل کی طرف بھاگ گیا۔ جہلم کے پاس ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک ملا نے پکڑوا دیا جہانگیر کے روبرو لایا گیا اس کے ساتھی زمین میں گڑوا کر مروا دیے گئے اور اسے قتل کر دیا گیا[1]۔"

وہ جہانگیر جو اپنے بیٹے کے مقابلہ میں بھی انصاف کو نظر انداز نہیں کرتا اور اسے (بقول گیانی گیان سنگھ) ایک ہندو لڑکی کے اغوا کرنے کے جرم میں سزا دینے سے دریغ نہیں کرتا وہ گورو ارجن کا کیونکر لحاظ کر سکتا تھا؟ گورو ارجن ایک مذہبی پیشوا ہونے کے مدعی تھے۔ ان کا اولین فرض تھا کہ وہ اغوا کی واردات کرنے والے خسرو کی کوئی امداد نہ کرتے بلکہ حکومت کو اس کی گرفتاری میں مدد دیتے تاکہ ایک اخلاقی مجرم کو مناسب سزا مل سکتی۔ مگر انہوں نے قانون اور انصاف کے راستہ میں روک پیدا کرنے کی کوشش کی۔ جسے کسی بھی نقطہ نگاہ سے مستحسن نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ایک ہندو ودوان نے لکھا ہے کہ:۔

"اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سکھ گوروؤں کے دلوں میں اپنی طاقت بڑھانے اور اپنے جتھہ کو مضبوط کرنے کا خیال پہلے سے پیدا ہو چکا تھا اور انہوں نے اس پر عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ مسلمان حکام کی نظروں میں خار کی طرح کھٹکنے لگے تھے۔ لیکن ان کی تکلیف اور مصیبت کا آغاز گورو ارجن دیو سے شروع ہوا۔ جنہوں نے جہانگیر کے باغی لڑکے خسرو کی امداد کی[2]۔"

ایک اور مقام پر یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

"اگر سکھوں کے گورو مسلمان حاکموں سے چھیڑ چھاڑ نہ کرتے یا شاہی باغیوں کو مدد نہ دیتے

۱۔ تواریخ گورو خالصہ ایڈیشن دوم صفحہ ۲۰۰
۲۔ ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۳

تو ان پر کسی قسم کی سختی کا نازل ہونا ایک ناممکن بات تھی[1]۔

ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :-

"پنتھ کے ایک ودوان کی طرف سے ایک مضمون رسالہ "پنج دریا" کے جنوری فروری کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں سردار جی نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گورو صاحب کی قربانی ان کے سیاسی رجحانات کا نتیجہ تھی[2]۔

ان حوالہ جات سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں میں بھی ایسے ودوان موجود ہیں جو اس امر کے معترف ہیں کہ گورو ارجن صاحب اور جہانگیر کے تعلقات کی خرابی کی وجہ دراصل گورو ارجن کے سیاسی رجحانات کا نتیجہ تھی۔

سکھ تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ سکھ گورو صاحبان ابتدا میں صرف مذہبیات میں ہی دلچسپی لیتے رہے اور ان کی تمام تر توجہ لوگوں کی اخلاقی حالت کے سدھارنے کی طرف ہی رہی۔ ملکی سیاست یا داخلی معاملات سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا۔ نیز ان کی زندگیاں بھی بڑی حد تک فقیرانہ تھیں۔ یعنی ان کا نظریہ یہ تھا۔

راج ۔ مال ۔ روپ ۔ ذات ۔ جوبن پنجے ٹھگ
اینہیں ٹھگیں جگ ٹھگیا کنی نہ رکھی لج[3]

یعنی :- حکومت ، دولت، حسن اور ذات پات کی بڑائی کا خیال اور جوبن کا نشہ یہ پانچوں ٹھگ ہیں۔ جو دنیا کو ٹھگ رہے ہیں۔ ان کے دھوکہ میں آنے والے لوگ عزت حاصل نہیں کر سکتے۔

---

۱ ۔ ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۵

۲ ۔ روزنامہ آشا جالندھر ۱۵ جنوری ۱۹۵۳ء

۳ ۔ گورو گرنتھ صاحب شلوک محلہ ۱ وار ملار صفحہ ۱۲۸۸

لیکن کچھ عرصہ کے بعد سکھ گورو صاحبان نے اپنے اس مسلک میں نمایاں تبدیلی کر لی اور کھلے بندوں ملکی سیاست میں دخل دے کر اپنی خالص مذہبی تحریک کو ایک سیاسی تحریک بنا دیا۔ چنانچہ ایک سکھ وِدوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :۔

"سکھ مذہب مغلیہ عہد کی ایک سیاسی تحریک تھی[1]"

ایک اور سکھ وِدوان رقم طراز ہے کہ :۔

"میرے خیال میں خالصہ کا قیام مذہبی کام نہیں بلکہ سیاسی کام تھا[2]"

ایک اور سکھ وِدوان نے سکھ کی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے کہ :۔

"گورو کا سکھ باغی ہو یا خالصہ راج کا محافظ۔ اور ..... یہ جانے اب وہ ہتھیار بند ہو کر حکومت کا تخت سنبھال لے گا[3]"

ایک ہندو وِدوان لالہ دولت رائے نے بھی سکھ گورو صاحبان کے مسلک کی اس تبدیلی کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :۔

"گورو نانک دیو جی کے بعد دو گورو محض اس کے راہ پر چلتے گئے مگر بدقسمتی سے تھوڑی دور جا کر گورو نانک دیو کی گدی کے بارہ میں تنازعات شروع ہو گئے اور گوروؤں کے طریق زندگی میں تبدل پیدا ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ان کی حالت مذہبی پیشوا سے ملکی پیشوا میں بدل گئی[4]"

اس حقیقت سے کسی واقف کار کو انکار نہیں ہو سکتا کہ سکھ گورو صاحبان میں گورو ارجن صاحب سب سے پہلے گورو ہوئے ہیں۔ جنہوں نے ایک طرف تو یہ بیان کیا کہ :۔

۱۔ گورسیوک امرتسر جنوری ۱۹۳۵ء

۲۔ پریت لڑی فروری ۱۹۳۵ء

۳۔ پنج دریا جنوری ۱۹۵۳ء

۴۔ سوانح عمری گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۲۰

راج نہ چاہوں مکت نہ چاہوں　　　　من چرن پریت کملارتھے

یعنی:- نہ تو میں حکومت کا خواہشمند ہوں اور نہ مکتی کا متلاشی ہوں۔ میری تو یہی تمنا ہے کہ میرا دھیان اپنے رب کی طرف لگا رہے۔

اور دوسری طرف سیاسی امور میں کھلے بندوں دلچسپی لی۔ اور سکھوں کو اپنی حکومت قائم کرنے کا خیال دیا۔ جس کے حکمران وہ خود بننا چاہتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ہم موجودہ زمانہ کے ایک سکھ ودوان کی شہادت پیش کرتے ہیں پروفیسر گرتار سنگھ جی ایم اے نے بیان کیا ہے کہ

"گورو ارجن جی نے اپنے دربار کی ٹھاٹھ باٹھ شاہی دربار کی طرح بنائی۔ اور حقیقہ بندی کو ترقی دے کر ایک رنگ میں حکومت کا سلسلہ قائم کیا۔۔۔۔۔ جس کے سرتاج سچے پاتشاہ خود تھے یہ حقیقت ہے کہ سکھوں نے اس وقت تک مغلیہ حکومت کے اندر ہی اندر سوراج کی تربیت حاصل کر لی تھی"[۲]

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:-

"پہلے چار گورو صاحبان تو بالکل ہی تیاگ مورتی دنیاوی اور سیاسی معاملات سے الگ تھلگ رہے۔ لیکن پانچویں گورو ارجن جی بھارت کی نجات کے لئے اپنی سکھ سنگتوں میں دنیاوی جاہ و جلال پیدا کرنے کی غرض سے متعدد زبردست سکیمیں عمل میں لائے"[۳]

الغرض یہ ایک حقیقت ہے کہ گورو ارجن جی نے سیاسیات میں بھی دلچسپی لینا شروع کر دیا تھا بلکہ بعض دفعہ تو لوگوں کو ٹیکس ادا کرنے سے انکار کرنے کی تلقین کرتے تھے چنانچہ ایک سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

۱- گورو گرنتھ صاحب محلہ ۵ صفحہ ۵۳۴

۲- جیون کتھا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۱۳۵

۳- سچ وا پرکاشش صفحہ ۱۲

"راجہ بیربر نے امرت سر کے ہندؤوں پر ایک ..... ٹیکس لگا دیا..... گورو صاحب نے لوگوں کو یہ ٹیکس ادا کرنے سے روک دیا۔"[1]

نیز ایک ہندو و دوان انند کشور مہتہ نے اس سلسلہ میں یہ شہادت دی ہے کہ

"سکھوں نے گورو ارجن دیو کے زمانہ میں آہستہ آہستہ اپنی ریاست بنالی تھی اور اپنے گورو کو سچا بادشاہ (REAL KING) کہنا شروع کر دیا تھا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں گورو ارجن جی نے سوراج (SELF GAUT. WITHIN EMPIRE) قائم کر لیا تھا۔"[2]

الغرض اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ گورو ارجن دیو جی نے سیاسیات میں کھلے بندوں دخل دیا اور اپنا نصب العین سکھ راج کا قیام بنا لیا۔ اور اس کے لئے عملی کارروائیاں بھی کیں۔

جہانگیر کی حکومت ایک زبردست اور منظم حکومت تھی اس لئے یہ ناممکن تھا کہ اسے سکھ گورو صاحبان کی روش کی اس تبدیلی کا علم نہ ہوتا۔ اور گورو ارجن جی اور ان کے ہمخیال سکھوں کی نقل وحرکت اس سے پوشیدہ رہتی لیکن اس کے باوجود جہانگیر نے اس وقت تک گورو صاحب کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی نہ کی جب تک کہ کوئی ٹھوس اور واضح بات اس کے علم میں نہ لائی گئی، اسی دوران میں خسرو نے جہانگیر کے خلاف بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ اور گورو ارجن جی نے اس کی روپیہ سے مدد کی۔ اور کچھ عرصہ اپنے پاس ٹھہرایا۔ یہ باتیں ایسی تھیں کہ جن سے گورو ارجن جی کے بارے میں پہلے سے پیدا شدہ شکوک وشبہات کو تقویت پہنچتی تھی اس لئے اس موقعہ پر جہانگیر نے خاموش رہنا پسند نہ کیا۔ اور یہ بات جہانگیر پر ہی موقوف نہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ایسے حالات میں کسی بھی حکومت کے لئے چپ رہنا ناممکن ہے۔

۱۔ رسالہ سنت سپاہی جون ۱۹۵۴ء

۲۔ پنجابی سوما صفحہ ۲۵

چنانچہ ایسے حالات میں ہی جہانگیر نے گورو ارجن جی کے بارہ میں مندرجہ ذیل فرمان جاری کیا۔

"در گوئندوال کہ بر کنارے دریائے بیاہ واقع است ہندوئے بود ارجن نام در لباس پیرے و شیخی چنانچہ بسیارے سادہ لوحان ہندو بلکہ نادان و سفیہان اسلام را مقید اطوار و اوضاع خود ساختند کوس پیرے و ولایت را بلند آوازہ گردانیدہ بود و اورا گرو می گفتند و از اطراف و جوانب گولان و گول پرستان بدرو رخ آوردہ اعتقاد تمام باو اظہار می کردند از سہ چہار پشت این دوکان را گرم میداشتند مدت ہا خاطر میگذشت کہ این دوکان باطل را برطرف باید ساخت یا اورا در جرگہ اہل اسلام درباید آورد تا آنکہ درین ایام خسرو ازاں عبورے نمود این مردک مجہول ارادہ کرد کہ ملازمت اورا یابد در منزلے کہ جا و مقام او بود خسرو را نزول افتادہ آمدہ او را دید و بعضے مقدمات فرا یافتہ باد رسانید و بر پیشانی او انگشتے از زعفران کہ در اصطلاح ہندواں قشقہ گویند کشیدہ آنرا شگون میدانند چوں این مقدمہ بمسامع جاہ و جلال برسید بطلان او را بوجہ اکمل می دانستم امر کردم کہ اورا حاضر ساختند و مساکن و منازل و فرزندان او را بمرتضیٰ خاں عنایت فرمودم کہ او را بہ سیاست و بیاسا رسانند"[۱]

جہانگیر بادشاہ کے اس فرمان کو زیادہ سنگین اور قابل اعتراض بنانے غرض سے سکھ ودوانوں نے اپنے پاس سے اس پر "بہ قتل رسیدن ارجن نام گورو" کا عنوان بھی جڑ دیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کی پڑھنے سے قبل یہ رائے قائم ہو جائے کہ جہانگیر نے گورو ارجن جی کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ حالانکہ توزک جہانگیری میں اس قسم کا کوئی عنوان نہیں ہے۔ اور جہانگیر کے اس فرمان کے آخری حصہ کے جو معنے بیان کئے جاتے ہیں۔ وہ بھی جہانگیر کی منشا کے سراسر خلاف ہیں۔ چنانچہ سکھ ودوانوں نے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے

۱۔ توزک جہانگیری صفحہ ۳۵

یہ لکھا ہے کہ:۔

"میں نے حکم دیا کہ (گورو ارجن کو) حاضر کریں اور ان کا گھر گھاٹ اور اہل و عیال مرتضیٰ خان کے حوالے کئے اور جائداد ضبط کر کے حکم دیا کہ اسے جان سے مار دو[۱]۔"

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جہانگیر نے گورو ارجن کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ اپنے فرمان میں یہ لکھا تھا کہ:۔

"اس کے ساتھ "یاسا" کے مطابق سلوک کیا جائے"

توزک جہانگیری سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گورو ارجن جی نے خسرو کو اپنے پاس ٹھہرایا تھا اور تلک لگا کر ایک رنگ میں اس کی تاج پوشی کی رسم ادا کی تھی۔ یعنی یہ تلک، راج تلک تھا۔ سکھ ودوان اور مورخین اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ خسرو اپنی بغاوت کے دوران میں گورو ارجن جی کے پاس آیا تھا اور گورو صاحب نے اسے کچھ رقم بطور امداد کے دی تھی[۲] اور کچھ دن اپنے پاس بھی ٹھہرایا تھا۔

اکثر سکھ ودوان اس امداد اور ملاقات کو انسانی ہمدردی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن دنیا کے کسی قانون میں کسی باغی کی امداد کرنے والا انسان، انسانی ہمدردی کا عذر پیش کر کے خود کو قانونی شکنجے میں آنے سے بچا نہیں سکتا۔

سکھ خود بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ سکھ حکومت کے باغی اور مفرور کو اپنے پاس ٹھہرایا جائے اور روپیہ وغیرہ دے کر اس کی امداد کی جائے اور انسانی ہمدردی کا نام دیکر

۱۔ گور پرتاپ سورج سمپاوت صفحہ ۲۳۲۹

۲۔ مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۷، دسوندھی چمتکار صفحہ ۳۰۱ ، پنجابی سورما صفحہ ۴۱۰ ۔ اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۲۲۵ ، دس گورو جوت پرکاش صفحہ ۲۳، تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰، ناداں تے تھاداں دا کوش صفحہ ۵۰ ، گور پرتاپ سورج راس ۳ انسو ۲۹ وغیرہ۔

اپنی بریت پیش کردی جائے۔ اور پھر باغی اور مغرور بھی وہ ہو جو اخلاقی لحاظ سے بھی گندہ ہو۔ اور اغوا کی واردات کا مرتکب ہوا ہو۔

ایک سکھ ودوان نے تو یہ بھی بیان کیا ہے کہ جب خسرو نے بغاوت کی تو بادشاہ نے اس سے متعلق یہ اعلان کر دیا تھا کہ :-

"جہانگیر پاتشاہ نے ... ملک میں منادی کروادی تھی کہ جو اسے (یعنی خسرو کو) امداد دے گا وہ شاہی مجرم ہوگا"[1]

مشہور سکھ بزرگ بھائی گورداس جی نے بغاوت کو ایک ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔ اور اس جرم کے مرتکب کا قتل کیا جانا ضروری بیان کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ :-

جے کو آپ گنائیکے پاتشاہاں تے حاقی ہووے
ہوئے قتلام حرام خور کاٹھ نہ کفن چیتا نہ ٹووے[2]

یعنی :- جو شخص بادشاہ کا باغی ہو اور بغاوت کا علم بلند کر دے ایسے حرام خور انسان کو قتل کر دیا جائے۔ بلکہ اس کی نعش کو بھی بغیر گور و کفن چھوڑ دیا جائے۔

سکھ کتب میں گورو کے باغی کے لئے بھی سزائے موت تجویز کی گئی ہے اس سلسلہ میں بھائی گورداس جی کا یہ قول ہے :-

ست گورتے جو منہ پھرے تس منہ لگن بری بلائے
جو تس مارے دھرم ہے مار نہ ہنگے آپ ہٹائے[3]

یعنی :- جو لوگ گورو کے باغی ہیں انہیں جان سے مار دینا عین دھرم ہے اگر کسی

۱۔ سودھی چمتکار صفحہ ۳۰۰

۲۔ واراں بھائی گورداس وار ۲۶۔ پوڑی ۳۲

۳۔ واراں بھائی گورداس وار ۳۔ پوڑی ۲۵

وجہ سے انہیں جان سے نہ مارا جا سکے تو پھر ان کا مقاطعہ کر کے ان سے اپنے تمام تعلقات منقطع کر لینا اشد ضروری ہے :

بعض دوسری سکھ کتب سے بھی گورو کے باغی کی سزا موت بیان کی گئی ہے[۱]۔

سکھ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مرتبہ بعض سکھ اکابرین نے باہمی مشورہ سے گورو گوبند سنگھ جی کے خلاف بغاوت کا علم بلند کیا تھا اور گورو صاحب موصوف کی والدہ ماجدہ کو بھی اپنا ہمخیال بنا لیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ گورو صاحب کو گورو یائی سے معزول کر کے ان کی جگہ ان کے بیٹے کو گورو بنا لیا جائے۔ مگر کسی نہ کسی وجہ سے گورو صاحب کو اس کا قبل از وقت علم ہو گیا۔ انہوں نے اپنی والدہ ماجدہ سے تو کوئی باز پرس نہ کی۔ البتہ ان تمام اکابر اور چیدہ چیدہ سکھوں کو جو اس سازش اور مشورے میں شریک تھے کسی طرح اپنے پاس بلا لیا اور سب کے سب تیل کے تپتے ہوئے کڑاہوں میں پکوڑوں کی طرح تل کر ختم کروا دئے[۲]۔

اس وحشت ناک سزا سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ گورو گھر میں گورو کے باغی کو سزائے موت دی جاتی تھی۔

الغرض گورو ارجن جی کا باغی خسرو کو اپنے پاس ٹھہرانا اور اس کی روپیہ سے امداد کرنا ایک ایسا فعل تھا جسے جہانگیر کے لئے نظر انداز کرنا ایک محال امر تھا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جہانگیر

۱۔ تنخواہ نامہ بھائی نند لال صفحہ ۱۳ و گورپرتاپ سورج گرنتھ راس یکم انسو ۴۴۔ اور سدھرم مارگ گرنتھ صفحہ ۱۳۰ وغیرہ۔

۲۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ ۱۰۳ انسو ۱۸ انک ۱۸ و گور بلاس پاتشاہی چھٹی ادھیائے ۵ صفحہ ۲۴۳ و پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۳۶ و تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۰۹۰ و پنتھ پرکاش صفحہ ۱۸۲ فواس ۲۷ و کلغی دھر چمتکار صفحہ ۲۹۸ و جیون کتھا گورو گوبند سنگھ صفحہ ۱۹۲ و اداسی سکھ نہیں صفحہ ۱۲ و رسالہ سنت سپاہی اپریل ۱۹۴۶ء وغیرہ۔

کی جگہ کوئی اور حکمران خواہ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ ہی کیوں نہ ہوتا۔ وہ بھی ایسے حالات پیش آ جانے پر خاموش نہ رہتا اور ادھر گورو صاحب کے مخالفین چندو لال اور پرتھی چند وغیرہ نے بھی اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے اور بادشاہ کو بھڑکانے کی ہر ممکن کوشش کی کیونکہ وہ اس نادر موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"یہ پرتھیا ہی تھا جس نے جہانگیر کے پاس گورو جی کے خلاف رپورٹیں کیں اور یہ بھی کہا کہ گورو ارجن مغلیہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ ان بے بنیاد اور جھوٹی رپورٹوں کو سنکر ہی جہانگیر گورو صاحب کا مخالف ہو گیا تھا[۱]"

توزک جہانگیری سے دوسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ گورو صاحب نے شہزادہ خسرو کو تلک بھی دیا تھا۔ گویا کہ یہ ایک رنگ میں اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کی گئی تھی۔ کیونکہ سکھوں میں جب کسی کو گدّی پر بٹھایا جاتا ہے تو اسے تلک دیا جاتا ہے۔ جسے راج تلک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بات بھی ایسی ہے کہ جسے کوئی حکومت برداشت نہیں کر سکتی

بعض سکھ ودوانوں نے توزک جہانگیری کے اس بیان کو غلط قرار دینے کی کوشش کی ہے اور ان کی طرف سے اس کے انکار کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ اکبر بادشاہ تیسرے گورو کے پاس آیا تھا اسے تلک نہیں دیا گیا تھا۔ ایک راجہ تیسرے گورو اور ایک راجہ پانچویں گورو کے پاس آیا تھا مگر ان میں سے کسی کو بھی تلک نہیں دیا گیا تھا۔ مگر یہ عذر پیش کرنے والے اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ اکبر بادشاہ یا دوسرے راجے گورو صاحبان کے پاس بادشاہ یا راجہ ہونے کی حالت میں آئے تھے اس لئے انہیں کسی قسم کے تلک دینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ گورو صاحب اگر ان کو تلک دیتے تو یہ ایک فعل عبث ٹھہرتا۔ خسرو جب گورو صاحب کے پاس آیا تھا تو وہ بادشاہ نہ تھا اور نہ اس کے پاس کوئی

۱۔ رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ جنوری ۱۹۵۰ء

حکومت تھی۔ اسے تلک لگانے کی ضرورت اس لئے تھی کہ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کی جا سکے۔ اگر خسرو بادشاہ یا راجہ ہونے کی حالت میں گورو صاحب کے پاس آتا تو وہ اسے بھی تلک نہ لگاتے جیسا کہ اکبر اور دوسرے راجاؤں کی آمد پر انہیں تلک نہیں لگائے گئے۔ پس خسرو کو جو تلک دیا گیا۔ وہ اصل میں راج تلک تھا۔ جیسا کہ سکھوں میں کسی کو گدی دیتے وقت دیا جاتا ہے۔

توزک جہانگیری سے پتہ چلتا ہے کہ جہانگیر نے گورو صاحب کے لئے باغی خسرو کی امداد دینے اور اسے اپنے پاس ٹھہرانے کی سزا میں بہ سیاست و بیاسا رسانند کا فرمان جاری کیا تھا۔ اکثر سکھ ودوان اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر نے گورو صاحب کو تکالیف دے کر جان سے مار دینے کا حکم دیا تھا۔ ان کے نزدیک "یاسا" ایک ترکی لفظ ہے اور اس کے معنی جان سے مار دینا ہے یا قتل کر دینا ہے[1]۔ لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے۔ توزک کے اس اقتباس میں "یاسا" لفظ جان سے مار دینے یا قتل کر دینے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ جن ودوانوں نے اس کے معنے قتل کر دینے کے لئے ہیں انہوں نے اس طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ "یاسا" اس ضابطہ یا قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جس کی بنیاد چنگیز خاں نے رکھی تھی۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ چنگیز خاں نے منگول قبائل کے قدیمی رسم و رواج اور چینیوں کے قدیمی شاہی قوانین کو ملا کر ایک ضابطہ قوانین کا مجموعہ ۱۲۰۶ء میں تیار کیا تھا۔ اور ۱۲۱۸ء میں اسے اپنی تمام مملکت میں رائج کر دیا تھا۔ اس قوانین کے مجموعہ کی منظوری اس نے ۱۲۰۶ء میں منگول لوگوں کے تمام

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپاوت صفحہ ۷۹، ۲۳۲ ورسالہ پھلواڑی وا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء وکچھ دیہا سنگ پترے صفحہ ۲۹ وسکھ اتہاس بارے صفحہ ۱۶ وسچ دا پرکاش صفحہ ۹ سکھمتی ہندی صفحہ ۱۱ گولڈن ٹمپل ہند واتہاس صفحہ ۱۶۹ گورمت لیکچر صفحہ ۲۰۶

قبائل کے ایک اجتماع میں حاصل کی تھی۔[1]

الغرض "یاسا" چنگیز خاں کے تیار کردہ قوانین کے مجموعہ کا نام ہے اور اب بھی اس کے کچھ حصے بعض مقامات پر ملتے ہیں اس کے علاوہ بلیق نام کی کتاب میں، جس میں چنگیز خاں کے اپنے اقوال جمع ہیں، "یاسا" کے بارہ میں یہ مرقوم ہے کہ:۔

"میرے بعد جو حاکم۔ خان۔ سردار ہوں گے۔ اگر وہ "یاسا" میں بیان کردہ اصول کی تھوڑی سی بھی خلاف ورزی کریں گے۔ تو نظام حکومت بگڑ جائیگا پھر وہ چنگیز خاں کو ڈھونڈیں گے مگر چنگیز خاں انہیں نہیں مل سکے گا"[2]۔

عربی کے ایک مشہور مورخ کا بیان ہے:۔

"جب منگولین لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے شریعت کو اپنے قبائلی کے رسم و رواج کے سانچہ میں ڈھال دیا۔ خالص مذہبی امور کے لئے تو وہ قاضی القضاۃ سے دریافت کرتے تھے مگر جس مسئلہ کا تعلق ان کی اپنی ذات یا قبیلہ سے ہوتا تھا وہاں چنگیز خانی "یاسا" کو تسلیم کرتے تھے۔ اور اس کے لئے وہ الگ افسر مقرر کرتے تھے"[3]۔

فارسی کے مشہور شاعر امیر خسرو نے منگولین لوگوں کا تعارف کرواتے وقت بیان کیا ہے کہ:۔

"منگولین لوگوں کی آنکھیں اتنی چھوٹی اور تیز ہیں کہ تانبہ کی دیگچی میں بھی چھید کر دیں ...... ان کے جسم جوؤں سے بھرے پڑے ہیں ... جب سلطان (خوارزم شاہ) نے انہیں دیکھا تو فرمایا کہ یہ بے شک جہنم کی آتش سے پیدا شدہ ہیں ... جس قسم کی ان کی شکلیں منحوس ہیں ایسے

۱۔ فنڈیمنٹل پرنسپلز آف محمڈن لاء انگریزی صفحہ ۲۰ تا ۲۷ و دی سکوپ اینڈ کنڈکنٹس آف چنگیز خاں یاسا جنرل آف ہروڈ ایشیاٹک سٹڈیز صفحہ ۳۳۷

۲۔ دی لائف آف چنگیز خاں صفحہ ۷۷

۳۔ دی کرو سیڈرز ان دی ایسٹ صفحہ ۳۴۴

بھی ان کے قوانین ہیں جو "یاسا" کہلاتے ہیں۔[1]

پس ان حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ "یاسا" ان قوانین کے مجموعہ کا نام ہے جو چنگیز خاں نے اپنی حکومت کے دوران میں تیار کیا تھا۔ اس لحاظ سے جہانگیر کے فرمان "بہ سیاست و بیاسا رسانند" کے معنی یہ ہوں گے کہ گورو ارجن کو سیاست اور یاسا کے قانون کے ماتحت مناسب سزا دی جائے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ دو دوان نے لکھا ہے کہ:۔

"جہانگیر کے اس حکم کہ گورو ارجن جی کو "یاسا" کے مطابق سزا دی جائے، کے کیا معنی ہیں؟ تُوزک جہانگیری کا ترجمہ کرنے والوں نے اور سکھ مورخین نے "یاسا" کے معنی وگھ یا تکلیف ہی کئے ہیں" حالانکہ اس کے صحیح معنی یہ ہیں کہ:۔

"گورو ارجن کو سیاست اور یاسا کے (قانونوں کے) مطابق سزا دی جائے۔ گورو ارجن کو تکالیف دے کر جان سے مار دینا، یہ ترجمہ اس حصہ کا بالکل غلط ہے اور اس غلط ترجمہ کی تائید میں کوئی لغوی دلیل سند نہیں ہو سکتی"۔[2]

اس سلسلہ میں سردار صاحب موصوف نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ:۔

"سیاست تو عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی راج ڈنڈ (حکومت کی سزا) یا راج نیتی ہیں 'یاسا' منگولین زبان کا لفظ ہے جس کے معنی حکم۔ شاہی حکم۔ قانون ہیں۔ یہ یاسا کے لفظی معنی ہیں۔ مگر اس کے اصطلاحی معنی جو سب کو مسلم ہیں، یہ ہیں کہ وہ قانون جسے چنگیز خاں نے رائج کیا۔ یہی صحیح معنی یاسا کے ہیں"۔[3]

۱۔ کیمبرج ہسٹری آف انڈیا صفحہ ۴۴

۲۔ رسالہ پنج دریا جنوری ۱۹۵۳ء

۳۔ رسالہ پنج دریا جنوری ۱۹۵۳ء

ایک اور سکھ وِدوان پروفیسر صاحب سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ :

"جہانگیر نے گورو ارجن کو گرفتار کر کے اپنے قلعہ دار مرتضیٰ خاں کے سپرد کر دیا۔ اور حکم دیا کہ ان کو سیاست اور یاسا کے قانون کے مطابق سزا دی جائے[1]"

عمدۃ التواریخ میں مرقوم ہے کہ جہانگیر نے گورو ارجن کے لئے یہی حکم دیا تھا کہ انہیں مناسب سزا دی جائے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ :

"بزبان آورد کہ ہر قسم کہ مناسب بودہ باشد بسزائے بافید رسانید[2]"

پس جہانگیر نے گورو ارجن جی کے لئے جو حکم دیا تھا وہ یہی تھا کہ ان کے سیاسی جُرم کی مناسب سزا یاسا قانون کے مطابق دی جائے نہ یہ کہ ان کو مختلف تکالیف دے کر جان سے مار دیا جائے۔

ایک سکھ وِدوان سردار کپور سنگھ جی، آئی۔ سی۔ ایس نے گورو صاحب کے اس سیاسی جرم کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :

"گورو صاحب کے سیاسی جرموں سے متعلق جہانگیر نے خود ہی بیان کیا ہے کہ شہزادہ خسرو گوئند وال گورو ارجن کے ڈیرہ پر کچھ عرصہ ٹھہرا۔ اور گورو ارجن نے نیک شگون کے طور پر خسرو کی پیشانی پر تلک لگایا۔ خسرو اس وقت شاہی فوج کے آگے آگے جا رہا تھا۔ اور اس پر الزام یہ تھا کہ وہ جہانگیر کو تخت سے اتار کر ہندوستان کا بادشاہ بننا چاہتا تھا..... ایسے وقت جبکہ شہنشاہ خسرو پر فوج کشی کر رہا ہو۔ کون ہو سکتا ہے جو شہزادہ کو کھلم کھلا اپنے پاس ٹھہرائے۔ اور جس کے پاس شہزادہ آشیرباد لینے کیلئے ٹھہر سکے بیشک ایسا شخص وہی ہو سکتا ہے جسے تمام لوگ جانتے ہوں کہ شہنشاہ جہانگیر کی حکومت کا مخالف ہے اور اس مخالفت کا اعلانیہ اظہار کرنے اور شہنشاہی طاقت سے ٹکر لینے کا عندیہ اور حوصلہ رکھتا ہو..... سکھ مورخین یہ بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں ..... شہزادہ اور اسکے ساتھی بھوکے تھے اور انہوں نے لنگر سے کھانا وغیرہ کھایا تھا۔ ویسے خسرو کی بغاوت سے گورو صاحب کا بلاواسطہ

۱۔ رسالہ اسنت سپاہی جون ۱۹۵۱ء ۲۔ عمدۃ التواریخ دفتر اول صفحہ ۱۴

یا بالواسطہ کوئی تعلق نہ تھا۔ غور کرنے سے یہ بات کسی طرح بھی قابل قبول نہیں۔

اول تو شہزادہ کو کھانا کھلانا ہی قانون کی نظروں میں بغاوت میں امداد کرنا ہے۔

دوم۔ تلک لگانے والی بات اس سے مطابقت نہیں کرتی۔ جب تک یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ یہ قصہ بالکل ہی غلط ہے۔

مگر اس تلک لگانے والی بات کو یونہی وضع کر لینے سے جہانگیر یا گورو ارجن کے دوسرے مخالفین کو کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ باغی شہزادہ اور اس کے ساتھیوں کو کھانا کھلانا ہی قانون کی نظروں میں شاہی بغاوت میں امداد کرنے کے مترادف ہے اور تلک لگانے سے اس جرم کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ شہزادہ خسرو اچھی طرح جانتا تھا کہ گورو ارجن جہانگیر کے اسلامی شریعت پر حکومت کی بنیاد رکھنے کے خیال کا اشد ترین مخالف ہے۔ نیز گورو ارجن ایسی عظیم اور بے خوف شخصیت کا مالک ہے کہ وہ ایسے وقت میں بھی جبکہ شہنشاہ خود شہزادہ پر فوج کشی کے لئے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔ خسرو کو تسلی اور مدد دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

سردار کپور سنگھ جی آئی سی ایس ایک مشہور سکھ وِدوان ہیں اور آپ پاکستان بننے سے پہلے اور بعد ڈپٹی کمشنر ایسے ذمہ دار عہدہ پر رہ چکے ہیں۔ آپ نے اس دوران میں بہت سے مقدمات سنے ہوں گے اور ان کے فیصلے بھی دیے ہوں گے۔ اس لحاظ سے جہانگیر اور گورو ارجن کے معاملہ میں انہوں نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ محض ایک وِدوان کے تاثرات ہی نہیں ہیں بلکہ ایک قانون دان اور ماہر مقدمات کی تحقیق اور رائے ہے۔ اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ گورو ارجن جی نے خسرو کی بغاوت میں پورا پورا حصہ لیا تھا۔ اور خسرو پہلے سے گورو صاحب کے خیالات اور حالات سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ گورو جی جہانگیر کی حکومت کے اشد ترین مخالف ہیں اور اس کی حکومت کا تختہ پلٹنے کے خواہاں

۱۔ رسالہ پنج دریا جنوری ۱۹۵۳ء

ہیں۔ وہ ان سے مل کر جہانگیر کی حکومت سے ٹکر لینے میں دریغ نہیں کریں گے اور جب خسرو گورو صاحب کے پاس آیا تو انہوں نے نتائج سے بے پرواہ ہو کر اس کی امداد کی۔ اس کی تائید توزک جہانگیری سے بھی ہو جاتی ہے۔

بعض سکھ ودوانوں نے گورو ارجن جی کے خسرو کو تلک لگانے سے انکار کیا ہے چنانچہ سردار گنڈا سنگھ جی ایم۔ اے نے لکھا ہے کہ:

"اصل میں خسرو نے گوئندوال میں دریا عبور کرتے وقت ایک عام مسافر کی حیثیت میں گورو صاحب کے درشن کئے تھے اور لنگر سے کھانا کھایا تھا۔ اور آگے چلا گیا تھا۔ خاص گورو صاحب کی طرف سے نہ تو اسے تلک دیا گیا تھا۔ اور نہ ہی اس کی فتح کے لئے خاص دعا اس کے حق میں کی گئی تھی۔ سوائے اس اشیرباد کے جو گورو صاحب ہر درشن کرنے والے کو دیا کرتے تھے۔"[1]

لیکن اس کے برعکس سردار کپور سنگھ جی آئی سی۔ ایس کا یہ بیان ہے کہ:

"باقی رہی تلک لگانے والی بات . . . یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے والی ہے کہ جب گورو ارجن جہانگیر کے حکم سے گرفتار ہوئے تو گورو صاحب نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی شہزادہ خسرو کو اپنے پاس ٹھہرانے، روٹی کھلانے اور اشیرباد دینے سے انکار نہیں کیا۔"[2]

پس جب یہ ایک حقیقت ہے کہ گورو ارجن جی جہانگیر کی حکومت کے خلاف تھے۔ اور انہوں نے اس مخالفت کی بنا پر ہی خسرو کی بغاوت میں مدد کی تھی۔ جسے سکھ ودوان بھی اب تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ تو اس صورت میں اس بغاوت کے ناکام رہنے کے نتائج سے گورو ارجن کیونکر الگ رہ سکتے تھے۔ چنانچہ اسی بنا پر جہانگیر نے گورو صاحب کے لئے "یاسا" قانون کے مطابق سزا دینے کا فرمان جاری کیا نہ کہ کوئی سزا ہی تجویز کر دی اور

۱۔ مجنگ اتہاسک پتر سے صفحہ ۲۶

۲۔ رسالہ پنج دریا امرتسر جنوری ۱۹۶۳ء

جہانگیر کے اس فرمان کے پیش نظر گورو ارجن جی کو خسرو کی بغاوت میں امداد کے جرم میں دولاکھ روپیہ جرمانہ کیا گیا۔جیسا کہ اس زمانہ کی تصنیف دبستان مذاہب سے بھی ظاہر ہے[1]۔ اور بعد کے مؤرخین جن میں بعض سکھ مؤرخین بھی شامل ہیں۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حکومت کی طرف سے گورو صاحب کو دو لاکھ روپیہ جرمانہ کیا گیا۔ لیکن چونکہ حکومت کے اہلکاروں میں چندو لال ایسے لوگ بھی موجود تھے۔ جنہیں بقول سکھ مؤرخین کے گورو صاحب سے ذاتی عداوت تھی، انہوں نے اس وقت ناجائز فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ چنانچہ سکھ مؤرخین کا بیان ہے کہ چندو لال نے گورو صاحب کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور اپنے گھر لے جا کر حکومت کی منشا اور حکم کے سراسر خلاف بہت تکالیف دیں یہاں تک کہ گورو صاحب کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

جب یہ بات جہانگیر کے علم میں لائی گئی کہ چندو لال نے محض اپنی ذاتی عداوت کی بنا پر گورو صاحب کی زندگی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اسے اس بات کا بہت افسوس ہوا۔ اس نے اسی وقت چندو لال کو اس کے عہدے سے معزول کر کے گورو ارجن جی کے فرزند ارجمند گورو ہرگوبند کے حوالے کر دیا اور کہا کہ یہ آپ کے باپ کا قاتل ہے۔ اس لئے آپ جو چاہیں اسے سزا دیں۔

چندو لال نے محض اپنی ذاتی دشمنی اور عداوت کی بنا پر گورو صاحب کو تکالیف دی تھیں اور اس کی تمام ذمہ داری خود اس پر ہی عائد ہوتی تھی اور یہ بات جہانگیر کے عدل کے سراسر خلاف تھی کہ گورو ارجن خواہ حکومت کے کتنے ہی بڑے سیاسی یا اخلاقی مجرم ہوتے۔ انہیں چندو لال خود بخود کوئی سزا دے کر ان کی جان ضائع کر دے۔ کوئی سکھ مؤرخ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ جہانگیر نے چندو لال کو گورو ارجن کو تکالیف دینے اور ان

---

[1] دبستان مذاہب صفحہ ۲۳۴

کی جان ضائع کر دینے کا کوئی حکم اشارۃً یا کنایتاً دیا ہو۔ پس چندو لال کو محض اسی بنا پر گورو ہرگوبند جی کے حوالہ کیا گیا تھا کہ اس نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ بطور خود کیا تھا۔ جہانگیر کی طرف سے کوئی ہدایت نہ تھی۔

ایک اور سکھ وِدوان نے جہانگیر کے چندو لال کو گورو ہرگوبند کے حوالے کرنے کے بارے میں بیان کیا ہے کہ:

"یہ اس زمانہ کا رواج تھا کہ مجرم کو جن کا اس نے جرم کیا ہو ان کے حوالے کر دیا جاتا تھا تاکہ وہ سزا دے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیں[1]"

الغرض چندو لال کا گورو ہرگوبند جی کے حوالہ کیا جانا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ اس نے گورو صاحب کو جو سزا دی تھی اس میں حکومت کا کوئی دخل نہ تھا اور نہ اس قسم کی سزا دینے کا حکومت نے اسے کوئی اختیار دیا تھا۔ اور نہ آئین جہانگیری میں کسی مجرم کے لئے ایسی وحشت ناک سزا کا جواز موجود تھا۔ چندو لال نے جو کچھ بھی کیا تھا اس کی ذمہ داری اس کی اپنی ذات پر عائد ہوتی تھی اور وہ جہانگیر کے حکم اور منشاء کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں گورو ارجن جی کے فرزند ارجمند گورو ہرگوبند جی کی بھی شہادت موجود ہے جیسا کہ سکھ تاریخ میں مرقوم ہے کہ گورو صاحب نے جہانگیر سے یہ کہا تھا کہ:

ان کریو دغا مم پتا سنگ
ات ظلم کین ان ہوئے نشنگ
ڈر راکھیو آپ کا ذرا ناہیں
گور ہتے این دکھ دے بھاہیں[2]

۱۔ گورپرتاپ سورج سمپادت صفحہ ۲۳۸ و رسالہ پھلواڑی دا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء

۲۔ پنتھ پرکاش نواس ۱۵ صفحہ ۱۰۶

یعنی گوروصاحب نے بادشاہ سے یہ کہا تھا کہ چندولال نے میرے باپ کے ساتھ بہت ظلم کیا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے آپ کا بھی کوئی ڈر خوف نہیں کیا۔ یعنی آپ کے حکم اور منشا کو بھی نظر نہیں رکھا۔

بادشاہ نے گوروصاحب سے یہی کہا تھا کہ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں۔ چنانچہ گیانی گیان سنگھ جی لکھتے ہیں کہ:

بادشاہ نے گوروصاحب سے کہا تھا کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں کہ اس نے گوروصاحب کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے۔[1]

یہی وجہ ہے کہ جب جہانگیر کو اس کا علم ہوا کہ چندو نے محض اپنی ذاتی عداوت کی بنا پر گوروصاحب کی جان ضائع کی ہے اور جس طرح گوروصاحب کو مارا گیا ہے وہ آئینِ جہانگیر اور عدلِ جہانگیری کے سراسر خلاف ہے تو اس نے اسے اسی وقت معزول کر کے گوروصاحب کے حوالے کر دیا۔ ایک ہندو ودوان لالہ شوبرت لال ورمن کا بیان ہے کہ:

"یہ سری (گوروارجن جی) گورو گھر کے پہلے شہید ہیں۔ جو مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہیں۔ بلکہ خالص ایک ناپاک دشمن ہندو کشتری کے ہاتھوں ملک عدم کو رحلت کر گئے۔"[2]

ایک سکھ ودوان نے گوروارجن جی کی موت کی ذمہ داری جہانگیر پر ڈالنے کے باوجود یہ بھی بیان کیا ہے کہ:

"گوروجی کے قتل کا ذمہ دار چندو دیوان کٹر ہندو . . . . تھا۔ چندو دیوان سکھ نہیں تھا وہ رشوت خور ظالم حاکم تھا۔ اس نے لڑکی کا رشتہ دینا۔ گوروجی نے نہ لینا یہ ایک ڈھونگ تھا:

۱۔ تواریخ گوروخالصہ صفحہ ۵۲۰

۲۔ پنجابی سودما صفحہ ۲۱۶ ۳۔ ستگورد بناں ہور کچی ہے بانی صفحہ ۳۳

موجودہ زمانہ کے سکھ وِدوان تو زک جہانگیری کے ایک اقتباس سے بالکل غلط اور بے بنیاد استدلال کرکے یہ بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر ایک متعصب اور بے انصاف بادشاہ تھا۔ اس کے دل میں گورو ارجن جی کے خلاف شروع سے ہی بُغض اور غصہ بھرا پڑا تھا۔

عجیب بات یہ ہے کہ بقول سکھ وِدوانوں کے جہانگیر نے گورو ارجن کیلئے موت کی سزا تجویز کی تھی مگر اس سزا کا علم اُس زمانہ کے لوگوں کو نہ ہوسکا۔ چنانچہ ایک سکھ وِدوان نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"بادشاہ کی طرف سے قتل کر دینے کے حکم کا پتہ فارسی زبان کے مؤرخ صاحب دبستانِ مذاہب کو بھی نہیں لگ سکا۔ اور بہت سے انگریز اور دوسرے فارسی اردو کے مؤرخین بھی اس سے بے خبر رہے[1]۔"

حقیقت یہی ہے کہ جہانگیر نے گورو صاحب کے لئے موت کی سزا تجویز ہی نہیں کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے مشہور و معروف مؤرخ محسن فانی نے، جس کے گورو ہرگوبند جی سے بھی بہت گہرے اور دوستانہ تعلقات تھے اس حادثہ کا کوئی تذکرہ تک نہیں کیا ہے۔ جیسا کہ ایک سکھ وِدوان نے بیان کیا ہے کہ:

"گورو ہرگوبند صاحب سے محسن فانی کی اچھی واقفیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ ان سے اس کی خط و کتابت بھی رہی ہے جس کا وہ خود ہی ذکر کرتا ہے[2]۔"

ایک اور سکھ وِدوان نے محسن فانی کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"اس مصنف نے سکھ گورو صاحبان کے بارہ میں تمام باتیں گورسکھوں سے سن کر اور تصدیق کرکے

۱۔ گورپرتاپ سورج سمپاوت صفحہ ۲۳۰۳

۲۔ کجھک اتہاسک پترے صفحہ ۱۲

لکھی ہیں جن پر ہمیں یقین کرنا چاہیئے[۱]:

اور بھی بعض لوگوں نے محسن فانی کا سکھ گورو صاحبان سے میل جول تسلیم کیا ہے[۲]۔

اگر جہانگیر نے گورو ارجن کے لئے موت کی سزا تجویز کی ہوتی تو محسن فانی اس سے بیخبر نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ اس بارہ میں گورو ہرگوبند جی سے بھی براہ راست علم حاصل کر سکتا تھا۔ اس کا اپنی تصنیف میں سزائے موت کا ذکر نہ کرنا بلکہ یہ لکھنا کہ:

"حضرت جنت مکانی نورالدین محمد جہانگیر بادشاہ، ارجن مل را بنابر آنکہ دعائے خیر در بارہ شہزادہ خسرو فرزند حضرت جنت مکانی کہ بزرگوار خروج نمودہ بود بند کردن۔ بعد از گرفتاری خسرو و مواخذہ و مصادرہ فرمود مبلغی از می خواستند گر دار دادن[۳]"

یعنی:۔ نورالدین جہانگیر بادشاہ نے ارجن مل کو اس بنا پر کہ انہوں نے بادشاہ کے بیٹے خسرو (جس نے کہ باپ کے خلاف بغاوت کی تھی) کے حق میں دعا کی تھی۔ گرفتار کر کے جرمانہ کیا۔ اور ایک بڑی رقم ان سے طلب کی تھی جو گورو صاحب دے نہ سکے[۴]"

اس بات کی بین دلیل ہے کہ جہانگیر نے گورو ارجن کے لئے موت کی سزا تجویز نہیں کی تھی بلکہ ایک بڑی رقم کا جرمانہ کیا تھا۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بقول محسن فانی گورو ارجن کے مرنے کے بعد جہانگیر نے گورو ہرگوبند جی کو اس لئے گوالیار میں قید کر دیا تھا کہ وہ ان سے ان کے باپ پر کئے گئے جرمانہ کی رقم وصول کر سکے۔ چنانچہ محسن فانی نے لکھا ہے کہ:

۱۔ رسالہ سنت سپاہی جون ۱۹۴۸ء

۲۔ رسالہ سنت سپاہی جولائی ۱۹۵۴ء

۳۔ دلبستان مذاہب صفحہ ۲۳۴

۴۔ رسالہ سنت سپاہی جون ۱۹۴۸ء و جون ۱۹۵۶ء و جھلک اتہاسک پترے صفحہ ۹

یعنی :۔"جنت مکانی بادشاہ نے بقایا کی وصولی کے سبب جو اس نے ارجن مل (دیو جی) پر تعاون لگایا تھا اس کی گورو، ہرگوبند کو گوالیار بھیج دیا..... آخر بادشاہ نے مہربانی کر کے گورو صاحب کو رہائی دے دی[1]"

محسن فانی کی اس مندرجہ بالا تحریر کے بارے میں ایک سکھ وِدوان نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"محسن فانی ان کے گوالیار بھیجے جانے کی وجہ جرمانہ سے باقی رقم کی وصولی نہ ہونا بیان کرتا ہے۔ یہ بات زیادہ درست معلوم ہوتی ہے[2]"

اب ہر ایک سمجھدار اور محقق اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر جہانگیر نے گورو ارجن کے لئے موت کی سزا مقرر کی تھی تو بقول سکھ وِدوانوں کے گورو ہرگوبند جی کے گوالیار بھیجے جانے سے قبل دی جا چکی تھی اور گورو ارجن اس سزا کے نتیجہ میں اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے تو اس صورت میں جہانگیر کا گورو ہرگوبند جی کو ان کے باپ پر کئے گئے جرمانہ کی وصولی کے سلسلہ میں گوالیار قید کر دینا کیا معنی رکھتا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ جہانگیر کی طرف سے گورو صاحب کو جرمانہ کی ہی سزا دی گئی تھی۔ اور انکی موت چندو لال کی ذاتی عداوت کا نتیجہ تھی۔

مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی تو یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جہانگیر نے گورو ارجن پر کیا گیا دو لاکھ روپیہ جرمانہ معاف کر دیا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

اتِ خوشی ہوئے کہ واہ واہ   کر دیو معاف دوئے لکھ واہ
جو گورو پنجم کے ہتو نام   جرمانہ خسرو ہت بکام[3]

۱۔ کجھک اتہاسک پترے صفحہ ۱۰   ۲۔ کجھک اتہاسک پترے صفحہ ۲۳

۳۔ پنتھ پرکاشش صفحہ ۱۰۲، نواس ۱۵

سکھوں میں ایسے لوگ بھی بکثرت موجود ہیں۔ جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ گورو صاحب کا بڑا بھائی پرتھی چند آپ کا جانی دشمن تھا۔ اسی نے اس بات کی مخبری کی تھی کہ گورو جی نے خسرو کو پناہ دی ہے اور اسے تشقہ لگا کر راج تلک بھی دیا ہے۔

اس سلسلہ میں مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ نے یہ بیان کیا ہے کہ:

تب پرتھیا چندو پاس گیو
صلحی صبلی خان میت تسو
کر وشٹ چوکڑی متا اسو
ڈھگ جائے شاہ دیوان رویو
گورو ارجن دیس ویران کریو
ڈھگ چور دھاڑوی رکھت گھنے
پن خسرو باغی جو تھے بنے
تس کو دمڑا ایک لاکھ دیو
بر ٹیکہ شاہی کیسر تھیو[1]

یعنی:۔ پرتھی چند چندو لال کے پاس گیا۔ اور صلحی اور صبلی خاں سے بھی ملا۔ ان چاروں نے مل کر گورو ارجن کے خلاف بادشاہ سے کہا۔ گورو صاحب نے تمام ملک ویران کر دیا ہے۔ وہ اپنے پاس متعدد چور۔ ڈاکو اور راھزن رکھتا ہے اور اس نے باغی خسرو کی روپیہ سے مدد کی تھی۔ اور اس کے لئے دعا بھی کی تھی۔ نیز اسے راج تلک بھی دیا تھا۔ گویا کہ اس کی تاج پوشی کی رسم ادا کی تھی۔

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گورو ارجن کے بڑے بھائی پرتھی چند نے اس

---

[1] ارجنھ پرکاش نواس ۴ صفحہ ۹۶

امر کی مخبری کی تھی کہ گورو صاحب نے باغی خسرو کی امداد کی ہے اور اسے قشقہ لگا کر راج تلک بھی دیا ہے تاکہ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا ہو سکے۔

ایک سکھ ودوان نے گورو جی کی موت کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"سکھ تاریخ کے مصنفین اور ناظرین اور سکھوں کا یہ پختہ یقین تھا کہ گورو ارجن جی کو شہید کرنے کی ذمہ داری دیوان چندو شاہ پر ہے۔ اور مغل حکومت کا اس سانحہ میں سیدھا یا الٹا کوئی ہاتھ نہ تھا[1]

الغرض چندو لال نے گورو صاحب کو جس قدر بھی دکھ دیئے۔ اس میں جہانگیر یا اس کی حکومت کا کوئی دخل نہ تھا۔ البتہ گورو صاحب کا بڑا بھائی پرتھی چند چندو لال کا معاون اور مددگار تھا۔ ایڈیٹر پرکاش کے نزدیک جہانگیر نے گورو صاحب کے لئے جو سزا تجویز کی تھی وہ یہ تھی:

"گورو ارجن کو پکڑ کر اسس (یاسا) طریقہ سے مارا جائے کہ جس سے خون نہ بہے"[2]

لیکن ایڈیٹر صاحب پرکاش خود ہی اپنے مضمون میں آگے چل کر یہ بیان کرتے ہیں کہ:

"گورو صاحب کو چندو لال کے سپرد کیا گیا۔ چندو لال نے گورو جی پر بہت زیادہ سختی کی.... کیسر سنگھ چھبر کے قول کے مطابق پتھر باندھ کر راوی کے کنارے پر تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا گیا۔ ایک مغل کافر سے گورو صاحب پر اینٹ برسائی گئی جس سے خون بہہ گیا اور گورو جی جاں بحق ہو گئے"[3]

گیانی گوردت سنگھ جی ایڈیٹر پرکاش کے مندرجہ بالا بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گورو ارجن جی کی موت جہانگیر کے حکم کے بالکل الٹ واقع ہوئی تھی۔ کیونکہ بقول ان کے جہانگیر کا حکم تو یہ تھا کہ گورو جی کو ایسے طریق سے مارا جائے کہ جس سے خون نہ بہے لیکن ان پر اینٹ برسا کر

۱۔ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ جنوری ۱۹۵۵ء و رسالہ پنج دریا جنوری ۱۹۵۳ء

۲۔ پرکاش ۱۶ جون ۱۹۵۳ء

۳۔ اخبار پرکاش پٹیالہ ۱۶ جون ۱۹۵۳ء

ان کو لہولہان کر دیا گیا۔ اس سے بھی جہانگیر کے حکم کی خلاف ورزی کا کیا جانا ثابت ہوتا ہے
گیانی جی نے اپنے اس بیان میں کویسر سنگھ چھبر کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اس سلسلہ میں چھبر صاحب
کا بیان یہ ہے:

پرتھیا آیا لاہور بناں وشتی گل کرے نہ ہور

نت نت دی چغلی آئے اک دن بھڑی
سمت سولہ سے بائیویں دستک پڑی
کہیا نواب ہندو نوں لے آؤ
کرو دستک پیادے جاؤ
صاحب متھائیک ودیا ہوئے گئے
دشٹ چوکڑی وچ آوت بھئے
جواب سوال بہت ہی ہویا!!
بھئے قید دکھ پایا سکھ کھویا
ست ماس سرم ات پایا!!
دشٹاں باد وڈا سی اٹھایا
کھکھے دا ویری کھکھا ہوندا آیا
ہندواں پھٹ پھٹ کے ترکاں دا پنتھ ودھایا

.. ..

اوڑک بندھ کے ریتی وچ سٹائے
جیٹھ ماس دی دھپ پنڈا سڑ جائے
اکس مغل کافر نے اِٹ چلائی
ناسے منہ تے مندا الائی

سو بھر دتے اوپر چوٹ آسے لگی

چلیا لہو وھارا رگ پسلی

تس چوٹ کر چھوٹی دیہہ

پئی سر دشٹاں دے کھیہہ

ڈر دا ہندو پاس نہ کوئی جائے

سو بدسے ہوئے دتے ندی رڑھائے[1]

بعض سکھوں کے نزدیک گورو صاحب کی موت کا سبب جہانگیر کا مذہبی تعصب تھا اور وہ گورو صاحب کو ختم کر دینے کا خواہاں تھا۔

اس سلسلے میں ایک سکھ ودوان سردار کپور سنگھ جی آئی سی ایس کا یہ بیان ہے کہ:

"یہ تسلیم کرنا نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر نے عمداً جھوٹا الزام گورو صاحب پر لگایا یا لگوایا۔ اور اس طرح گورو صاحب کو سیاسی بہانہ بنا کر شہید کروا دیا۔ اس لئے کہ اسلام کے راستہ سے کانٹا نکل جائے ...... یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ جہانگیر کوئی جھوٹا سیاسی الزام گورو صاحب پر لگوانا چاہتا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو جھوٹا سیاسی الزام کسی وقت بھی لگایا جا سکتا تھا۔ شہنشاہ کے اشارہ کرنے کی ضرورت تھی۔ پر تھیا یا گوئندوال کے اردگرد کے ملاں ملانے جھوٹی سچی گواہیاں دینے والے بکثرت مل جاتے۔ لیکن ایسی مرضی کسی وقت بھی جہانگیر کی تھی یہ بات بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہے"[2]

پس جہانگیر کو گورو ارجن پر کوئی جھوٹا الزام دینے کی ضرورت نہ تھی اگر وہ ایسا کرنا چاہتا تو چندو لال اور پرتھی چند ایسے گورو جی کے خون کے پیاسوں کے ذریعہ بہت

۱۔ نبادلی نامہ پاتشاہی دساں کا قلمی پانچواں چرن۔ منقول از سنت سپاہی جون ۵۸ء

۲۔ رسالہ پنج دریا امرت سر جنوری ۵۳ء

آسانی سے کر سکتا تھا بلکہ ان کو آگے کر کے اور خود پیچھے رہ کر وہ جس طرح چاہتا گورو صاحب کو پریشان کر سکتا تھا۔ نیز وہ پرتھی چند کے مقدمہ کا اس کے حق میں فیصلہ دے کر گورو صاحب کی معزولی کے احکام بھی صادر کر سکتا تھا۔ مگر اس نے کسی وقت بھی ایسا نہیں کیا۔ کیوں ؟ اس لئے کہ اس قسم کی باتیں عدلِ جہانگیری کے منافی تھیں۔

سکھوں میں ایسے ودوان بھی موجود ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ ہندوؤں کی سازش کے نتیجہ میں گورو ارجن جی کی موت واقع ہوئی تھی اور اس سازش میں گورو صاحب کے اپنے بڑے بھائی پرتھی چند اور چندو لال ایسے سرکاری اہلکار صفِ اول میں تھے کسی مسلمان کا اس میں کوئی دخل نہیں تھا۔ کیوں کہ مسلمانوں کی گورو صاحب سے کوئی عداوت نہ تھی۔ چنانچہ ایک ودوان کا بیان ہے کہ :

"کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ شہیدوں کے سلطان گورو ارجن دیو جی کو اسی مخالف ٹولہ نے بے رحمی سے لاہور میں شہید کروا کر اپنے سینہ کو ٹھنڈا کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گورو ارجن دیو کو ہندوؤں کی سازش سے لاہور بلایا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ اور کھولتی ہوئی دیگ میں ابالا گیا"[1]

ایک ہندو ودوان نے اس بارہ میں یہ لکھا ہے کہ :

"یہ سری دگورو ارجن اگورو گھر کے پہلے شہید ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ خاص ایک ناپاک دشمن ہندو کشتری کے ہاتھوں ملک عدم کو رحلت کر گئے"[2]

ایک صاحب کے نزدیک گورو ارجن جی معہ جسم کے جوتی جوت سما گئے تھے۔ ان کی روح اور جسم دونوں ہی ایک ساتھ اس دنیا سے اٹھ گئے تھے[3]

۱۔ سکھ ہندو نہیں صفحہ ۹

۲۔ پنجابی سورما صفحہ ۲۱۶

۳۔ گوردھام دیدار صفحہ ۲۶۹

ایک اور سکھ ودوان نے گورو ارجن جی کی موت کا شاہجہان کے حکم سے واقع ہونا بیان کیا ہے جیسا کہ مرقوم ہے کہ :

"بادشاہ شاہجہان بہت متعصب تھا۔ اس نے گورو ارجن جی کو اس (چندولال) سے شہید کروادیا۔[1]"

اور عجیب بات یہ ہے کہ یہی صاحب اپنی دوسری کتاب میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جہانگیر نے توزک جہانگیری میں بیان کیا ہے کہ میں نے گورو ارجن کو قتل کروادیا[2]"

"دروغ گو را حافظہ نہ باشد" اسی کو کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی سراسر بہتان ہے کہ جہانگیر نے توزک جہانگیری میں یہ لکھا ہے کہ میں نے گورو ارجن کو قتل کروادیا تھا۔ توزک میں جو کچھ مرقوم ہے وہ یہی ہے کہ گورو صاحب کو ان کے سیاسی جرم کی سزا "یاسا" قانون کے مطابق دی جائے۔

الغرض یہ دونوں باتیں بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔ گورو ارجن شاہجہان کی تخت نشینی سے بہت پہلے اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اور شاہجہان کے زمانہ میں چندو لال بھی زندہ نہ تھا۔

سکھ ودوانوں اور تاریخ دانوں نے گورو ارجن جی کی موت کے اسباب بھی مختلف بیان کئے ہیں۔ بعض کے نزدیک تو گورو صاحب کو محض اس لئے مروادیا گیا تھا کہ انہوں نے گورو گرنتھ صاحب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کے شبد داخل کرنے سے انکار کر دیا تھا[3]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر نے گورو ارجن کو گورو

۱۔ گورو نباولی صفحہ ۱۹۰ ۲۔ تواریخ گورو خالصہ پنتھ صفحہ ۴۶۰

۳۔ تواریخ گورو خالصہ پنتھ صـ۱۵۱ و گورمت اتہاس گورو خالصہ صـ۱۱۲ و اتہاس سکھ گورو صاحبان صـ۲۱۱ و گورو اس درشن صـ۲۵ و ستگور بناں ہو رکچی ہے بانی صـ۲۳ و رسالہ سنت سپاہی جون ۱۹۴۸ء و برہم گیان صـ۱۲

گرنتھ صاحب میں کچھ اضافہ کرنے کی تلقین کی تھی۔ جسے گورو صاحب نے تسلیم نہیں کیا تھا اس کے برعکس بعض مورخین کے نزدیک جہانگیر نے گورو گرنتھ صاحب میں کمی کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اور ایسے شبد اور شلوک اس میں سے خارج کر دینے کو کہا تھا جن میں ہندو مذہب اور اسلام کی تکذیب کی گئی ہے۔

حالانکہ جہاں تک گورو گرنتھ صاحب کی تعلیم کا تعلق ہے ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں کوئی بھی بات ایسی نہیں جس میں اسلام کا رد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی گئی ہو۔ بلکہ جناب بابا نانک صاحب اور خود گورو ارجن جی کے نام پر درج شدہ بانی میں کئی ایسے شبد موجود ہیں جن میں اسلام کی پیش کردہ تعلیم کو دہرایا گیا ہے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے۔ چنانچہ ہم نمونہ کے طور پر چند ایک شبد ذیل میں پیش کرتے ہیں۔

قرآن شریف کے بارہ میں

گورو گرنتھ صاحب میں قرآن شریف کے بارہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

کل پروان کتیب قرآن!
پوتھی پنڈت رہے پران
نانک ناؤں بھیا رحمان
کر کرتا تو ایکو جان:

۱۔ گورمت لیکچر صفحہ ۲۰۸ و میکالف اتہاس صفحہ ۳۲۷ و باون لیکچر صفحہ ۱۲۰ وناواں تے تھاواں دا کوشش صفحہ ۵۰

۲۔ گورو گرنتھ صاحب راگ رامکلی محلہ صفحہ ۹۰۳

یعنی:- کلجگ کے زمانہ میں منظور شدہ کتاب قرآن مجید ہے اب پوتھی اور تمام پوران منسوخ ہو گئے ہیں۔ اور اب خدا تعالیٰ کا نام رحمان مشہور ہوا ہے۔ کرتا پورکھ اور رحمان میں کوئی فرق نہیں۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں گورو گرنتھ صاحب میں یہ مرقوم ہے:-

اٹھے پہر بھوندا پھرے کھاون سندڑے سول
دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوے رسول[1]

یعنی:- جن لوگوں کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت نہیں ہے وہ اس دنیا میں بھٹکتے پھریں گے اور مرنے کے بعد ان کا ٹھکانہ جہنم میں ہو گا۔

مسلمان کے بارے میں

مسلمان کے بارے میں خود گوروارجن جی کا یہ شبد گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہے کہ

مسلمان موم دل ہووے
انترکی مل دل تے دھووے
دنیا رنگ نہ آوے نیڑے
جیوں کسم پاٹ گھیو پاک ہیرا[2]

یعنی:- مسلمان نرم دل ہوتا ہے۔ اس نے اپنے دل کی کدورت کو دھو لیا ہوتا ہے

۱۔ گورو گرنتھ صاحب راگ گوڑی کی وار شلوک محلہ ۵ صفحہ ۳۱۹

۲۔ گورو گرنتھ صاحب راگ مارو محلہ ۵ صفحہ ۱۰۸۴

اور دنیا کی سعونی اس کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔

نماز کے بارے میں

گورو گرنتھ صاحب میں نماز کے بارہ میں یہ مرقوم ہے:

بے نمازا کتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کبھی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساج صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نیویں سو سر کپ اتار[1]

یعنی:۔ اے بے نماز کتّے تیرا یہ طریق اچھا نہیں کر تو کبھی بھی پانچ وقت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں نہیں جاتا۔ اے فرید صبح اٹھو اور نماز پڑھنے کے لیے وضو کرو۔ یا وضو کرکے نماز ادا کرو۔ جو شخص اپنا سر خدا تعالےٰ کے حضور نہیں جھکاتا۔ اس کو دھڑ سے الگ کر دینا چاہیئے۔

بعض سکھ ودوانوں کے نزدیک گرو گرنتھ صاحب کے یہ شلوک جہانگیر بادشاہ خود بھی سن چکا تھا[2]

الغرض جہاں تک گورو گرنتھ صاحب کے شبدوں کا تعلق ہے اس میں ایسے شبد موجود ہیں جن میں اسلام اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی گئی ہے۔ اس صورت میں سکھ ودوانوں کا یہ بیان کرنا کہ جہانگیر نے گورو صاحب سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ گرنتھ صاحب میں اسلام کی تعریف کے شبد بھی شامل کر دیں کچھ مناسب معلوم

۱۔ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۳۸۱

۲۔ بادن بیکچر صفحہ ۱۱۹

نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کے انکار کی صورت میں گورو صاحب کی موت کا واقعہ اصلیت کے مطابق ثابت ہوتا ہے۔

البتہ سکھ تاریخ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سکھوں نے خود گورو ارجن جی کے زمانہ میں اور بعد میں گورو گرنتھ صاحب میں کافی کمی بیشی کی اور کئی شبد نئے داخل کر دیئے جو آج بھی سکھ ودوانوں کی سردردی کا باعث بنے ہوئے ہیں[1]۔

بعض ودوانوں کا یہ خیال ہے کہ جہانگیر نے گورو گرنتھ صاحب کی ضبطی کا حکم دیا تھا اور اس کا پاٹھ کرنا بھی خلاف قانون قرار دے دیا تھا۔ پرتھی چند نے اصل گرنتھ اپنے قبضہ میں لے کر تلف کر دیا تھا۔ اور اس کی جگہ موجودہ مروجہ گورو گرنتھ صاحب کو رائج کر دیا تھا۔ ان کے نزدیک گورو ارجن کے تیار کردہ گرنتھ میں صرف سکھ گورو صاحبان کا کلام ہی درج تھا۔ بھگتوں وغیرہ کے نام پر درج شدہ تمام بانیاں پرتھی چند نے بعد میں گورو گرنتھ میں حکومت کی منشا کے مطابق داخل کر دی تھیں۔ گورو ارجن نے خود کسی بھی بھگت کا کلام گورو گرنتھ صاحب میں درج نہیں کیا تھا[2]۔

لیکن اس کے برعکس ایک سکھ ودوان کا یہ بیان ہے کہ:

"پہلے تو اندر ہی اندر بھگت بانی کے خلاف باتیں کی جاتی رہیں۔ اب علی الاعلان اس کے خلاف آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ اور بیان کیا جا رہا ہے کہ بھگت بانی گورو ارجن صاحب کی شہیدی کے بعد گورو گرنتھ صاحب میں درج کی گئی ..... یہ عجیب بات ہے کہ ہر دو نا اس گورو گرنتھ صاحب کا خود درشن کرنے اور دوسروں کو کرانے والے بھائی بڈھا جی کو یہ علم نہ ہوا کہ گورو

۱۔ ملاحظہ ہو بانی بیورا و تواریخ گورو خالصہ و پراچین بیڑاں وکچھ ہور دھارمک لیکھ وغیرہ

۲۔ ستگھ بناں ہور کچی ہے بانی صفحہ ۳۶ و گورو اسس درشن صفحہ ۲۵

گرنتھ صاحب میں نہ ملا دی گئی ہے۔ اس گورو گرنتھ صاحب کو لکھنے والے دہائی گورو اس بھی زندہ تھے۔۔۔۔۔ انہیں بھی اس کا پتہ نہ چل سکا۔ بنا دیہ بات کس طرح تسلیم کی جا سکے"[1]

بعض ودوانوں نے یہ بیان کیا ہے کہ جہانگیر نے گورو ارجن جی کو جو سزا دی تھی اس میں بہت بڑا دخل ان کے سیاسی رجحانات کا تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان سردار اندر سنگھ جی ایڈووکیٹ کا بیان ہے کہ:

"پنتھ کے ایک ودوان کی طرف سے ایک مضمون رسالہ پنج دریا کے جنوری فروری کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں سردار جی نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ گورو صاحب کی شہادت ان کے سیاسی رجحانات کے باعث ہوئی تھی"[2]

اس کے برعکس ایک صاحب کا یہ بیان ہے کہ:

"جہانگیر نے حکم جاری کیا کہ گورو صاحب کو گرفتار کر لیا جائے۔۔۔۔ اگر وہ مسلمان بننا قبول کر لیں تو۔۔۔۔ انہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ موت کے گھاٹ اتار دیا جائے"[3]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو صاحب کی موت محض اس لئے واقع ہوئی تھی۔ کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ورنہ سیاسی کوئی وجہ نہ تھی۔

ایک اور صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ:

"اصل میں گورو صاحب کو جرمانہ کی سزا ہوئی تھی۔۔۔۔ موت کی سزا تو جرمانہ کی عدم ادائیگی میں دی جانی تھی"[4]

۱۔ ستے بلونڈ دی وار صفحہ ۴۰

۲۔ آشا جالندھر ۱۵ جون ۱۹۵۱ء

۳۔ رسالہ سنت سپاہی جون ۱۹۵۱ء

۴۔ آشا جالندھر جون ۱۹۵۳ء

اس سے ظاہر ہے کہ اگر گورو صاحب جرمانہ ادا کر دیتے تو انہیں کوئی بھی موت کی سزا نہ دے سکتا۔ مگر خود سکھ اس امر کے معترف ہیں کہ گورو صاحب نے جرمانہ ادا کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ گورو صاحب نے بادشاہ سے کہا تھا کہ:

"آپ نے دو لاکھ روپیہ جرمانہ کیا ہے وہ بغیر وجہ کے ہے"[1]

اسی طرح ایک سکھ ودوان کا یہ قول ہے کہ:

"گورو ارجن دیو پر الزام دے کر کہ انہوں نے خسرو کی عزت کی ہے دو لاکھ روپیہ جرمانہ کیا"[2]

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"بادشاہ نے چغل خوروں کی شکایات کی بنا پر . . . . گورو جی کو دو لاکھ کی بھاری رقم جرمانہ کے طور پر ادا کرنے کا حکم دیا۔ لیکن جرمانہ ادا کرنا بھی جرم کا اقبال تھا۔ اس لئے گورو جی نے انکار کر دیا"[3]

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"گورو صاحب نے واقعات سے انکار نہیں کیا . . . . اور جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ گورو صاحب نے اپنے سکھوں کو بھی جرمانہ ادا کرنے سے روک دیا"[4]

ایک اور غیر سکھ مؤرخ کا اس بارہ میں یہ بیان ہے کہ:

"جہانگیر نے کہا۔ آپ کو دو لاکھ روپیہ تاوان دینا پڑے گا . . . . تو گورو ارجن نے جواب دیا کہ . . . . میں جرمانہ کے طور پر ایک کوڑی بھی دینے کو تیار نہیں ہوں . . . . جب لاہور میں سکھوں

۱۔ سوڈھی چمتکار صفحہ ۳۰۰

۲۔ برہم گیانی صفحہ ۲۳

۳۔ سنت سپاہی جون ۱۹۵۶ء

۴۔ آشا جالندھر ۱۵۔ جون ۱۹۵۳ء

نے سنا تو وہ فوراً روپیہ جمع کرنے کے لئے تیار ہوگئے ۔ اور تاوان ادا کرنا چاہا۔ مگر گورو صاحب نے روک دیا[1]۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ گورو ارجن جی خود ہی جرمانہ کی ادائگی میں روک بنے تھے ۔ اگر وہ جرمانہ کی رقم ادا کر دیتے تو انہیں کسی قسم کی تکلیف کا پہنچنا ایک محال امر تھا ۔

ایک ودوان نے لکھا ہے کہ :

بادشاہ نے گورو صاحب کو کوتوال کے حوالہ کیا تھا ۔ اور چندو لال نے کوتوال سے لیکے اثر و رسوخ سے گورو صاحب کو اپنے قبضہ میں لے لیا[2]۔

اس کے برعکس ایک صاحب نے یہ لکھا ہے کہ :

" چندو لال نے شہزادہ خسرو کو امداد دینے کی شکایت کر کے گورو صاحب کو بلوایا ۔ مگر گورو صاحب کی باتیں سن کر بادشاہ کی تسلی ہوگئی ۔ تب چندو نے رخ دیکھ کر عرض کیا کہ میں ان کی خدمت کر دوں گا ۔ بادشاہ کی اجازت سے وہ گورو صاحب کو اپنے گھر لے گیا[3]۔"

ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :

" گورو جی کو چندو کے سپرد کس طرح کیا گیا ؟ یہ ایک سمجھنے والی بات ہے ۔ چندو ایک سرکاری اہل کار تھا ۔ اس نے اپنی دشمنی کے لئے حکومت کو جرمانہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے گورو صاحب کو اپنی حراست میں لے لیا[4]۔"

ایک اور سکھ ودوان نے یہ بیان ہے کہ جب بادشاہ نے گورو صاحب کو خسرو

۱۔ سکھوں کے دس گورو اور ان کی تعلیم صفحہ ۳۷

۲۔ پنجابی سورما صفحہ ۲۱۲

۳۔ بادن لیکچر صفحہ ۱۲۰

۴۔ گورمت لیکچر صفحہ ۲۰۸

کی بغاوت میں امداد کرنے کے جرم میں دو لاکھ روپیہ جرمانہ کیا تو چندو لال نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آپ گورو صاحب کو میرے حوالہ کر دیں میں انہیں ترغیب دلا کر ان سے جرمانہ وصول کر دوں گا۔ بادشاہ نے گورو صاحب کو اس کے سپرد کر دیا۔[1]

ایک صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ گورو ارجن جی کو دریا میں بہا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ "عمدہ التواریخ" کے مصنف لالہ سوہن لال نے لکھا ہے کہ:

"بعد از ظہور بعضے منقدمات نا ملائم ذات عالی را در بحر راوی انداختند۔"[2]

سردار گنڈا سنگھ جی ایم اے لکھتے ہیں کہ بھنگو رتن سنگھ نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ گورو ارجن کو دریا راوی میں بہا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ:

"بھائی رتن سنگھ جی بھنگو نے اپنی تاریخی کتاب پراچین پنتھ پرکاش میں یہ صاف لکھا ہے کہ

کے گور ارجن دریا نے نہ بوڑیو ؟

یعنی۔ کیا گورو ارجن کو دریائے راوی میں نہیں بہایا گیا تھا۔"[3]

ایک سکھ وِدوان نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"چندو نے حکم دیا کہ انہیں راوی کے ٹھنڈے پانی میں پھینک دیا جائے ۔۔۔۔ آخر راوی پر پہنچے اور راوی میں پھینک دیا گیا۔"[4]

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گورو ارجن کو سزا کے طور پر دریا میں بہا دیا گیا۔

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۴ انسو ۴۴
۲۔ عمدہ التواریخ صفحہ ۴
۳۔ سکھ اتہاس بارے صفحہ ۱۹
۴۔ برہم گیانی صفحہ ۲۹

لیکن اس کے برعکس ایسے سکھ مورخین بھی موجود ہیں جن کے نزدیک گورو صاحب نے خود ہی اپنے سکھوں سے یہ کہا تھا کہ ان کی لاش کو دریا میں بہا دیا جائے۔ جیسا کہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ:

"(گورو ارجن جی نے) اپنے سکھوں کو فرمایا کہ جب ہمارا جسم شانت ہو جائے (یعنی ہم وفات پا جائیں) تو اسے راوی کے پانی میں بہا دینا[1]۔

گورو جی کے حکم کے مطابق ان کی لاش دریا میں بہا دی گئی[1]۔

ایک اور صاحب نے بیان کیا ہے کہ:

(گورو جی نے فرمایا) اب ہم اشنان کر کے وفات پا رہے ہیں۔ ہمارے مردہ جسم کو دریا میں بہا دیا جائے۔ یہ کہہ کر گورو جی نے اشنان کیا اور چادر تان کر وفات پا گئے ..... سکھوں نے ست نام کہہ کر گورو جی کے جسم کو دریا میں بہا دیا[2]۔

بعض کتب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ گورو جی کے مردہ جسم کو دریا میں بہا دینے کے بعد پھر آگ میں جلا دیا گیا تھا[3]۔

بھائی منی سنگھ جی نے گورو ارجن کی وفات کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"چندو سوداہی نے بادشاہ کے پاس چغل خوری کی .... گورو ارجن کے پاس اس نے بیٹی کا رشتہ چھوٹے گورو کے لئے پیش کیا تھا۔ تو گورو صاحب نے انکار کر دیا تھا۔ اس نے بادشاہ کے پاس چغل خوری کر کے گورو صاحب کو بلوایا تھا... گورو ارجن کی موت لاہور میں اسی سبب سے واقع ہوئی تھی[4]"

۱۔ تواریخ گورو خالصہ منہچہ صفحہ ۵۶-۴۵۵ ۲۔ گورمت اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۱۱۷-۱۱۸ وسودھی چمتکار صفحہ ۳۱۴

۳۔ گورپرنالیاں صفحہ

۴۔ بھگت رتناولی صفحہ ۱۲۶ ساکھی نمبر ۱۱۵

ان حالات اور واقعات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے سکھ مورخین اور مصنفین نے گورو ارجن کی موت سے متعلق مختلف اور متضاد باتیں بیان کی ہیں۔ اور کسی واقعہ کے بیان کرنے میں مصنفین کا تضاد اور اختلاف خود سکھ ودوانوں کے نزدیک بھی اس واقعہ کے غلط اور بے بنیاد ہونے کی دلیل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مشہور سکھ ودوان بھائی ویر سنگھ نے لکھا ہے کہ:

"ایک ماجرے کے بیان کرنے میں اگر مصنفین متضاد باتیں بیان کریں۔ تو ان کے بیان کردہ واقعات سچے قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ بلکہ وہ دلیل ہوتے ہیں تمام کے تمام کے یا اس کے بہت بڑے حصے کے بناوٹی ہونے کے[1]"

اس سلسلہ میں سردار گنڈا سنگھ جی ایم اے لکھتے ہیں کہ:

"ایک دوسرے کے خلاف بلکہ کئی حالتوں میں اپنے خلاف (SELF CONTRODUCTORY) درست تسلیم کر لینا وہ بھی بغیر کسی مستند ثبوت کے تاریخ سے انصاف نہیں[2]"

اس سلسلہ میں یہ اقتباس بھی قابل غور ہے کہ:

"جتنے منہ اتنی باتیں۔ جھوٹے کے کوئی پیر نہیں ہوتے۔ وہ کبھی کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتا۔ ہر وقت کوئی نئی بات ہی بناتا ہے۔ کیونکہ اسے پہلی بات جلد بھول جاتی ہے۔ ایک فارسی کے عالم نے سچ کہا ہے کہ جھوٹے کو کوئی بات یاد نہیں رہتی[3]۔ (دروغ گو را حافظہ نہ باشد)

الغرض موجودہ زمانہ کے سکھوں کا توزک جہانگیری میں مذکورہ لفظ یاسا کو آڑ بنا کر گورو ارجن جی کے قتل کو جہانگیر کے سر تھوپنا ایک بے بنیاد اور سراپا غلط الزام ہے۔ خود سکھ

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپاوت صفحہ ۵۰۰۳

۲۔ رسالہ پنج دریا اکتوبر ۱۹۴۵ء

۳۔ سکھ اتہاس دل صفحہ ۱۱۷

تاریخ اس کی تغلیط کر رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ جہانگیر نے گورو ارجن کو خسرو کی بغاوت میں امداد دینے کے سلسلہ میں گرفت کی تھی۔ اور یہ سیاست و بیا سار سانند کا فرمان جاری کیا تھا۔ مگر اس کے معنی صرف یہی تھے کہ گورو صاحب کے ساتھ یاسا قانون کے مطابق سلوک کیا جائے اور مناسب سزا دی جائے۔ گورو صاحب کو قتل کر دو یا جان سے مار دو۔ اس فرمان کا ترجمہ جہانگیر کی منشا کے سراسر خلاف ہوگا۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"یاسا کے معنی قانون کے ہیں۔ بادشاہ کا حکم کہ گورو صاحب کے ساتھ سیاسی قانون کے ماتحت سلوک کیا جائے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے"۔

اگر گورو صاحب خسرو کی بغاوت اور مفروری میں اس کی امداد نہ کرتے تو انکا گرفتار ہونا ایک ناممکن بات تھی۔ یہ بھی درست ہے کہ گورو صاحب کو چندو لال نے بہت دکھ دیئے۔ اور ان دکھوں کی وجہ سے گورو صاحب جاں بحق ہو گئے مگر ان کی ذمہ داری جہانگیر یا اس کی حکومت پر عائد نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ چندو لال نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ محض اسکے ذاتی بغض اور عناد کا نتیجہ تھا اس میں حکومت کا کوئی دخل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ باتیں جہانگیر کے نوٹس میں لائی گئیں تو اسے بہت افسوس ہوا ہے اور اس نے چندو لال کو معزول کر کے گورو ارجن کے بیٹے گورو ہرگوبند کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے مناسب سزا دیکر اپنا دل ٹھنڈا کر سکیں۔ چندو لال کا گورو ہرگوبند کے سپرد کیا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ حکومت کی طرف سے اسے کوئی اختیار نہ تھا۔ اس نے جو کچھ بھی کیا تھا وہ اسکی ذاتی عداوت کا نتیجہ تھا۔ اس صورت میں سکھ ودوانوں کا جہانگیر ایسے عادل اور منصف مزاج بادشاہ کو جس کے عادل ہونے کی شہادت گورو دبند سنگھ جی نے بھی دی ہے۔ اند معاد صند کوسنا کسی طرح بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

۱۔ آشا جالندھر ۱۵ جون ۱۹۵۳ء

باب دوم

گورو تیغ بہادر کا قتل

انگریزوں کی ایما سے سکھ کتب میں جو فرضی مظالم مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کے سر تھوپے گئے۔ ان میں گورو گوبند سنگھ جی کے والد بزرگوار اور سکھوں کے نویں گورو بنیا گ مل (تیغ بہادر) کے قتل کا واقعہ بھی شامل ہے۔ اس بارہ میں موجودہ زمانہ کے سکھ ودوان جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب بادشاہ نے اپنی حکومت کے دوران میں کشمیر کے ہندوؤں کو مسلمان بنانے کی مہم زور شور سے شروع کی۔ اور وہاں کے تمام افسروں کو ہدایات بھجوائیں کہ جس طرح بھی ہو سکے وہاں کے لوگوں کو اسلام میں داخل کیا جائے۔ اور وہاں کے بعض چیدہ چیدہ پنڈت گورو تیغ بہادر جی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی انہیں اس مصیبت سے رہائی دلائی جائے اور ان کے آبائی دھرم کو بچایا جائے۔ گورو جی نے کہا کہ تمہارا دھرم صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ کوئی خدا رسیدہ انسان اپنی جان کی قربانی پیش کرے اس کے بغیر اور کوئی بھی صورت کارگر ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس پر گورو جی کے اکلوتے بیٹے گوبند رائے جی نے جو آگے چل کر گوبند سنگھ کہلائے، باپ کی یہ بات سن کر کہا کہ:

"آپ سے بڑھ کر اور کون خدا رسیدہ ہو سکتا ہے۔ آپ ہی اپنی جان کی قربانی پیش کر کے ان مظلوموں کے دھرم کو بچائیں۔"

اس پر گورو جی دہلی گئے۔ جہاں اورنگ زیب نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت

دی۔ جسے گورو صاحب نے رد کر دیا۔ بادشاہ نے اس سلسلہ میں شادی وغیرہ کے کئی قسم کے لالچ بھی دئے مگر گورو صاحب پر کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا اور مسلمان بننے کے لئے تیار نہ ہوئے آخر بادشاہ نے گورو جی کو اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں دہلی کے چاندنی چوک میں قتل کروا دیا۔ اس قصہ کی یادگار کے طور پر دہلی کے چاندنی چوک میں ایک گوردوارہ بھی قائم ہے جسے سکھ لوگ آج کل گوردوارہ سیس گنج کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

گورو تیغ بہادر جی کے قتل کے متعلق سکھ لوگ عام طور پر یہ شلوک پڑھا کرتے ہیں:

چیت چرن کنول کا آسرا

چیت چرن کنول سنگ جوڑیئے

من لوچے برائیاں

گور شبدیں ایہہ من جوڑیئے

بانہہ جنہاں دی پکڑیئے

سر دیجے بانہہ نہ چھوڑیئے

گور تیغ بہادر بولیا!

دھر پیئے دھرم نہ چھوڑیئے[۱]

بعض سکھ ودوانوں کے نزدیک یہ اشعار گورو گوبند سنگھ جی نے بیان کئے تھے اور انھوں نے اپنے ہاتھ سے انہیں گورو گرنتھ صاحب میں درج کیا تھا۔ مگر گورو گرنتھ صاحب میں ان کا کہیں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اگر کسی وقت یہ شلوک گورو گرنتھ صاحب میں درج تھے تو اب یہ گرنتھ صاحب سے خارج ہو چکے ہیں۔[۲]

---

۱. رسالہ سنت سپاہی امرتسر جنوری ۱۹۵۷ء

۲. رسالہ سنت سپاہی امرتسر جنوری ۱۹۵۷ء

بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ اشعار گورو تیغ بہادر نے خود ہی اچارن کئے تھے[1] اور بعض سکھ ودوانوں نے ان اشعار کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ یہ کسی نامعلوم شاعر کے بیان کردہ ہیں[2] ایک اور صاحب نے ان اشعار کے بیان کرنے والے کا نام "چاند" شاعر بیان کیا ہے[3]۔ اور ایک صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ موقعہ پر حاضر ایک بھاٹ کے گورو صاحب کے بچن اپنے الفاظ میں بیان کردہ اشعار ہیں[4]۔

جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے گورو تیغ بہادر کے قتل کا قصہ جس کی بناء پر اورنگ زیب ایسے دیندار بادشاہ کو گندی گالیاں دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا سراپا غلط اور بے بنیاد ہے سکھوں کی بیان کردہ روایات میں بھی متعدد ایسی باتیں موجود ہیں جن کی تغلیط خود سکھ ودوان ہی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس میں پہلی بات یہ ہے کہ کشمیر کے پنڈت گورو صاحب کے پاس فریاد کرنے کے لئے آئے تھے۔ مگر اس بارہ میں مشہور سکھ مؤرخ گیانی گیان سنگھ جی نے یہ لکھا ہے کہ:

"اکثر دور اندیش داناؤں کی یہ رائے ہے کہ یہ سب چال گورو تیغ بہادر کے شریکوں کی تھی جو شروع سے ہی ان سے عداوت رکھتے تھے۔ اب انہوں نے دشمن کے سینہ پر سانپ پھینکنے کی طرح یہ چال چلی کہ اگر گورو صاحب برہمنوں کی بات مان کر آگے آگئے۔ تو اورنگ زیب اس کو قتل کر دے گا۔ بعد میں گوریائی ہم سنبھال لیں گے۔ ان کے چھوٹی عمر کے بچے سے کیا ہوگا۔۔۔۔ دوسری

۱۔ اتہاسس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۱۰ ہم د تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۲۹ وسکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۴۲

۲۔ دھرم دا چھتر

۳۔ اخبار خالصہ سماچار امرت سر ۳ر جنوری ۱۹۵۳ء

۴۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۵۶ء

چال یہ تھی کہ اگر گورو صاحب نے ہندو دھرم کی امداد نہ کی تو براہمن ان کے دروازے پر خود کو کٹاریں مار مار کر مر جائیں گے۔ اس طرح ملک بھر میں گورو صاحب کی بدنامی ہوگی اور لوگ انہیں چھوڑ دیں گے۔ اور ہمیں ماننے لگ جائیں گے۔[1]

ایک اور سکھ وِدوان پروفیسر کرتار سنگھ ایم اے کا بیان ہے کہ:

"گورو تیغ بہادر کے ساتھ دشمنی رکھنے والوں نے گورو صاحب کو اپنے راستہ سے ہٹانے کا ایک ڈھنگ سوچا۔ انہوں نے پنڈتوں کو مشورہ دیا کہ وہ گورو تیغ بہادر کے دروازہ پر جاکر چیخ و پکار کریں۔"[2]

اس سے ظاہر ہے کہ سکھوں کی خود ساختہ روایت میں کشمیری پنڈتوں کا گورو تیغ بہادر کی خدمت میں حاضر ہونا اور فریاد کرنا اورنگ زیب کی کسی تکلیف کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ گورو صاحب کے دشمنوں کی انگیخت پر گورو صاحب کے پاس گئے تھے اور ان کا منشا اورنگ زیب اور گورو تیغ بہادر کی ٹکر کروانا تھا۔

ایک اور سکھ وِدوان نے بیان کیا ہے کہ:

"اورنگ زیب بادشاہ گورو صاحب کو قتل نہیں کرنا چاہتا تھا مگر ان ہندوؤں کے زور دینے پر آخر گورو صاحب کے لئے یہ وقت آہی گیا۔"[3]

گویا ہندوؤں نے اور خود گورو صاحب کے قریبی رشتہ داروں نے یہ سب چال چلی تھی اور انہوں نے ہی اورنگ زیب کو اکسانے کی کوشش کی تھی ورنہ اورنگ زیب گورو صاحب کو قتل کرنے کا خواہشمند نہ تھا۔

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۳۲۸

۲۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ صفحہ ۴۰

۳۔ اخبار نہنگ سنگھ سندیش پٹیالہ ۲۵ دسمبر ۱۹۵۱ء

دوسری بات سکھ مؤرخین نے یہ بیان کی ہے کہ وہ پنڈت گورو صاحب سے ملنے کے بعد اورنگ زیب کے پاس گئے تھے اور اسے یہ کہا تھا کہ اگر گورو تیغ بہادر اسلام قبول کرلیں تو وہ سب کے سب مسلمان بن جائیں گے۔ اس سے متعلق گیانی گیان سنگھ کا یہ بیان ہے۔

"گورو صاحب کے شریکوں نے کشتریوں اور براہمنوں کو انگیخت کرکے بہت جلد پنجاب کے حاکم ظالم خاں کے پاس یہ درخواست دلوادی کہ (اگر گورو تیغ بہادر کو اسلام قبول کرنے پر راضی کرلیا جائے تو وہ سب کے سب مسلمان ہوجائیں گے"[1]

ایک مشہور ہندو ودوان لالہ دولت رائے لکھتے ہیں کہ

"براہمنوں کی یہ دورخی چال تھی کیونکہ براہمن گورو کو اپنا پیشوا تسلیم نہیں کرتے تھے۔ خیال یہ تھی کہ اگر اورنگ زیب نے گورو صاحب کو مسلمان بنالیا تو براہمنوں کے دین کا دشمن ختم ہوگیا۔ اگر تیغ بہادر نے جوہر دکھایا اور مسلمانوں کے مقابلہ میں عہدہ برآ ہوا تو۔ تاہم ان کا جانی دشمن دفع ہوا"[2]

اورنگ زیب ایک دیندار بادشاہ تھا۔ اس کے اشد ترین دشمن بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کا بہت سختی سے پابند تھا۔ وہ کسی صورت میں کسی شخص کو لالچ کے ذریعے یا ڈرا دھمکا کر اسلام میں داخل کرنے کا خواہشمند نہیں ہوسکتا تھا کیوں کہ اسلام میں اس امر کی کوئی گنجائش نہیں۔ اور دوسرے اس طرح مسلمانوں کی تعداد میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا تھا۔ البتہ منافقین کی تعداد ضرور بڑھ سکتی تھی اور ظاہر ہے کہ اورنگ زیب ایسا پکا اور شریعت کا پابند مسلمان بادشاہ اس بات کے لئے کبھی بھی تیار نہیں ہوسکتا تھا۔ کہ وہ مسلمانوں میں منافقین کے اضافہ کا موجب بنے۔ کیونکہ ڈنڈے کے زور سے دل میں

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۳۵۱

۲۔ سوانح عمری گورو گوبند سنگھ صفحہ ۴۶

تبدیلی نہیں ہو سکتی اور اسلام قبول کرنا دل کی تبدیلی کا دوسرا نام ہے۔

اس سلسلہ میں ایک مشہور سکھ وِدوان بھائی ویر سنگھ کے جو خیالات تھے وہ بھی قابل غور ہیں چنانچہ انہوں نے اس بارہ میں یہ بیان کیا تھا کہ کشمیر کے حکام نے اورنگ زیب کے پاس یہ رپورٹ کی تھی کہ گورو تیغ بہادر اسلام کی تبلیغ میں بہت بڑی روک بن رہا ہے اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے منع کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"کشمیر وغیرہ کے مقامات کے صوبیداروں نے لکھا کہ جن لوگوں نے گورونانک کی سکھی قبول کی ہے اور جو لوگ گورو تیغ بہادر کے معتقد ہیں وہ دھرم نہیں چھوڑتے بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور بہت سی رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں اگر گورو تیغ بہادر کو مسلمان بنالیا جائے تو ملک اسلام میں داخل ہو جائے گا۔"[1]

بھائی صاحب نے یہ بات کس بنا پر لکھی ہے۔ اس کا انہوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا اور نہ اس روایت کے منبع اور مخزن پر ہی کوئی رائے زنی کی ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی باتیں ایسی ہیں جو اس روایت کو غلط ثابت کر رہی ہیں۔ سکھ وِدوان یہ بھی کہتے ہیں کہ کشمیر میں مسلمانوں کی اکثریت اورنگ زیب کی جارحانہ پالیسی اور جبری تبلیغ کا نتیجہ تھی۔ جیسا کہ گیانی گیان سنگھ کا بیان ہے کہ

"کشمیر میں اورنگ زیب بادشاہ نے بڑی سختی کے ساتھ سب ملک کو مسلمان کر ڈالا ... کشمیر میں سوا من زنار روزانہ اتارے جانے لگے۔"[2]

عجیب بات یہ ہے کہ گیانی جی نے خود ہی ایک مقام پر یہ لکھا ہے کہ

"یہ بات شہرت پا گئی ہے کہ اورنگ زیب روزانہ سوا من زنار اتار کر کھانا کھاتا تھا۔ لیکن

۱۔ کلغی دھر چمتکار صفحہ ۷۵

۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۴۲۵

یہ بات جھوٹی ہے[1]۔"

ایک اور صاحب نے لکھا ہے کہ:

"کشمیر ان دنوں علماء کا گھر تھا اور ہندو مذہب کا قلعہ تھا[2]۔"

مگر ایک اور سکھ وِدوان نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"شاہ جہان کے راج میں کشمیر مسلمان علماء کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاہجہان کے زمانہ میں کشمیر پر مسلمان چھا چکے تھے[3]۔"

یہاں ہم یہ بیان کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں کہ سکھ شاہی میں لوگوں کو مختلف طریقوں سے سکھ بنایا جاتا تھا۔ تاکہ سکھوں کی تعداد میں اضافہ ہو سکے۔ چنانچہ سکھ وِدوان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ سکھ حکومت کے دوران میں سکھوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو گیا تھا۔ اور جب سکھ حکومت کا خاتمہ ہو گیا تو سکھوں کی تعداد میں یکدم کمی آگئی اور صرف اٹھارہ بیس لاکھ ہی رہ گئی۔ یہ یکدم کمی ثابت کرتی ہے کہ وہ لوگ جو ڈنڈے کے زور سے سکھ بنائے گئے تھے ڈنڈے کے ٹوٹ جانے پر اپنے سابقہ مذہبوں میں لوٹ گئے[4]۔

حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب سے صدیوں قبل اس علاقہ کے لوگوں کی اکثریت اسلام میں داخل ہو چکی تھی[5]۔ چنانچہ مشہور سکھ رسالہ سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے بیان کیا ہے کہ:

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۶۷

۲۔ رسالہ سنت سپاہی امرت سر دسمبر ۱۹۵۰ء ۳۔ سنت سپاہی جولائی ۱۹۵۴ء

۴۔ سکھ پنتھ کیتھے توں کیتھے صفحہ ۲۳۵، ۲۲۵ و اتہاس سکھ راج نیتی صفحہ ۲۴ و رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۶ء و اگست ۱۹۴۸ء و اخبار ویگ تیغ امرت سر ۲۰ جولائی ۱۹۵۱ء

۵۔ انسائیکلوپیڈیا آف دی سکھ لٹریچر صفحہ ۸۵۵

"چودھویں صدی عیسوی میں کشمیر کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔"[1]

ایک اور سکھ وودان نے اس بارہ میں یہ شہادت دی ہے کہ:

"کشمیر اور پونچھ کے پہاڑی علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ آج کل ۹۶ فی صدی کے قریب مسلمان آباد ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہلے بھی ادھر زیادہ مسلمان ہی رہتے تھے۔"

ایک ہندو وودان سوامی گنگیشورانند نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ کشمیر میں اورنگ زیب سے کافی عرصہ قبل اسلام پھیل چکا تھا اور وہاں کے اکثر لوگ مسلمان بن چکے تھے۔[2]

اس کے علاوہ اس روایت میں مذکورہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کشمیری پنڈتوں کو فی الواقعہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی تکلیف پیش آتی تو انہیں گورو تیغ بہادر کے پاس آنے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ گورو صاحب کے معتقد نہ تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک سکھ گورو صاحبان کا مسلک اور تعلیم ہندو دھرم اور ہندو تہذیب کے سراسر خلاف تھا۔ چنانچہ اس سے قبل خود ہندو پنڈت اکبر بادشاہ کے پاس ایک مرتبہ یہ دعویٰ کر چکے تھے کہ سکھ گورو صاحبان نے ہندو دھرم کو بالکل بدل ڈالا ہے۔ اس لئے انہیں ایسا کرنے سے روکا جائے۔ جیسا کہ بھائی سنتوکھ سنگھ جی لکھتے ہیں کہ پنڈتوں نے اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی تھی کہ:

تم مریادہ راکھن ہاوے
بگرت کو جگ دیت سدھارے
گوئند وال امر گورو ہوآ

۱۔ خالصہ جی دے پنج پیرے صفحہ ۶

۲۔ شروت منی چترامرت حصہ دوم صفحہ ۱۶۵

بھید ورن چاروں کا کھوئے
رام گائتری منتر نہ جپیو،
واہ گورو کی تھاپنا تھپیو،
جگ چاروں میں کہیں نہ ہوئی
جسم مریادہ بگڑی سوئی
سمرت سمرت کے راہ نہ چالے
من کو مت کر بھئے نرالے
ہمری کرد عدالت ایہی
درڑھ ہوئے دھرم سوراج بدیہی
پسر جائے سب جگت بسارا
پن مشکل ہوئے ٹلے نہ ٹارا!

پس جب یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندو پنڈت سکھ دھرم کو ویدک تعلیم کے سراسر خلاف سمجھتے تھے اور تیغ بہادر سے قبل اکبر بادشاہ کے دربار میں یہ مقدمہ بھی پیش کر چکے تھے کہ سکھ گورو صاحبان نے ویدک دھرم کو سرے سے بدل دیا ہے تو اس صورت میں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ کشمیر کے پنڈت گورو تیغ بہادر کو ہندو دھرم کا محافظ سمجھنے لگ گئے ہوں۔ اس کی یہ صورت ہی ہو سکتی ہے کہ یا تو سکھ گورو صاحبان کا مسلک گورو تیغ بہادر کے زمانہ میں گورو امرداس جی کے مسلک کے خلاف ہو گیا ہو یا ہندو پنڈتوں کے خیالات میں تبدیلی آگئی ہو اور انہوں نے ویدک دھرم چھوڑ کر سکھ دھرم اختیار کر لیا ہو۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہمیں نظر نہیں آتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ

۱۔ گور پرتاپ سورج راس یکم انسو ۴۴

کوئی بھی سکھ ودوان اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہو گا کہ گورو تیغ بہادر کے زمانہ میں سکھ گورو صاحبان کا وہ مسلک نہ تھا جو کہ گورو رام داس یا گورو امر داس جی کے زمانہ میں تھا۔ کیونکہ سکھ عقائد کی رو سے تو دس گورو صاحبان ایک ہی مسلک پر گامزن رہے اور وہ مسلک ویدک دھرم اور ویدک فلاسفی کے سراسر خلاف تھا اور اس بات کی شہادت سکھ گورو صاحبان کی بانی سے مل جاتی ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے اس بارہ میں یہ لکھا ہے کہ:

"گورو صاحب نے ویدوں کو گمراہی پھیلانے والے۔ گناہوں کی تلقین کرنے والے اور خدا تعالیٰ کے ذکر سے کورے بتاکر جگہ جگہ ان کا رد کیا ہے اور ان کے پیرو کاروں کو مس مکھ، جاہل گمراہ وغیرہ قرار دیا ہے"[1]

باقی رہا کشمیری پنڈتوں کا ہندو دھرم کو چھوڑ کر سکھ دھرم کو اختیار کر لینا یہ بھی بالبداہت غلط اور بے بنیاد ہے۔ تاریخ دان اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ کشمیر کے پنڈتوں نے کسی وقت بھی سکھ گورو صاحبان کے مسلک کو اختیار نہیں کیا۔ اور نہ انہوں نے سکھ گورو صاحبان کو اپنا پیشوا ہی تسلیم کیا۔ اس سلسلہ میں ایک ہندو ودوان کا بیان ہے کہ:

"براہمن گورو جی کو اپنا پیشوا بھی تسلیم نہ کرتے تھے کیونکہ وہ براہمنوں کے دھرم کے خلاف اپدیش دیا کرتے تھے"[2]

ایک اور ہندو ودوان مہاشہ سنت رام آشفتہ کا بیان ہے کہ:

"تیغ بہادر کی شخصیت کا کشمیر کے باشندوں پر کچھ اثر نہ تھا اور نہ ہی پیری مریدی کا رشتہ ان کے ساتھ قائم ہوا تھا۔ بلکہ اس وقت بھی کشمیر کے ہندو، سکھ گوروؤں کے معتقد شاذ و نادر ہی پائے جاتے

۱۔ کھڑک خالصہ صفحہ ۱۱۸

۲۔ سوانح عمری گورو گوبند سنگھ صفحہ ۴۹

ہیں۔ پھر کیسے تسلیم کیا جائے کہ ان میں سے وہ لوگ جو اپنی قوم کا لیڈنگ دماغ کہے جا سکتے ہیں، گورو تیغ بہادر صاحب کے دردولت پر حاضر ہوئے اور مدد کے لئے پکار کی۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ کشمیر کے لوگوں پر گورو تیغ بہادر یا سکھ دھرم کا کوئی اثر نہ تھا۔ وہ سکھ گوروؤں کی اس تحریک کو ویدک دھرم کے خلاف تصور کرتے تھے اور خود سکھوں کو بھی یہ مسلم ہے کہ سکھ دھرم کا ویدک دھرم سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی حالت میں کشمیری پنڈتوں کا اپنے ایک مخالف کے پاس امداد حاصل کرنے کے لئے آنا بے معنی سی بات ہے سکھ تاریخ تو اس امر پر بھی شاہد ہے کہ ان دنوں نہ صرف یہ کہ گورو صاحب کو کشمیر میں کوئی اثر و رسوخ حاصل نہ تھا بلکہ پنجاب میں بھی انہیں کوئی خاص پوزیشن حاصل نہ تھی۔ خود سکھ بھی ان کے مخالف تھے بلکہ ان کے اپنے خاندان کے لوگ بھی ان کے دشمن تھے۔ چنانچہ سردار جی۔ بی سنگھ ریٹائرڈ ڈپٹی۔ ایم۔ جی نے ایک مرتبہ لکھا تھا کہ:

"ان کا (یعنی گورو تیغ بہادر کا) کوئی رسوخ نہ تھا اور نہ ماجھہ اور دوابہ میں کوئی سکھی تھی۔ امرت سر جا کر دیکھ آئے تھے۔ وہاں ان کو کسی نے دربار صاحب کے اندر پاؤں بھی نہیں دھرنے دیا تھا۔ گھر کے لوگ بھی ان کے دب جانے کی وجہ سے تھک گئے تھے اور انہیں سڑی خیال کرتے تھے[1]۔"

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ گورو گوبند سنگھ جی کے پاس سکھوں نے کشمیر کے پنڈتوں کی یہ شکایت کی تھی کہ

"اے سچے پاتشاہ۔ کشمیر کے جو پنڈت ہیں وہ سکھوں کو گوردکی بانی نہیں پڑھنے دیتے اور کہتے ہیں کہ سنسکرت دیو بانی ہے اور بھاشہ انسانی بانی ہے اگر آپ نے ویدک دھرم کی رسومات

۱۔ ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۱۰

۲۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۰۰

ترک کر دی ہیں تو ہم آپ سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے[1]"۔

ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

"ہندو براہمنوں نے بھی سکھی کو سناتن دھرم کا دشمن سمجھ کر اس کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کیں[2]"۔

ان حوالہ جات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہندو پنڈتوں نے خاص کر کشمیر کے پنڈتوں نے بھی سکھ دھرم کو ویدک دھرم کا محافظ تصور نہیں کیا۔ بلکہ وہ سکھ گوروصاحبان کے مسلک کو اپنے دھرم اور تہذیب کے سراسر خلاف خیال کرتے رہے اور سکھوں کو مقاطعہ کی دھمکیاں دینے کے علاوہ سکھ گوروصاحبان کے خلاف حکومتِ وقت کے پاس مقدمات بھی کرتے رہے اور خود گورو تیغ بہادر کی اپنی یہ حالت تھی کہ انہیں پنجاب اور امرت سر میں بھی کوئی اثر ورسوخ حاصل نہ تھا۔ یہاں تک کہ ان کے زمانہ میں سکھ کہلانے والوں نے انہیں دربار صاحب کے درشن کرنے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔ ایسی حالت میں یہ کیونکر تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ کشمیر کے پنڈت گورو تیغ بہادر سے مدد حاصل کرنے کے لئے آئے۔ اور گوروصاحب نے ان کی فریاد سن کر ہندو دھرم کی حفاظت میں اپنی جان دے دی۔ اگر پنڈتوں کو کسی امداد کی ضرورت بھی پیش آتی تو وہ گورو تیغ بہادر کی بجائے دھیرمل کی طرف رجوع کر سکتے تھے کیونکہ ان دنوں دھیرمل کو گورو تیغ بہادر سے کہیں زیادہ رسوخ حاصل تھا۔ اور ان کے سرکاری حکام سے بھی اچھے اور دوستانہ تعلقات تھے وہ اپنے اثر ورسوخ کو کام میں لا کر پنڈتوں کی مناسب امداد کر سکتے تھے۔

دھیرمل کے اثر ورسوخ سے متعلق ایک سکھ ودوان نے یہ شہادت دی ہے کہ:

۱۔ بھگت رتناولی صفحہ ۱۲۰ ساکھی ۹۰ و ہم ہندو نہیں صفحہ ۳۹

۲۔ رسالہ سنت سپاہی جنوری ۱۹۵۴ء

"دھیرمل کی گدی کو قائم ہوئے چوتھائی صدی ہو چکی تھی۔ تمام دوآبہ اور ماجھہ میں ان کے ہی سکھ تھے۔ حکام سے بھی انہیں کافی اثر و رسوخ حاصل تھا۔"[1]

ایک اور سکھ وددان کا یہ بیان ہے کہ:

"گورگدی کے شرکاء اور حاسد دھیرمل اور رام رائے اورنگ زیب کے دربار میں کافی اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ اور وہ گورگدی کو دبانے کے لئے حسد کی آگ جلائے رکھتے تھے"[2]۔

اور یا پھر وہ کشمیری پنڈت، رام رائے کے پاس جا سکتے تھے جو اورنگ زیب کے دربار میں بھی کافی رسائی حاصل کر چکا تھا اور وہ بادشاہ تک ان کی شکایات پہنچا کر ان کی مناسب امداد بھی کر سکتا تھا۔

پس کشمیری پنڈتوں کا ایک غیر معروف اور عقائد کے لحاظ سے اپنے اشد مخالف کے پاس امداد طلب کرنے کے لئے جانا قرین قیاس نہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ موجودہ زمانہ کے اکثر سکھ مؤرخین یہ بیان کرتے ہیں کہ جب گورو صاحب دہلی گئے تو وہاں آپ نے شاہی دربار میں اورنگزیب سے بہت سوال و جواب کئے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ گفتگو ایک گورو اور روحانی پیشوا ہونے کے مدعی کی شان کے شایاں ہے یا نہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اورنگ زیب ان دنوں دہلی میں نہیں تھا۔ بلکہ وہ دہلی سے بہت دور حسن ابدال کی طرف گیا ہوا تھا چنانچہ اس بارہ میں ایک سکھ وددان کا یہ بیان ہے کہ

"ہمارے مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب گورو صاحب گرفتار کر کے دہلی لائے گئے اورنگزیب دہلی میں تھا اور اس سے گورو صاحب کی گفتگو ہوئی تھی یہ بات اس زمانہ کے مصنفین کی تحریرات

۱۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۰۷

۲۔ سکھ پنتھ گیتے تون گیتے صفحہ ۱۲

ثابت نہیں ہوتی[1]

ایک اور جگہ پر سردار صاحب موصوف نے یہ لکھا ہے کہ:

"اورنگ زیب ان دنوں دہلی میں نہیں تھا"[2]

چنانچہ یہی صاحب اپنی ایک اور کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ:

"اورنگ زیب خود ان دنوں کابل کی مہم کے سبب حسن ابدال ٹھہرا ہوا تھا"[3]

ایک اور سکھ وِدوان نے لکھا ہے کہ:

"سچے صاحب کی گرفتاری اور شہادت کے وقت ۳۱، ویساکھ ۱۷۲۲ بکرمی جیٹ ۳۰ تک۔ سال سے زیادہ عرصہ اورنگ زیب راجدھانی (دہلی) سے باہر رہا پنجاب میں رہا۔۔۔ اور زیادہ عرصہ ساون سے پوہ تک حسن ابدال میں ہی مقیم رہا"[4]

پس جب یہ حقیقت خود سکھ وِدوانوں کو مسلّم ہے کہ اورنگ زیب ان دنوں دہلی میں نہیں تھا۔ بلکہ دہلی سے بہت دور حسن ابدال میں مقیم تھا۔ تو اس صورت میں سکھ مصنفین کا یہ بیان کرنا کہ اورنگ زیب نے گورو صاحب کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور ان پر کافی دباؤ ڈالا کہ وہ مسلمان بن جائیں۔ تاریخی نقطۂ نگاہ سے ایک جھوٹے اور بے بنیاد افسانہ سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اور اس افسانہ کی بناء پر سکھوں کا "روشن ضمیر" اور "لائق صفت" اورنگ زیب کو کوسنا سراسر ظلم اور بے انصافی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک ہندو وِدوان مہاشہ سنت رام آشفتہ ایڈیٹر اخبار "دھرم بیر"

۱۔ گورمت لیکچر صفحہ ۳۱۹

۲۔ گورمت لیکچر صفحہ ۳۲۳

۳۔ گورمت فلاسفی صفحہ ۲۹۱

۴۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۵۶ء

نے سکھوں کی اس فرضی روائت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"اس روائت کو پڑھنے سے ہر ایسے شخص کے دل میں جو اندھی تقلید نہیں کرتا۔ اور دل و دماغ کا مالک ہے۔ کئی سوالات پیدا ہونے ضروری ہیں اور اس کو تاریخ ہند کے پریشان اوراق سے ان کے جوابات تلاش کرنے کی ضرورت پیش آئے گی۔

(۱) کیا اورنگ زیب نے کوئی ایسا حکم دیا کہ تمام ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنالیا جائے اگر کسی جگہ کے لئے نہیں تو کیا کشمیر کے لئے اس نے کوئی پروانہ جاری کیا۔

(۲) کیا تیغ بہادر کی کوئی ایسی شخصیت تھی کہ کشمیر کے پنڈتوں کو امداد حاصل کرنے کے لئے پنجاب میں کھینچ لائی۔

(۳) کیا تیغ بہادر کا چند آدمیوں کو ساتھ لے کر ہندوستان کے دارالسلطنت میں حاضر ہونا اور بادشاہ سے سخت سخت سوال و جواب کرنا ہندو قوم یا ہندو دھرم کو بچا سکتا تھا۔

(۴) کیا ان کی قربانی سے ہندو قوم کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا تھا۔[1]"

مہاشہ جی نے خود ہی ان سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل الفاظ میں دئے ہیں:

<u>جوابات</u>: تمام ہندوستان کی تاریخ کی پڑتال کریں۔ اورنگ زیب کے اول سے آخر تک حالات پڑھیں اور اس کے بعد کے واقعات کا بغور مطالعہ کریں۔ کہیں نظر نہیں آئیگا کہ اورنگ زیب نے کوئی اس قسم کا حکم دیا۔ نہ ہی مسلمان مؤرخین نے اس کا ذکر کیا۔ اور نہ ہی یورپین سیاحوں نے کہیں لکھا حتیٰ کہ سٹوریا ڈموگر کے آزاد مصنف مسٹر نکولاس منوچی جو شاہجہان سے لے کر شاہ عالم کے زمانہ تک کے مغلیہ دربار میں رہا اور جس نے اورنگ زیب کی ہر ایک حرکت اور چھوٹے بڑے ظلم کو بھی قلمبند کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اس کی کتاب میں بھی اس واقعہ کا نام و نشان تک نہیں آتا۔ اورنگ زیب پنجاب، بنگال، بہار، یو۔پی، اور دکن کے باشندوں کو جبراً مسلمان ہونے کے

۱۔ ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۹

لئے نہیں کہتا لیکن تعجب کا مقام ہے کہ وہ کشمیر کے پہاڑوں میں اس قسم کا جابرانہ حکم دیتا ہے اور
پھر اس صورت میں جبکہ آئندہ درپیش آنے والے واقعات بتاتے ہیں کہ اورنگ زیب
اور پہاڑی راجاؤں کے تعلقات نہایت اعلیٰ تھے اور وہ ان راجاؤں کو ہمیشہ مدد دیا کرتا
تھا .... اورنگ زیب اگر ہندوؤں کو جبراً مسلمان کرنا چاہتا تھا۔ تو سب سے پہلے اسے
ضروری تھا کہ وہ اپنے دربار کے اراکین راجہ جے سنگھ اور مہاراجہ جسونت سنگھ وغیرہ کو اور ان
ہزاروں راجپوتوں کو جو اس کی فوج میں ملازم تھے مسلمان کرتا ..... پس سکھوں کا یہ کہنا۔ کہ
اورنگ زیب نے کشمیری پنڈتوں کو جبراً مسلمان بنانے کا حکم جاری کیا تھا، غلط اور بالکل غلط ہے۔"[1]

مہاشہ جی نے سکھوں کی بیان کردہ فرضی روایت کی تغلیط تفصیل سے کی ہے۔
اور دلائل دے کر اس کا رد کیا ہے۔ مہاشہ جی کے علاوہ مشہور و معروف انگریز سیاح
مسٹر فارسٹر نے بھی گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق یہی خیال ظاہر کیا ہے کہ اورنگ زیب
اس قسم کا کوئی حکم نہیں دے سکتا تھا۔ یہ قصہ ایک مسلمان بادشاہ کو بدنام کرنے کی غرض
سے وضع کیا گیا ہے جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ:

"Harkishan was succeeded by Taig Bahadur, his uncle; who appears to have been persecuted with inveterate animosity by the adherents of Ram Roy, who being supported by some persons of influence at the Court of Aurangzeb, an order was obtained for the imprisonment of the new priest. Taig Bahadur, after remaining in confinement at Delhi for the space of two years, was released at the entreaty of Jay Singh, the powerful chief of Jaynagar, who was at that time proceeding to Bengal on the service of government. The Sicque accompanied his patron to Bengal, whence he returned to the city of Patna, which became his usual place of abode. The records of the Sicques say that Ram Roy still maintained a claim to the priesthood, and that after a long series of virulent persecution, he accomplished the destruction of Taig Bahadur, who was conveyed to Delhi by an order of court, and

---

۱- ہندو جاتی اور سکھ گورو ۱۰

in the year 1675, publicly put to death. The formal execution of a person, against whom, the Sicques say, no criminal charge was exhibited is so repugnant to the character and the actions of Aurangzebe, that we are involuntarily led to charge the Sicques of a wilful misrepresentation of facts, injurious of the memory of the prince, and extravagantly partial to the cause of their priest. No document for the elucidation of this passage appearing in any of the memoires of Hindostan that have reached my knowledge, I am prevented from discovering the quality of the crime which subjected Taig Bahadur to capital punishment."[1]

فارسٹر صاحب کے اس بیان کا خلاصہ یہی ہے کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو قتل نہیں کروایا تھا۔ یہ اس پر ایک بے بنیاد اور غلط الزام لگایا گیا ہے۔

ایک سکھ ودوان نے فارسٹر کے اس بیان کردہ خیال کے متعلق لکھا ہے کہ

"اس کا خیال ہے کہ اورنگ زیب ایسا آدمی نہ تھا کہ بہت سخت گناہ اور جرم کئے بغیر کسی معمولی بات کی بناء پر کسی کو سزائے موت دے دے۔ اسی وجہ سے یہ مصنف گورو تیغ بہادر کی شہادت کے موجودہ مروجہ حالات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور کہتا ہے کہ یہ ساکھی بادشاہ کو بدنام کرنے اور گورو صاحب کا نام روشن کرنے کے لئے وضع کی گئی ہے۔"[2]

ایک اور ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

"فارسٹر صاحب کا خیال ہے کہ اورنگ زیب ایسا آدمی نہ تھا کہ بہت بڑے جرم کے بغیر کسی معمولی بات کے عوض سزائے موت دے دے اس لئے یہ گورو تیغ بہادر کی شہادت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور کہتا ہے کہ یہ ساکھی اورنگ زیب بادشاہ کو بدنام کرنے اور گورو جی کا نام روشن کرنے

---

1. *A Journey from Bengal to England*, p. 300.

۲۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۴۸۶

کے لیے وضع کی گئی ہے[1] :

حال ہی میں ایک سکھ وودان نے گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ کسی مذہبی اختلاف کا نتیجہ نہیں تھا۔ بلکہ اورنگ زیب کو سکھوں کی دنیاوی ترقی کھٹکتی تھی۔ اور وہ ان کی توجہ کو دوسری طرف لگانا چاہتا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ

"اورنگ زیب نے نویں گورو کو شہید کر کے کوشش کی کہ سکھوں کا رخ دنیاوی ترقی سے پھیر دیا جائے[2] "

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ :

"پنجاب اور کشمیر میں اورنگ زیب کے حکم سے ہندوؤں پر جو سختی ہو رہی تھی۔ اس کے خلاف پروٹسٹ کرتے ہوئے پانچ سکھوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ اور مگھر شدھی پنچمی ۱۷۳۲ بکرمی ، ۱۶۷۵ء دہلی کے چاندنی چوک میں شہید ہو گئے[3] "

اس سے واضح ہوتا ہے کہ گورو صاحب کی موت حکومت وقت کے خلاف پروٹسٹ کے نتیجہ میں واقع ہوئی تھی۔ یعنی یہ موت کسی مذہبی اختلاف کا نتیجہ نہ تھی بلکہ محض سیاسیات کے باعث واقع ہوئی تھی۔

جو لوگ گورو تیغ بہادر کے قتل کو اورنگ زیب کے ذمہ لگاتے ہیں وہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ گورو صاحب موصوف محض ایک روحانی پیشوا نہ تھے بلکہ انہیں سیاسیات میں بہت دلچسپی تھی۔ اور ان کے پاس گھوڑ سواروں اور سپاہیوں کا خوب جتھہ رہا کرتا تھا۔ بلکہ بعض مؤرخین کے بیان کے مطابق وہ لوگوں سے زبردستی ٹیکس وغیرہ بھی وصول

۱۔ رسالہ سنت سپاہی امرت سر جولائی ۱۹۴۶ء

۲۔ رسالہ سنت سپاہی ستمبر ۱۹۵۴ء

۳۔ سنسار دا دھارمک اتہاس صفحہ ۲۰۴

کیا کرتے تھے ۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"گورونانک کا آٹھواں گدی نشین جن کا نام گورو تیغ بہادر تھا۔ بہت سے سکھ جمع کر کے طاقتور ہو گیا۔ اور کئی ہزار آدمی اس کے ساتھ پھرا کرتے .... یہ دونوں (حافظ اور گورو تیغ بہادر) مل کر بہت سختی اور مظالم ڈھاتے تھے ۔ اور تمام ملک پنجاب میں چکر لگاتے تھے ۔ گورو تیغ بہادر ہندوؤں سے روپیہ وصول کرتا تھا ۔ اور حافظ مسلمانوں سے"[1]

ایک اور صاحب نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"گورو تیغ بہادر نے) بہت سے مرید اپنے ساتھ لئے اور کئی ہزار آدمی اپنے ساتھ شامل کر کے ہندوؤں سے روپیہ وصول کرتا تھا ۔ اور مسلمان قوم کا حافظ نام کا ایک شخص تیغ بہادر کو دیکھ کر مسلمانوں سے روپیہ وصول کرتا تھا ۔ دونوں سختی اور زیادتی کے ڈھنگ سے پنجاب میں پھرتے تھے"[2]

اس سلسلہ میں بعض انگریز مصنفین نے بھی یہی بیان کیا ہے ۔ چنانچہ مسٹر کننگھم لکھتے ہیں کہ:

"یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ گورو تیغ بہادر نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہانسی اور ستلج کے درمیانی جنگلوں میں آزاد زندگی بسر کرنا شروع کر دی اور آپ کے سکھ اس طریق سے مار دھاڑ کرتے کہ اپنی بہادری سے کسانوں کے دل جیت لیتے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جوشیلے مسلمان آدم حافظ سے جا ملے تھے ۔ گوروجی نے مالدار ہندوؤں پر ٹیکس لگایا ہوا تھا[3]......

ایک اور مقام پر مسٹر کننگھم نے رام رائیوں کو گورو تیغ بہادر کے قتل کا بانی بیان کیا ہے[4]

۱۔ سیر المتاخرین منقول از جھلک اتہاسک پترے صفحہ ۱۴۱ وگورمت لیکچر صفحہ ۱۲۱

۲۔ جامع التواریخ منقول از جھلک اتہاسک پترے صفحہ ۱۴۸

۳۔ سکھ ہسٹری صفحہ ۱۳۱

۴۔ سکھ اتہاس صفحہ ۱۴۷

مسٹر کننگھم کے علاوہ ڈاکٹر ٹرمپ نے بھی یہی کچھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

The Sakhis which Sirdar Attar Singh, Chief of Bahadar, who with an enlightened mind follows up the history and religion of his nation, has lately published throw very significant light on the wanderings of Teg Bahadur and their real character, and tend to confirm the charge brought against him by Mohammadan writers. As these Sikhs reproduce the Sikh tradition, we have the less reason to question their trustworthiness. According to them the Guru appears by no means as a harmless, spiritual instructor, but rising at the front of wellarmed disciple, who if not willingly provided, buried contribution on the Zamindars and the inhabitants of the villages through which they passed, and made predatory incursions on the Mohammadan population.[1]

یعنی: سردار عطر سنگھ چیف آف بہادر نے جو اپنی قوم کی تاریخ اور مذہب کی چھان بین میں مصروف رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں جو ساکھیاں شائع کر کے گورو تیغ بہادر کی سیاحت اور ان کے صحیح اخلاق پر نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی ہے۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ الزامات جو مسلمان مؤرخین نے گورو صاحب موصوف لگائے ہیں۔ وہ درست نہیں ہیں۔ چونکہ سکھوں کی روایات کے بیان کرنے والے خود سکھ ہیں۔ اس لئے ان کے قابل اعتماد ہونے پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے مطابق گورو صاحب بے ضرر روحانی پیشوا ہی نہ تھے بلکہ وہ مسلح عقیدت مندوں کے آگے گھوڑے پر سوار ہو کر چلا کرتے تھے۔ اور زمینداروں اور دیہات سے ان کی مرضی کے خلاف محاصل وغیرہ وصول کیا کرتے تھے اور مسلمان آبادیوں پر قتل و غارت کے لئے حملے کیا کرتے تھے۔

---

1. *Adi Granth*, p. lxxxvii.

سردار لال سنگھ پرنسپل سکھ شہید مشنری کالج امرتسر تحریر فرماتے ہیں کہ:

"(ٹرمپ) گورو تیغ بہادر سے متعلق بیان کرتا ہے کہ گورو کوئی بے خطر روحانی تعلیم دینے والا ہی نہ تھا بلکہ مسلح سکھوں کی پیشوائی گھوڑے پر سوار ہو کر کرتا تھا۔ زمینداروں کی آبادی سے زبردستی روپے چھین لیتا تھا اور مسلمان آبادیوں میں لوٹ مار کرتا تھا۔"[1]

لال سنگھ جی نے جو بات ڈاکٹر ٹرمپ کی طرف منسوب کی ہے وہ اس نے اپنے پاس سے نہیں لکھی بلکہ سردار عطر سنگھ کی شائع کردہ ساکھیوں سے اخذ کی ہے اس کی ذمہ داری ٹرمپ پر نہیں ڈالی جا سکتی۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ خود سکھ لٹریچر میں گورو تیغ بہادر سے متعلق یہ مرقوم ہے کہ وہ اپنے ساتھ کئی سو مسلح سواروں کو لے کر دیہات میں لوٹ مار اور قتل و غارت کیا کرتے تھے اور لوگوں سے زبردستی روپیہ چھین لیا کرتے تھے۔

سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ سکھ لٹریچر میں مذکورہ اس واقعہ سے متعلق یہ بیان کرتے ہیں کہ:

گورو تیغ بہادر صاحب کو جن کی بانی سن کر ڈاکو، چور اور زانی لوگ نیک اور پاک بن جائیں ڈاکوؤں کا ساتھی بیان کرنا کبیرہ گناہ ہے[2]۔

گو سردار صاحب نے اس بات کو غلط اور بے بنیاد تسلیم کیا ہے کہ گورو تیغ بہادر لوٹ مار اور قتل و غارت کیا کرتے تھے۔ مگر ان کی اس تحریر سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ سکھ لٹریچر میں گورو تیغ بہادر سے متعلق اس قسم کی باتیں مرقوم ہیں۔

چنانچہ ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

۱۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جولائی ۱۹۴۶ء

۲۔ رسالہ پھلواڑی دا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء

"گورو تیغ بہادر نے اس ظالم حکومت کے خلاف رعایا میں انقلاب کی روح پھونکنے کے لئے زبردست پرچار کرنے کا پروگرام بنالیا۔ اس مقصد کے لئے سرہندی صوفی فقیر شیخ فرید ثانی کے جانشین شیخ حافظ آدم کے ساتھ بھی مشورہ کیا۔ دونوں بزرگوں نے ایک پروگرام بنا کر ہندو مسلمانوں میں "سچ دھرم" کے پرچار کا طوفان کھڑا کرنے کے لئے دورہ پر چڑھ گئے...... گوروجی کے ساتھ اس دورہ میں اداسی سادھوؤں کی آٹھ دس بھاری جماعتیں تھیں۔ سات سو بہادر سپاہی بھی تھے۔ جو چھٹے گورو کے زمانہ سے ہمرکاب رکھنے کا رواج پڑ گیا تھا۔ دھرم پرچار کے علاوہ اس طوفانی دورے کا کام دھرمی لوگوں کو دھرم یدھ کے لئے تیار کرنا اور منظم کرنا۔ ہتھیار اور روپیہ جمع کرنا بھی تھا۔[۱]"

ایک سکھ ودوان نے یہ بھی لکھا ہے کہ گورو صاحب نے لوگوں کی منشا معلوم کرنے کے سلسلہ میں بھارت کے کافی حصہ کا دورہ بھی کیا تھا جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"نویں گورو تیغ بہادر جی نے ۲۶ سال تپ کرنے کے بعد گورویائی کی گدی سنبھالی۔ اور مغل راج کی سختی کے خلاف جمہور کی رائے معلوم کرنے کے لئے پنجاب سے لے کر آسام تک دورہ کیا۔[۲]"

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے گورو صاحب کے اس سفر سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

"گورو صاحب کے اس سفر کا مقصد یہ تھا کہ اورنگ زیب کے ظلموں کی وجہ سے لوگوں کو جو دکھ مل رہے ہیں ان کی پڑتال اور جمہوری رائے منظم کر کے ظلم کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کرنا۔[۳]"

اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کو سیاسیات سے بہت دلچسپی تھی۔

۱۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر دسمبر ۱۹۵۶ء

۲۔ سنسار دا دھارمک اتہاس صفحہ ۲۰۴

۳۔ گورمت دسمبر ۱۹۵۶ء

اور انہوں نے پنجاب سے لے کر آسام تک ایک دورہ بھی کیا تھا تاکہ لوگوں کے سیاسی رجحانات کا پتہ لگا سکیں۔ یعنی آپ کا یہ دورہ سکھ دھرم کے پرچار کی غرض سے نہ تھا۔ بلکہ خالص سیاسی نقطہ نگاہ سے تھا۔

الغرض گورو تیغ بہادر بھی ان سکھ گورو صاحبان میں سے تھے جنہیں سیاسیات سے دلچسپی تھی۔ اور جنہوں نے اپنی فوجی طاقت بڑھانے کی کوشش کی۔ تاکہ وہ بھارت میں خالصہ راج قائم کر سکیں۔

پادری ڈبلیو ایم رابرن ایم اے نے گورو تیغ بہادر سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

"جب وہ گورو مقرر ہوئے تو ان کی ماں نے ان کے باپ کے ہتھیار دئے۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا ہوگا اور اس سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ میں اپنے باپ کے نقش قدم پر چلوں جس طرح گورو ہرگوبند کے پاس ہمیشہ مسلح سپاہی موجود رہتے تھے اسی طرح گورو تیغ بہادر کے پاس بھی مسلح سوار رہتے تھے[۱]"

سکھ وودان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ بادشاہ کے پاس اس قسم کی رپورٹیں بھی کی جاتی رہیں کہ:

"یہ شخص کسی خاص مذہبی جماعت یا فرقہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ تیس ہزار نانک پنتھی سپاہیوں کو ساتھ لے حکام کی توہین کرتا، لوگوں کو لوٹتا اور ملک کو برباد کرتا پھرتا ہے اگر جلد اس کا کوئی تدارک نہ کیا گیا تو حکومت کے خلاف خطرناک بغاوت کے پیدا ہونے کا امکان ہے[۲]"

پس ان حوالہ جات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ گورو تیغ بہادر نے

۱۔ سکھوں کے دس گورو اور ان کی تعلیم صفحہ ۴۲

۲۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۵۶ء

بھی سیاسیات میں خوب دلچسپی لی اور اپنے پاس فوج وغیرہ رکھ کر اپنی طاقت بڑھانے کی کوشش کی اور گورو صاحب کے اس رویہ کی بادشاہ کے پاس رپورٹیں بھی ہوتی رہیں۔ دھیر مل کے ساتھ گورو صاحب اور ان کے سکھوں کے جس قدر بھی جھگڑے فسادات ہوئے ان سے بھی یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ سکھ لوگ فقیرانہ زندگی ترک کر چکے تھے۔ اور سیاسیات میں دلچسپی لے رہے تھے۔ بلکہ جنگ وجدل کی مشقیں بھی کر رہے تھے۔ چنانچہ سکھ تاریخ کا یہ مشہور واقع ہے کہ ایک مرتبہ گورو تیغ بہادر کے سکھوں نے دھیر مل کا ڈیرہ بھی لوٹ لیا تھا۔ اور اس نے گورو صاحب کیخلاف رپورٹ بھی درج کروائی تھی۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"دھیر مل نے حکام کے پاس جالندھر جا کر رپورٹ لکھوائی کہ میرے چچا تیغ بہادر نے ہمارے گھر میں ڈاکہ ڈالا۔ اور ہمارے آدمیوں کو مار پیٹ کر کے ہمارا گرنتھ اور دیگر مال ومتاع بھی لوٹ لیا ہے[1]۔"

گورو تیغ بہادر اور دھیر مل کے باہمی فسادات کا نتیجہ یہ ہوا کہ گورو گرنتھ صاحب کا وہ اصل نسخہ جو گورو ارجن جی نے بھائی گورداس سے تیار کروایا تھا ضائع ہو گیا بقول سردار جی بی سنگھ جی گورو تیغ بہادر نے خود ہی اس گرنتھ کو دریا میں بہا کر تلف کر دیا تھا[2] کیونکہ دھیر مل کی گدّی کی زینت یہی گرنتھ تھا۔

سکھ گورو صاحبان کے گھرانہ کے لوگوں کی یہ لڑائیاں اور فسادات ظاہر کرتے ہیں کہ ان میں دنیاوی امور سے دلچسپی بڑھ گئی تھی اور وہ اس معاملہ میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے خواہشمند تھے۔

دھیر مل کے علاوہ سرکاری اہل کاروں نے بھی گورو جی کے بارہ میں افسران بالا

۱۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۰۷

۲۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۸۹

کے پاس رپورٹیں کی تھیں۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"بادشاہ کے پاس شکایات بھی لگاتار ہوتی رہیں ...... اس لئے لاہور پہنچ کر گورو صاحب اور شیخ (حافظ آدم) صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ جاری کر دیئے۔"[1]

پروفیسر ورِیام سنگھ جی کے بیان سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کو سیاسیات میں خوب دِل چسپی تھی۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"اورنگ زیب نے ہندوؤں پر پھر جزیہ لگا دیا تھا اور ہندوؤں کو تنگ کرنا شروع کر دیا تھا۔ جب گورو صاحب نے اورنگ زیب کی اس سیاست کے خلاف علی الاعلان ناراضگی ظاہر کی تو آپ کو دہلی طلب کیا گیا اور حکومت کی مخالفت کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔"[2]

گویا پروفیسر وریام سنگھ جی کے نزدیک گورو تیغ بہادر کا قتل کسی مذہبی اختلاف کا نتیجہ نہ تھا۔ اس کی اصل وجہ سیاسی تھی۔ گورو صاحب نے حکومت کی طرف سے جزیہ لگانے پر اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو دہلی طلب کیا گیا تھا اور وہاں قتل کر دیا گیا تھا۔

یہاں یہ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فرضی قصہ کی یادگار کے طور پر دہلی کے چاندنی چوک میں ایک گوردوارہ سیس گنج کے نام پر تعمیر کیا گیا ہے یہ گوردوارہ جس جگہ بنایا گیا ہے۔ وہاں پہلے مسجد ہوا کرتی تھی۔ سکھوں نے انگریزوں کی مدد سے اسے شہید کر کے گوردوارہ تعمیر کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے اس کے خلاف مقدمہ بھی کیا تھا جس کا فیصلہ انگریزی حکومت میں سکھوں کے حق میں ہوا تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اس کی پریوی کونسل میں بھی اپیل کی تھی۔ مگر چونکہ سکھوں نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزوں کی خوب مدد کی تھی۔ اور انگریزی حکومت کے قیام میں سرگرم حصہ

۱۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۵۶ء
۲۔ گولڈن ٹیمپل ہندو اتہاس صفحہ ۱۰۰

لیا تھا۔ اس لیے انگریزوں نے سکھوں کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں کے جذبات کو قربان کر دیا۔ اور ان کی طرف سے دائرہ کردہ اپیل خارج کر دی[1]۔

یہ باتیں خود سکھ ودوانوں کو مسلّم ہیں سکھوں نے اس مسجد کے بارہ میں یہ روایت بھی سکھ کتب میں داخل کر دی ہے کہ اس کی بنیاد میں اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کا سر رکھوا دیا تھا[2]۔

یہ بھی یاد رہے کہ سکھوں نے یہ گوردوارہ محض ایک ماشکی عورت کی روایت پر بنایا تھا۔ جیسا کہ ایک ودوان نے لکھا ہے کہ:

"جب سکھوں نے دہلی میں گورو تیغ بہادر کی یادگار میں گوردوارہ بنانا چاہا تب انہوں نے اصل جگہ کی تلاش کی تو ایک عمر رسیدہ ضعیف عورت نے جو ماشکی ذات میں سے تھی بتایا کہ وہ جگہ اس کے والد نے اسے کئی مرتبہ دکھلائی ہے جب بھی میں وہاں سے گزرتی تھی۔ اس نے سیس گنج کا بڑ کا درخت دکھایا اور کہا کہ اس کا باپ اس وقت پاس کھڑا تھا جب کہ گورو صاحب پر تلوار چلائی گئی تھی[3]۔"

جب ہم گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق سکھ کتب کی مزید ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم پر یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ اس واقعہ کے بارہ میں سکھ لٹریچر میں بہت اختلاف پائے جاتے ہیں۔ ہم اس سے قبل یہ بیان کر چکے ہیں کہ زمانہ حال کا سکھ

۱۔ تواریخ گورو خالصہ (اردو) صفحہ ۳۲ و پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۴۳۹ و پنتھ پرکاش صفحہ ۲۷۸ و مہان کوش صفحہ ۶۰۵ و گوردھام دیدار صفحہ ۲۶ و گوردھام سنگرہ صفحہ ۲۰۲ و گورمت لیکچر صفحہ ۲۳۵ و سکھ پنتھ کتھے توں کتھے صفحہ ۲۱۶ وغیرہ

۲۔ سکھ پنتھ کتھے توں کتھے صفحہ ۲۱۵

۳۔ گورپرنالیاں صفحہ ۹۲

مصنف بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے محض بعض انگریزوں کے اشارہ پر گورو صاحب موصوف کا قتل اورنگ زیب کے سر تھوپتا ہے اور دن رات اس امر کا پرچار کرتا ہے کہ اورنگ زیب نے گورو صاحب کو محض اس بنا پر چاندنی چوک میں قتل کروا دیا تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ پراچین زمانہ کے مصنفین جن میں گورو تیغ بہادر صاحب کے فرزند ارجمند گوبند رائے جی بھی شامل ہیں اس معاملہ میں موجودہ زمانہ کے سکھ مصنفین سے متفق نہیں ہیں اور اس واقعہ کو زمانہ حال کے مصنفین نے بھی ایک دوسرے کے خلاف بیان کیا ہے اور بعض ایسے سکھ ودوان بھی ہیں جنہوں نے ایک جگہ کچھ بیان کیا ہے اور دوسری جگہ کچھ اور ہی لکھ دیا ہے۔

ابتدا میں گورو گرنتھ صاحب کے قلمی نسخوں میں سکھ گورو صاحبان کی تاریخ وفات لکھنے کا رواج تھا۔ مگر اب مطبوعہ گرنتھوں میں اس رواج کو قائم نہیں رکھا گیا۔ سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس رواج کی ابتدا، گورو گرنتھ صاحب کے مؤلف گورو ارجن جی نے کی تھی[1]۔

گورو گرنتھ صاحب کے قلمی نسخوں میں جو گورو تیغ بہادر کی وفات کے بعد لکھے گئے۔ ان کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ان میں گورو صاحب موصوف کی وفات کی ذمہ داری اورنگ زیب کے سر نہیں تھوپی گئی۔ کیونکہ وہاں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ اورنگ زیب نے گورو صاحب کو قتل کروا دیا تھا۔ چنانچہ سردار جی بی سنگھ ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر جنرل کا بیان ہے کہ گورو گرنتھ صاحب کے ایک قلمی نسخہ میں جو ۱۷۳۲ بکرمی ۱۶۷۵ء کی نوشت ہے۔ گورو صاحب موصوف کی وفات

۱۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۹۲

مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"۱۷۳۲ بکرمی گھر شدی پنچمی دیروار دوسے پہر ایک گھڑی دن چڑھیاسی۔ سری تیغ بہادر جی دلی وچہ سانگ ہوا گورو کیتا"[۱]

۱۷۳۲ بکرمی گورو تیغ بہادر جی کی وفات کا ہی سال تھا۔ اس سال کی نوشت گورو گرنتھ صاحب میں گورو صاحب کی وفات کی ذمہ داری اورنگ زیب پر نہیں ڈالی گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ کے لوگ اورنگ زیب کو گورو صاحب کی وفات کا ذمہ وار نہیں گردانتے تھے۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس کا ذکر نہ کرتے کہ انہیں اورنگ زیب کے حکم سے مسلمان نہ ہونے کے جرم میں مروا دیا گیا تھا۔

سردار جی۔ بی سنگھ جی نے ایک اور گرنتھ صاحب کا ذکر کیا ہے جو ان کے نزدیک ۱۸۸۶ بکرمی میں لکھا گیا ہے۔ اس میں گورو صاحب موصوف کی وفات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے:

"۱۷۳۲ بکرمی گھر شدی پنچمی دیروار دوسے پہر ایک گھڑی دن چڑھیاسی سری گورو تیغ بہادر جی دلی وچہ سانگ کیتا، گورو کیتا"[۲]

اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ۱۷۳۲ بکرمی (۱۶۷۵ء) سے ۱۸۸۶ بکرمی مطابق (۱۸۲۹ء) تک سکھوں میں یہی خیال چلا آرہا تھا کہ گورو صاحب کی وفات کی ذمہ داری اورنگ زیب یا اس کی حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ انہوں نے خود ہی کوئی سانگ کیا تھا۔ اور جان دے دی تھی۔ اورنگ زیب نے یا اس کی حکومت کے کسی اہلکار نے گورو صاحب کو موت کی سزا نہیں دی تھی۔

۱۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۲۱۹

۲۔ پراچین بیڑاں صفحہ ۱۵۰

ہمارے پاس نصف درجن سے زائد گورو گرنتھ صاحب کے قلمی نسخے ہیں۔ ان میں بھی گورو تیغ بہادر کی تاریخ وفات مذکور ہے۔ مگر ان میں سے کسی ایک میں بھی اورنگ زیب کو گورو تیغ بہادر کا قاتل قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ گورو صاحب موصوف کو خود ہی اپنی موت کا فاعل بیان کیا گیا ہے۔

(۲) گورو تیغ بہادر کے فرزند ارجمند گورو گوبند سنگھ کی طرف منسوب شدہ کتاب "دسم گرنتھ" میں بھی گورو تیغ بہادر کی موت کا تذکرہ کیا گیا ہے اس میں بھی یہ مرقوم نہیں کہ گورو صاحب کو اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں قتل کیا گیا تھا۔ البتہ اس میں یہ ضرور مرقوم ہے کہ گورو گوبند صاحب نے تلک اور زنار کی حفاظت میں جان دی تھی جیسا کہ مرقوم ہے کہ:[۱]

تلک جنجو راکھا پربھ تاں کا:
کینو بڈو کلو میں ساکا:
دھرم ہیت ساکا جن کیا
سیس دیا پر سِر نہ دیا

یعنی: گورو تیغ بہادر نے کلجگ میں یہ بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا کہ تلک اور زنار کی حفاظت میں جان دے دی لیکن اپنا راز ظاہر نہ کیا۔

سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے سکھوں کے لئے تلک اور زنار کا پہننا پسند نہیں کیا۔ بلکہ زنار پہننے والوں کو تنخواہیا (مجرم) بیان کیا ہے۔[۲] چنانچہ ہندو تو یہ برملا کہتے ہیں کہ جہاں تک زنار کے اتروانے کا تعلق ہے۔ اس لحاظ سے اورنگ زیب اور گورو گوبند سنگھ میں کوئی فرق نہ تھا کیونکہ دونوں زنار

۱۔ دسم گرنتھ صفحہ ۴۹ ۲۔ رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ

کے مخالف تھے اور لوگوں کے زنار اتروایا کرتے تھے۔ جیسا کہ پرنسپل جودھ سنگھ بیان کرتے ہیں کہ:

"وہ ہندو جنہوں نے اپنے لیکچروں میں یہ کہا کہ اورنگ زیب اور گورو گوبند سنگھ یکساں تھے کیونکہ دونوں نے ہندوؤں کے زنار اتروائے تھے اور اس طرح سکھوں کو ہندوؤں سے جدا کیا تھا وہ اب بھی کلچر کے لحاظ سے سکھوں پر اپنا دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں[1]"

مشہور اکالی لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی نے بیان کیا ہے کہ:

"آریہ سماجی ایڈیٹنگ یہ کہتے سے بھی نہیں جھجکتے تھے کہ مغل بادشاہ اورنگ زیب اور گورو گوبند سنگھ جی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں ہندوؤں کو اپنے دھرم سے گرا رہے تھے[2]"

اس صورت میں ناظرین خود ہی غور فرمالیں کہ یہ بات کس حد تک قابل قبول ہو سکتی ہے کہ باپ تو زنار کی حفاظت میں جان قربان کر رہا ہے اور اسی باپ کا بیٹا زنار اور تلک کے بارے میں یہ کہہ رہا ہے کہ:

"گورو کا سکھ زنار نہ پہنے اور تلک نہ لگائے[3]"

یعنی:

"تلک دھاگہ (زنار) کاٹھ کی مالا اختیار کرے وہ تنخواہیا (قابل سزا) ہے[4]"

اور سکھ لوگ ان دونوں گورو صاحبان کو ایک ہی مسلک پر گامزن تسلیم کر رہے ہے

۱۔ پنتھ لئی ٹھیک راہ صفحہ ۴۴

۲۔ "پربھات" ۲ر جنوری ۱۹۵۶ء

۳۔ رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ منقول از خالصہ دھرم شاستر صفحہ ۱۶۷

۴۔ خالصہ دھرم شاستر صفحہ ۱۶۸

ہیں۔ اسی بات کے پیش نظر بعض سکھ وددان دسم گرنتھ کے اس حصہ کو الحاقی اور جعلی تسلیم کر رہے ہیں[1]۔ نیز یہ بھی بیان کر رہے ہیں کہ:

"ہائے افسوس یہ کتنے اندھیر کی بات ہے کہ ..... ہماری کتب یہ بیان کرتی ہیں کہ گورو صاحب نے تلک اور زنار کی حفاظت میں جان دے دی تھی۔ کیا گورو گوبند سنگھ ایسا لکھ سکتے تھے۔ ہرگز نہیں[2]"

ایک اور سکھ وددان ماسٹر نرنجن سنگھ کا بیان ہے کہ:

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس زنار کا گورو نانک صاحب نے بچپن میں ہی رد کیا تھا اس زنار کی گورو تیغ بہادر نوویں گورو نانک نے حفاظت کی ..... اس سے بڑھ کر اور کیا اندھیر ہو سکتا ہے[3]"

گورو گوبند سنگھ جی کی طرف ظفر نامہ بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ سکھ وددان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو صاحب نے اس میں اورنگ زیب کے مظالم بیان کیے ہیں۔ جیسا کہ ایک وددان کا بیان ہے کہ:

"یہ ظفر نامہ بھائی دیا سنگھ اور دھرم سنگھ کے ذریعے بادشاہ اورنگ زیب کے پاس دکن ارسال کیا گیا۔ جس میں اس کی بے انصافیاں، بے ایمانیاں اور مظالم وغیرہ لکھ کر اس کو نصیحت کی گئی تھی[4]"

اس ظفر نامہ میں بھی گورو تیغ بہادر کی موت کا کوئی ذکر نہیں اور نہ کسی جگہ اشارۃً

۱۔ کھڑگ خالصہ صفحہ ۱۱۹ وشنکیپ جیون چرتر صفحہ ۲۷

۲۔ دسم گرنتھ نرنے صفحہ ۱۳۲

۳۔ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ مئی ۱۹۵۴ء

۴۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۱۳۱ و مہان کوش صفحہ ۱۵۱

یا کنایتاً اس بات کا ہی ذکر کیا گیا ہے کہ گورو صاحب کو اورنگ زیب یا اس کی حکومت کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ ایک سکھ وِدوان نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ:

"حضور نے جب اورنگ زیب کو ظفرنامہ لکھا تھا تو اس میں...... گورو تیغ بہادر کے متعلق کوئی ناراضگی ظاہر نہیں کی تھی"[1]

اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے نزدیک گورو تیغ بہادر کا قتل بادشاہ کے کسی ظالمانہ یا جابرانہ حکم کا نتیجہ نہ تھا۔ ورنہ یہ ناممکن تھا کہ گورو صاحب موصوف اتنے بڑے جرم اور ظلم کو نظرانداز کر دیتے اور اس پر کوئی ناراضگی ظاہر نہ کرتے۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی شخص یہ تسلیم کرے کہ گورو صاحب کی موت فی الحقیقت حکومت وقت کے کسی حکم کے مطابق واقع ہوئی تھی تو اسے یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ گورو گوبند سنگھ جی کے نزدیک حکومت ایسا کرنے پر مجبور تھی اور حق بجانب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ گورو صاحب نے ظفرنامہ میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور نہ اورنگ زیب یا اس کی حکومت پر اس قتل کی وجہ سے کوئی ناراضگی ظاہر کی۔

(۳) سکھ لٹریچر میں ایک پراچین کتاب سدھرم مارگ گرنتھ ہے۔ اس کی اشاعت سنت سمپورن سنگھ نے ۱۹۲۳ء میں کی تھی۔ اس میں بھی گورو تیغ بہادر کی وفات درج ہے اور یہ مرقوم ہے کہ:

"۱۷۳۲ بکرمی ماہ مگھر ۵ شکلا پکھ دیہ دار جوت میں جوت سمانی دلی ہیں"[2]

اس میں بھی اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ گورو صاحب کو اورنگ زیب نے مسلمان نہ ہونے کے جرم میں قتل کروا دیا تھا۔ یاد رہے کہ یہ سدھرم مارگ گرنتھ

۱۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جنوری ۱۹۵۱ء

۲۔ سدھرم مارگ گرنتھ صفحہ ۱۹

گورو گوبند سنگھ اور ان کے پیارے بھائی دیا سنگھ کی گفتگو پر مشتمل ہے۔

(۴) سکھوں کے ایک ودوان سینا پت گزرے ہیں، یہ گورو گوبند سنگھ جی کے ۵۲ شعرا میں سے ایک تھے۔ ان کی تصنیف "گورو سوبھا گرنتھ" سکھوں میں ایک مستند چیز ہے یہ ۱۷۵۹ بکرمی میں لکھی گئی تھی۔ اس میں گورو تیغ بہادر کی موت کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

پرگٹ بھئے گورو تیغ بہادر
سگل سنسٹ پے ڈھائی چادر
کرم دھرم کی جن پت راکھی
اٹل کری کل جگ میں ساکھی
سگل سرشٹ جا کا جس بھیو
جہتے سرب دھرم پچھیو
تین لوک میں جے جے بھئی
سنتور تیج راکھ ام لئی،
تلک جنیؤ ار دھرم سالہ
اٹل کری گور بھئے دیالہ
دھرم ہیت پربھ پور سدھائے
گور گوبند سنگھ کہلائے[1]

اس سے بھی یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ گورو تیغ بہادر کو اورنگ زیب نے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں موت کی سزا دی تھی بلکہ اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے

۱۔ گورو سوبھا گرنتھ صفحہ ۴۵

کہ گورو تیغ بہادر کی موت تلک اور زنار کی حفاظت میں واقع ہوئی تھی ہم اس سے قبل بالتفصیل یہ بیان کر چکے ہیں کہ زنار اور تلک سکھ مذہب کے نزدیک جائز نہیں۔ خود گور سو بھاگر نتھ میں ہی مرقوم ہے کہ:

گوبند سنگھ کری خوشی سنگت کری نہال
کہیو پرگٹ تب خالصہ چھکیو سکل جنجال[1]

سردار کاہن سنگھ جی نابھہ نے "سکل جنجال" کے معنی دوسرے تمام مذاہب کی رسومات گئے ہیں اور بیان کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اپنے سکھوں کو دوسرے تمام مذاہب کی رسومات سے آزاد کر دیا تھا۔ تلک اور زنار کا اختیار کرنا ہندو دھرم کی رسومات ہیں۔ گورو گوبند سنگھ جی نے خود بھی ان رسومات کو فضول اور لغو قرار دے کر ان کا رد کیا ہے۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ گورو صاحب نے اپنے سکھوں کو یہ تلقین کی تھی کہ:

جھوٹے جنجو جبتن تیاگے
کھڑگ دھارا سدھر پد لاگے
نرکھیو گھٹ میں الکھ ابھیوا
جو اس ملے ادھک گور دیوا[2]

اب ناظرین خود ہی غور فرمائیں کہ سکھ مذہب زنار کو جھوٹا اور فضول قرار دے رہا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر گورو تیغ بہادر کا ایک "فضول" اور "لغو" چیز کی حفاظت میں جان دے دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ گور بلاس پاتشاہی دس میں تو یہ مرقوم ہے کہ

۱۔ گور سو بھاگر نتھ صفحہ ۱۰۱

۲۔ گور بلاس پاتشاہی دس ادھیائے ۱۱

گورو گوبند سنگھ نے براہمنوں اور کشتریوں کے بیٹوں کے زنار بھی اتروا دیئے تھے[1]
اب قابل غور بات یہ ہے کہ بقول بعض سکھوں کے باپ تو تلک اور زنار کی حفاظت
میں جان قربان کر رہا ہے اور بیٹا اپنے ہاتھوں سے زنار اتروا رہا ہے۔ کیا یہ دونوں
مسلک ایک ہی قرار پا سکتے ہیں؟
یاد رہے کہ سیناپت گورو گوبند سنگھ جی کے ہم عصر اور ان کے ۵۲ شاعروں میں
سے تھے مگر پیدائشی ہندو ہونے کی وجہ سے ان پر ہندو دھرم چھایا ہوا تھا[2]۔ اسی
وجہ سے انہوں نے گورو تیغ بہادر کی موت تلک اور زنار کی حفاظت میں بیان کی ہے
(۵) واراں بھائی گورداس سکھوں کی ایک مشہور کتاب ہے۔ اس کے آخر میں
۴۱ ویں وار درج ہے اس میں گورو تیغ بہادر کی موت کے بارہ میں مرقوم ہے کہ:

گورو تیغ بہادر سوانگ رچاینگ
تہ دینا سیس دسے جگ ٹھہراینگ
اس بدھ مغلن کو بھرمایو
تہ ست گور اپنا بل نہ جنائیو
پربھ حکم بوجھ پہنچے دربارا
تہ ست گور کیتی مہر اپارا
ایوں مغلن کو دوس لگانا
ہوئے خراب کھپ گئے ندانا
یہ ان حملوں کی جگت سنائی

۱۔ گور بلاس پاتشاہی دسں ادھیائے ۱۱

۲۔ دھرم دا چھپتہ صفحہ ۱۰۷ و دیگ تیغ دا مالک صفحہ ۲۸۲

جپ کر ہر سمرن ہر بھگت جنائی
ہر بھگت رچائے نام ستارے
تب سب جگ میں پرگیٹو بیکارے
ایوں کرے گوروداس پکارا
ہے سنگور موبہے پیہو اپارا[1]

بھائی گورداس کے اس بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کا قتل اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں نہیں ہوا۔ بلکہ گورو صاحب نے خود ہی کوئی "سوانگ" کیا تھا۔ جس سے ان کو اپنی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑے تھے۔ اور آپ نے اس طرح مغلوں کو بھرمالیا تھا۔ گورو صاحب کا وہ سوانگ کیا تھا۔ اس کی تفصیل بھائی صاحب نے بیان نہیں کی۔

لغات میں سوانگ کے بارہ میں یہ مرقوم ہے کہ:

"سوانگ ــــ بناوٹی روپ۔ باجی گر سوانگ سکھلایا۔ کئی قسم کے بناوٹی روپ سانگ اتار تھیوپا سارا۔ کئی قسم کے بھیس جیسے سوانگ دیکھ کر پوجت راجا"[2]

مہان کوش میں مرقوم ہے کہ:

"نقل ــــ انک سوانگ کا چھے بھیکھ دھاری"[3]

پنجابی شبد بھنڈار میں مرقوم ہے کہ:

"سانگ ــــ نقل، روپ، تماشہ، ناٹک، بھیکھ۔ بناوٹ۔ پاکھنڈ"[4]

۱۔ واراں بھائی گورداس وار ۴۱ پوڑی ۲۳
۲۔ گرنتھ گورگرارتھ کوش صفحہ ۲۴۹
۳۔ مہان کوش صفحہ ۵۰ ۴۔ پنجابی شبد بھنڈار صفحہ ۱۷۶

الغرض لغات میں سوانگ کے معنی نقل، بناوٹ اور پاکھنڈ وغیرہ مذکور ہیں یعنی جس میں حقیقت اور اصلیت نہ ہو۔ اس لفظ کے ان معنوں کے پیش نظر ہی گورو گوبند سنگھ جی نے یہ بیان کیا ہے کہ:

سوانگن میں پرمیشر ناہیں[1]:

ان معنوں کے لحاظ سے اگر بھائی گورداس کے مندرجہ بالا بیان پر غور کیا جائے تو یہ ثابت ہو گا کہ گورو تیغ بہادر نے کسی بناوٹ کے ذریعے اپنی جان دے دی تھی ورنہ حکومت کا منشا انہیں قتل کرنے کا نہ تھا۔

یاد رہے کہ یہ بھائی گورداس جی بھلے نہیں ہیں وہ تو اس سے بہت پہلے وفات پا چکے تھے۔ یہ بھائی گورداس کوئی دوسرے ہیں۔ جو گورو گوبند سنگھ جی کے زمانہ میں یا بعد میں ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کے نزدیک یہ گورو جی کے ۵۲ شاعروں میں سے تھے[2] مگر بعض کے خیال کے مطابق یہ گورو گوبند سنگھ جی کے بعد ہوئے ہیں[3]:

(۲) ہمارے پاس ایک کتاب گور پرنالی ہے جو کہ ایک قلمی نسخہ کی شکل میں ہے۔ اس کے مصنف بھائی کیسر سنگھ چھبر ہیں۔ اس میں گورو تیغ بہادر کی وفات کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

"۱۷۳۲ بکرمی مگھر شدی پنچمی دیہوار دوئے پہر اک گھڑی دن چڑھیا سی۔ سری ستگورو تیغ بہادر جی سمانے دلی وچہ سانگ ہوا۔ گور دکیتا[4]"

۱۔ دسم گرنتھ صفحہ ۵۳

۲۔ رسالہ پھلواڑی اگست ۱۹۳۶ء

۳۔ گوردوارے درشن

۴۔ گور پرنالی قلمی ورق ۱۱

اس سے بھی یہی امر واضح ہوتا ہے کہ پراچین زمانہ کے سکھ اس بات کے قائل نہیں تھے کہ گورو تیغ بہادر کو اورنگ زیب نے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں قتل کروا دیا تھا۔ چنانچہ کیسر سنگھ چھبّر نے گورو صاحب کی وفات کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ گورو صاحب موصوف کو اورنگ زیب نے قتل کروا دیا تھا۔

(۷) ایک اور گورپرنالی کوی سوندھا سنگھ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس میں محلہ ۹ کی زندگی کے موٹے موٹے واقعات مختصر الفاظ میں بیان کئے گئے ہیں اور ان کی وفات کا یوں تذکرہ کیا گیا ہے:

ستارہ سو بتی برکھ سمت دیدار کونا ئے
مگھر شدھی تھت پنچمی تیغ بہادر گور سمائے

اس صورت میں کون منصف مزاج اورنگ زیب بادشاہ کو گورو تیغ بہادر کا قاتل گردان سکتا ہے؟

(۸) تیسری گورپرنالی گلاب سنگھ کی تصنیف ہے۔ اس میں سکھ گورو صاحبان کے حالات کچھ تفصیل سے مذکور ہیں۔ اور گورو تیغ بہادر کی وفات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے:

تن ائیو برکھ چورنجا چار دن دلی بکھے
آٹھ دن کوتوالی میں سنائی ہے

... ...

اپرنت سمت ستارہ سو بتیس شدھی

۱۔ گورپرنالیاں صفحہ ۱۸۱

ماگھ پنچمی برہسپت وار بچھے ہیں
دو پہر دو ئے گھڑی دن چڑھے اک گھڑی
بج گئی دو جی گھڑی عمل میں لیے ہیں
کوپ پکڑکے شنان جوتی جوت سمے سمان
اس ٹھور سیس گنج نام کر ہے ہیں[1]

(۹) ایک اور گور پرنالی میں گورو تیغ بہادر کی تاریخ وفات یوں بیان کی گئی ہے

سال ستارہ سو ار بتی
مگھر شدھی پنچمی تھتی
دہلی وچ کچہری تھانے
سری گورو جوتی جوت سمانے[2]

الغرض ان تمام گور پرنالیوں سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ پراچین زمانہ کے سکھ مصنفین اور سکھ اکابرین اس بات کے قائل نہیں تھے کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو قتل کروا دیا تھا۔ کیسر سنگھ چھبر یا دوسرے سکھوں نے اپنی گور پرنالیوں میں جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ بھی گورو گرنتھ صاحب کے پراچین نسخوں کے عین مطابق ہے۔

اس وقت تک ہم نے گورو گرنتھ صاحب، دسم گرنتھ، واراں بھائی گورداس گورو سوبھا گرنتھ اور گور پرنالیوں کے حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ یہ تمام کتب سکھ مذہب کی مستند اور پراچین کتب ہیں۔ ان میں گورو تیغ بہادر کی وفات کا ذکر گو مختصر الفاظ

۱۔ گور پرنالیاں صفحہ ۵۱

۲۔ گور پرنالیاں صفحہ ۱۳۳

بیان کیا گیا ہے۔ مگر اس کی ذمہ داری اورنگ زیب یا اس کی حکومت پر نہیں ڈالی گئی۔

ان کتب کے بعد جو لٹریچر تیار ہوا۔ اس میں گورو تیغ بہادر کی وفات کچھ تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔ مگر اس میں مختلف روایات درج ہیں جن میں سے ایک روایت یہ ہے کہ جب گورو تیغ بہادر کو دہلی بلایا گیا تھا تو اورنگ زیب نے ان سے معجزہ طلب کیا تھا اور گورو صاحب نے یہ جواب دیا تھا کہ میرا معجزہ یہ ہوگا کہ آپ کوئی تیز سے تیز تلوار منگوائیں اور میری گردن پر چلوائیں لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ جب اس بات کی آزمائش کے لئے تلوار چلوائی گئی تو تلوار لگنے سے قبل ہی گورو صاحب کا انتقال ہوگیا۔ ایک سکھ ودوان نے اس روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ:

"مصنفین خود بخود سر کا کٹ جانا بیان کرتے ہیں۔"

دوسری روایت سکھ کتب میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر سے کوئی کرامت طلب کی تھی۔ اور گورو صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ آپ میری گردن پر تلوار چلائیں۔ میرا سر تن سے جدا نہ ہوگا۔ مگر جب اس کی آزمائش کے لئے تلوار چلائی گئی تو آپ کی گردن کٹ گئی۔

تیسری روایت جو ان دونوں روایتوں سے پہلی اور پرانی کہی جا سکتی ہے۔ یہ ہے کہ گورو صاحب نے اپنے سکھ سے کہا تھا کہ ہم اپنی گردن جھکاتے ہیں تم تلوار سے ہمارا سر تن سے جدا کر دو۔ پہلے تو اس سکھ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا مگر بعد میں گورو صاحب کے سمجھانے پر وہ تیار ہوگیا۔ چنانچہ گورو صاحب نے گردن جھکا دی اور اس سکھ نے تلوار چلا کر اسے کاٹ دیا اور اس طرح گورو صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ان تینوں روایتوں میں موخرالذکر روایت سب سے پہلی اور پراچین ہے۔ چوں کہ

۱۔ رسالہ گورمت امرت سر دسمبر ۱۹۵۶ء

اس روایت سے گورو صاحب کا خودکشی کرنا مرقوم تھا۔ اور خودکشی ایک ایسا فعل ہے جسے مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ خود گورو گرنتھ صاحب میں اس کی مذمت کی گئی ہے اور اسے ناپسند کیا گیا ہے جیسا کہ مرقوم ہے کہ

آتم گھاتی جگت قصائی

یعنی: خودکشی کرنے والا ایک دنیا کا قاتل ہے

اس لیے اس روایت کو کمزور کرنے کی غرض سے بعد میں دوسری دو روایتیں سکھ کتب میں داخل کر دی گئیں۔ اور گورو تیغ بہادر کے قتل کو اورنگ زیب کے سر تھوپ کر ان تینوں روایتوں کو کالعدم قرار دے دیا گیا ہے۔

اب ہم ذیل میں ان تینوں روایتوں کو سکھ کتب کے حوالہ جات سے نقل کرتے ہیں، تاکہ ناظرین ان پر یکجائی طور پر نظر ڈال سکیں۔ اور غور کر سکیں کہ سکھوں کی طرف سے اورنگ زیب بادشاہ پر عائد کردہ اس الزام کی کیا حقیقت ہے اور اس الزام کی بنا پر سکھوں کا اورنگ زیب کو اندھا دھند کوسنا کہاں تک درست قرار دیا جا سکتا ہے۔

پہلی روایت

سکھ مصنفین اور مؤرخین نے گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق ایک روایت یہ بیان کی ہے کہ آپ تلوار کا وار ہونے سے قبل ہی وفات پا گئے تھے اور تلوار بھی آپ کے ایک ارشاد کی تعمیل میں چلائی گئی تھی۔ بادشاہ کے کسی حکم کا اس میں کوئی دخل نہ تھا چنانچہ بھائی سنتوکھ سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ:

۱۔ گورو گرنتھ صاحب

سن بولیو مورکھ چوغتّہ
جے اسں دھرم بکھے دررڑھ رتّا
تیغ بہادر نام دھرایئو
کون یا منے یاہی پائیو،

.. ..

سن ست گور بولے مت دھیرا
نام روپ ایہہ دھرم سریرا
اسں یں کارن راکھیو جوئے
نرنے کر بھاکھین سوئے
تیغ فولادی آو حلبی
ذات انیکن کیہہ جلبی
جیسی ٹیکھن ہوئے بنائی
ات سوکھم دھارا سدھرائی
اگر ناہیں کے کاغذ دھرکے
کاچے تاگے سوں بند کرکے
ہوئے سو بدیک بڈ بلوالدا
بھرے تن پر کرسے پرہارا
اپہ بار تا کہتے حیاں تے
کاغذ بھی نہ سگے چھدتاں تے

.. ..

کر آزمائش کر لہو دیکھ

کہے ساتح سو لہو پریکھ

.. ..

لوک ہزاروں سن سن آئے
دور دور سب برج ہٹائے
ہندو برند ترک سمدائے
نکٹ کوپ گور تس نکل آئے
جسل نکسائیو مجن کے لئے
جب جی پاٹھ کرن پن لاگے
بیٹھے ہوئے پرچھ تس آگے
کہیو جینہ ہم سیس نوائے
تب دیکھو تم تیغ چلائے
ام ست گور ترور ترسے
بیٹھے اڈول پاٹھ جپ کرے

.. ..

بھوگ پائے جب سیس نوائیو
پن اوپر کو جیہے اٹھائیو
سید تک کرکے بل باہیو
تیغ پرہار تاک گھمائیو
کری چلاون گئی نہ تہ لول
دھڑتے سیس اتر گہیو پہلول
بھو کو دار جھٹک بھج پری

لگی نہ گریو بھنہ اتر بھری
اڈیو سیں ہوئے انتر دھیانا
بہی اندھیری دھول مہاتانا

اس تمام قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بادشاہ کی طرف سے گرو تیغ بہادر نام رکھنے کی وجہ دریافت کی گئی اور پوچھا گیا کہ آپ نے کہاں کہاں تیغ کی بہادری دکھائی ہے۔ گورو صاحب نے جواب میں کہا کہ ہم تیغ بہادری یہ دکھلائیں گے کہ آپ تیز سے تیز تلوار منگوائیں اور کسی تیغ کے دھنی کے ہاتھ میں دے دیں اور اس تلوار کے آگے کاغذ کا ایک ٹکڑا باندھ دیا جائے وہ تلوار ہم پر چلائی جائے ہماری گردن اس سے نہیں کٹے گی اور کاغذ کا ٹکڑا بھی جوں کا توں رہے گا۔ لیکن جب تلوار چلائی گئی تو اس کے وار سے قبل ہی گورو صاحب کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اور چونکہ تلوار چلانے والے سید کا وار خالی گیا تھا۔ اس لئے وہ منہ کے بل زمین پر گر گیا۔

(۲) بھائی سنتوکھ سنگھ کے علاوہ گیانی گیان سنگھ جی نے بھی اس روایت کو پنتھ پرکاش کے پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے پہلے ایڈیشن میں یہ بیان کیا ہے کہ:

اتنیا وک باہو بچن کر جب سر نیائے
ماتھا ٹیکیو دھراپے دیہہ تج پران اڈائے
داہی سمے جلاد جد کھڑا تھو گور پاس
خود ہی دھڑ تے جدا سر پیکھ لہو تن خاص
پیکھ لوگ اچرج رہے ماچیو ہاہا کار

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ راس ۱۲ - انسو ۶۵

دکسیات اُس وقت ہوئے گیو اندھ غبار

یعنی۔گورو صاحب تلوار کے وار سے قبل ہی وفات پاگئے۔اور آپ کا سر خودبخود تن سے جدا ہو گیا۔

گیانی گیان سنگھ جی نے پنتھ پرکاش کے دوسرے ایڈیشن میں یہ بیان کیا ہے کہ:

انیا وک گور بچن کہہ کر جب سر نیائے

دھر پو سیس رنج دھرلیے دیئے پران اٹھائے

پکھ جلاد سبھے بھیو کھڑا ہتھ جو پاس

تیغ چلائی سر جھیٹو دھڑتے جدا انہاش

یعنی گورو صاحب کی موت تلوار کے وار سے قبل ہی واقع ہو گئی تھی اور جلاد یہ دیکھ کر حیران ہو گیا تھا اور اس نے بعد میں آپ کے مردہ جسم پر تلوار چلائی اور آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

یاد رہے کہ پنتھ پرکاش کے دوسرے ایڈیشن کے بعد جس قدر بھی ایڈیشن شائع ہوئے۔ان میں اس واقع کو بدل دیا گیا اور یوں لکھ دیا گیا کہ:

سکھن سہت جبہے نورنگ کا کہیا نہ گور ادھاریو

منی رام بھائی دیالہ کو نورنگ دکھ دے ماریو!

دتی دوس گور گوردتے کو گوریائی دے کے

پورا نند گور دسم ہیت بیٹھ دیو مدمن کھے کے

مگھر شدھی پنچمی ستراں سے بتیس دوپہریں

بھیو شہید نومے گورو جب تب مچیو شہر میں قہریں

۱۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر بسرام ۱۲ صفحہ ۱۱۹

ہے ہے سب جگ ماہی شبد بھاجے سرلوکیں
اسی پاپ نے چوغتیوں کا نشٹ کریو سب تھوکیں[1]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کی موت اورنگ زیب کے حکم سے واقع ہوئی تھی اور آپ کو اورنگ زیب کا کہنا نہ ماننے کے جرم میں قتل کر دیا گیا تھا۔

پنتھ پرکاش کی یہ تبدیلی اس بات کی دلیل ہے کہ سکھ لوگ اورنگ زیب کو بدنام کرنے کی غرض سے اپنی کتب میں تحریف کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ گیانی جی نے گورو تیغ بہادر کے ساتھ ان کے بعض سکھوں کا بھی اورنگ زیب کے حکم سے مارا جانا بیان کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ گورو صاحب کے تمام ساتھی آپ کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ اس بارہ میں خود گورو صاحب کا اپنا قول گورو گرنتھ صاحب میں موجود ہے:

سنگ سکھا سب تج گئے کوؤ نہ نبہیو ساتھ
کہیو نانک ایہہ بپت میں ٹیک ایک رگھو ناتھ[2]

یعنی: میرے تمام ساتھی میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ اب سوائے خدا کے میرا اور کوئی سہارا نہیں ہے۔

بعض سکھ ودوانوں نے بھی گورو صاحب کے ساتھیوں کا انہیں اکیلا چھوڑ جانا بیان کیا ہے[3]۔

(۳) بھائی جودھ سنگھ جی منیجر سری گورمت پستک بھنڈار نے گورو صاحب کے اس واقعہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

۱۔ پنتھ پرکاش چھاپہ ٹائپ بسرام ۱۹ صفحہ ۱۳۵
۲۔ گورو گرنتھ صاحب محلہ ۹ صفحہ ۱۴۲۹
۳۔ دس گورو جوت پرکاش صفحہ ۱۷۴

پاپی جبدوں تلوار سی ہتھ لئی
ڈگی دھرت پر ہوئے حیران جانی
وار دوجی جاں گھچی میان تھیں سی
بجلی مشکلدی جویں آسمان جانی

سیس گورو دا پہلے اڈ گیا
جان کنب گئی نگہبان جانی
دنگ رہا جلاد ایہہ دیکھ کوتک
عرض کیتی سو ہو حیران جانی
سنو شاہ جہان سلطان سائیاں
ہویا دیکھ کے ہیں پریشان جانی
حضرت نہیں شمشیر دا وار کیتا
سیس پہلوں ہی ہویا روان جانی
ہکا بکا ہیں رہا ہاں دیکھ کے تے
پتہ لگا نہ مول پچھان جانی

بھائی جودھ سنگھ جی کے اس بیان سے بھی گورو صاحب کا تلوار کے وار سے قبل ہی وفات پا جانا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

لوک ہزاروں سن سن آئے
دور دور سب برج ہٹائے

۱۔ سری کلغی دھر بلاس صفحہ ۳۷

ہندو برنے ترک سمدائے
کھرے بازار بکھے بسمائے
نکٹ کوپ سنگھ تس تھل گئے
جبل نکسائیو مجن بھجے
نکٹ بشپ بوہڑ کیرا،
آئے تہاں ڈھگ پربھ تس ہیرا
کہیو جبہہ ہم سیس نوائے
تب دیہو تم تیغ چلائے
ام کہہ ستگور تردر ترے
بیٹھ اڈول پاٹھ جپ کرے
سوا پہر جب دن چڑھ آئیو
بھوگ پائے تب سیس نوائیو
سید تب کرکے بل بائیو
تیغ پہ ملار تاک گرائیو
کری چلاون گئی نہ ہتہ لوں
دھرتے سیس اتہ گیھو پہلوں[۱]

اس سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ گورو صاحب تیغ کا وار لگنے سے قبل ہی وفات پاگئے تھے۔ کوی پریم سنگھ نے جو کچھ لکھا ہے وہ اصل میں گور پرتاپ سورج گرنتھ سے سرقہ کیا ہے۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ کا حوالہ ہم اس سے

۱۔ گورپور پرکاش محل ۹ مندر ۱۲ صفحہ ۹۴۲

قبل بیان کر چکے ہیں۔

(۵) ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

"سری گوروارجن دیو صاحب اور سری گورو تیغ بہادر نے حکام کے سامنے خدا سے دوسرے درجہ پر یقین کر کے تجبر نہیں کیا۔ اور فیصلہ ہونے سے قبل وفات پا گئے"[1]

(۶) گیانی سردول سنگھ جی نے تیغ بہادر کے قتل متعلق بیان کیا ہے کہ:

"دوسرے دن کوتوالی میں بلا کر بادشاہ نے دریافت کیا کہ تم نے تیغ کی بہادری کون سی دکھائی ہے جس کی وجہ سے آپ کو تیغ بہادر کہا جاتا ہے۔ گورو صاحب نے جواب دیا کہ کاغذ پر تیغ بہادر کا نام لکھ کر تلوار کی دھار پر باندھ دیا جائے اور وہ تلوار ہماری گردن پر چلائی جائے بادشاہ کے حکم سے کاغذ پر نام لکھ کر تلوار کی دھار پر باندھ دیا گیا اور مغل سپاہی نے تلوار چلائی وہ ابھی لگنے ہی نہ پائی تھی کہ گورو صاحب کا سر خود بخود تن سے جدا ہو گیا"[2]

(۷) جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ میں مرقوم ہے کہ:

"اورنگ زیب کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگا کہ اس نے تیغ بہادر نام کیوں رکھا ہے۔ اس نے کون سی بہادری دکھائی ہے ..... گورو صاحب نے کہا کہ یہ جسم کا نام ہے ..... ہمارے جسم کا نام جس وجہ سے رکھا گیا ہے وہ بھی سن لیں۔ ایک بہت تیز تلوار لے کر اس پر کاغذ لپیٹ دیں اور اس پر دھاگہ سے بل بھی دے دیں، پھر کسی بہت بہادر اور تیغ کے دھنی کو تلوار دے دیں مگر تلوار کچا دھاگا کو بھی نہ کاٹ سکے گی ..... اگر تمہیں یقین نہ ہو تو آزمائش کریں .... آدم شاہ سید تلوار لے کر سب ملاں اور امراء کے ہمراہ آیا اور گورو صاحب سے کہنے لگا کہ کیوں بے فائدہ اپنی زندگی ضائع کر رہے ہو ...... گورو صاحب نے کہا کہ یہ تلوار تو کچا

---

۱ سکھ سوراج صفحہ ۱۳

۲ ۲۰۲ ۵ لیکچر صفحہ ۱۸۲

دھاگا بھی نہیں کاٹ سکے گی۔ تم کیا کہتے ہو۔۔۔۔۔ سید نے تلوار کا وار کیا۔ مگر تلوار ابھی گردن پر نہیں پہنچی تھی کہ آپ کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس سید نے خیال کیا کہ میرا وار خالی گیا ہے[1]۔

بھائی پرتاپ سنگھ جی گیانی نے گورو گوبند سنگھ جی کے سوانحی حالات پر مشتمل ایک کتاب "دسمیش چمتکار" کے نام پر تصنیف کی ہے اس میں ایک مقام پر گورو تیغ بہادر سے متعلق یہ مرقوم ہے کہ گورو صاحب کا سر تلوار کے وار سے قبل ہی جدا ہو کر ایک سکھ کے دامن میں آ گیا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"(جلاد نے) ابھی وار کرنا چاہا ہی تھا کہ گورو صاحب کا سر تن سے جدا ہو کر سکھ کے دامن میں آ گیا تھا۔ اس جلاد نے یہ خیال کیا کہ تلوار کا وار خالی گیا ہے[2]"

ایک اور کتاب جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ میں مرقوم ہے کہ:

"تلوار ابھی گردن تک نہیں پہنچی تھی کہ پہلے سر اڑ کر سکھ کے دامن میں آ گیا اور وہ سکھ اس سر کو لے کر بھاگ گیا۔ کسی نے اسے دیکھا تک بھی نہ[3]"

ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ گورو تیغ بہادر تلوار کا وار ہونے سے قبل ہی وفات پا گئے تھے یعنی قبل اس کے کہ آپ کا سر تلوار کے وار سے تن سے جدا ہوتا آپ کی حرکت قلب بند ہو گئی اور آپ فوت ہو گئے۔ اس روایت کے مطابق گورو تیغ بہادر کے قتل کی ذمہ داری اورنگ زیب پر عائد نہیں کی جا سکتی کیونکہ اول تو وہ تلوار گورو صاحب کو قتل کرنے کی غرض سے نہیں چلائی گئی تھی۔ دوسرے آپ تلوار کے وار سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔

۱۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۱۰۲
۲۔ دسمیش چمتکار صفحہ ۸۷
۳۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۱۰۳

دوسری جعلی روایت

سکھ کتب میں گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق دوسری روایت یہ بیان کی گئی ہے کہ اورنگ زیب نے گورو صاحب سے معجزہ طلب کیا تھا۔ مگر آپ نے معجزہ دکھانے سے انکار کر دیا تھا۔ آخر بادشاہ کے اصرار پر آپ اس امر کے لئے تیار ہو گئے۔ اور آپ نے کہا کہ میرا معجزہ یہ ہوگا کہ کوئی تیز سے تیز تلوار منگوائی جائے۔ اور کسی تیغ کے دھنی کے ہاتھ میں دے دی جائے وہ ہماری گردن پر وار کرے۔ مگر ہمارا سر تن سے جدا نہ ہوگا۔ لیکن جب اس کی آزمائش کی گئی اور آپ پر تلوار سے وار کیا گیا تو آپ کا سر قلم ہو گیا۔ چنانچہ بھنگو رتن سنگھ جی نے اس روایت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ:

تب ست گورو جی جانیو سماں پہنچیو آئے
سو اب ڈھیل نہ چاہیئے ایہہ بدھ سیس لگائے

تب ست گورنے ایس اچاہدا، ہمرا اشٹ دیکھو تم بھادا
کرامات ہم ایس دکھائی ہمرا سر تو پاویں ناہی
ہمرے سر کو تیغ لگوہیئے کٹے نہ سو کرامات دیکھئے
تلوار تکھی کوؤ لیاؤ بسیں چلوئیو تسے جو کٹت ہمیش

ایسے ایسے بچن کر گور بیٹھے چڑکی نہلائے
تیغ لگوائی سیس نج ایسے چھل کے دائے
ایسے چرت سنگور کیو بھیو ترک پشیمان،
نورنگ تب جھوریو ہم سکے نہ چرت پچھان[1]

۱۔ پراچین پنتھ پرکاشش صفحہ ۲۴ - ۲۵

بھنگو رتن سنگھ جی نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد وسم گرنتھ کا یہ حوالہ بھی نقل کیا ہے کہ:

ٹھیکر پھوڑ دلیس پر پربھ پور کیا پیان
تیغ بہادر سی کریا کری کنہوں نہ آن

وسم گرنتھ کے اس قول میں بھی گورو تیغ بہادر کی موت کا فاعل خود گورو صاحب کو ہی بیان کیا گیا ہے۔ گویا کہ بھنگو جی کا بیان گورو جی کے اس قول کی تشریح ہے۔ یاد رہے کہ بھنگو جی کا پراچین پنتھ پرکاش سکھوں میں خاص درجہ رکھتا ہے۔

(۲) سنت سورج سنگھ جی گیانی نے گورو تیغ بہادر کے حالات کا تذکرہ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ:

"اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر صاحب کو بلا کر پھر کہا کہ یا کرامات دکھاؤ یا دین قبول کرو..... گورو صاحب کے شانت دل کو ذرہ بھی خوف نہ آیا اور کاغذ کا ایک پرزہ اورنگ زیب کے ہاتھ میں دیکر کہا کہ اگر اسے میرے گردن پر رکھ کر زور سے تلوار چلائی جائے تو مجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی بادشاہ نے ایسا ہی کیا۔ تلوار لگنے کی دیر تھی کہ سر تن سے جدا ہوا نظر آیا۔ اور خون کے فوارے چھوٹ گئے۔"

ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

"بادشاہ کی منشا کے مطابق ان ذمہ دار حکام نے گورو صاحب کو بغاوت کا مجرم قرار دے کر کہا کہ:

کے دھن دیہو اپار

۱۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۴۲

۲۔ رسالہ پھلواڑی اتہاس نمبر سنہ ۱۹۳۰ء

کے دکھلا دہو کرامات

تب ہووے چھٹکار

گورو صاحب نے جواب دیا کہ:

دھن شاہن پر ہوت ہے

کرامات کو پیر

ہم تو داس گوبند کے

دھریں آس رگھبیر (کوی سوندھا)

۔۔۔۔۔

آخر گورو صاحب نے یہ فرمایا کہ:

"ہمارے پاس تو صرف خدا کے نام کی کرامت ہے تم ہماری گردن پر ظلم کی تلوار چلانا چاہتے ہو۔ لیکن یہ سچ کو کبھی بھی نہیں کاٹ سکے گی"[۱]

اس کے آگے سردار صاحب نے جلاد کا تلوار چلانا اور گورو صاحب کا سر کٹ جانا بیان کیا ہے[۲]۔

(۳) سردار خزان سنگھ جی نے اس روایت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ

The majority of the authors say that when Aurang-zeb insisted upon it, the Guru told him that he was going to work a miracle. He was then brought before the Emperor and all the courtiers were sent for to witness the performance. He said that the duty of man was simply to pray and obey the commands of the Lord, but as His Majesty wanted to witness a miracle, he was going to comply with his

---

۱۔ تواریخ سری گورو خالصہ صفحہ ۸۳۰

۲۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۵۶ء

orders. He then wrote on a piece a paper and tied it round his neck, declaring that it was charmed and that the effect of a sharp sword falling upon it should be tried. The executioner was summoned to test the effect of the charm. When the blow was given, the head of the Guru, to the amazement of the court, fell into the lap of a Sikh who had arrived from Anandpur to take it there. The paper was then read and it contained the following words : 'Sir dadam magar sir-i-khuda na dadam' meaning, that he had given his head, but not God's secret.''[1]

یعنی: اکثر مصنفین یہ بیان کرتے ہیں کہ جب اورنگ زیب نے گورو صاحب سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے کہا کہ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ خلوص دل سے خدا کی عبادت کرے اور اس کی آزمائش نہ کرے۔ چونکہ بادشاہ مجھ سے معجزہ دیکھنے پر مصر ہے۔ اس لئے میں یہ معجزہ دکھلاتا ہوں کہ ایک کاغذ کے پرزہ پر میں کچھ لکھتا ہوں اور اسے اپنی گردن پر باندھ لیتا ہوں۔ آپ کوئی تیز سے تیز تلوار میری گردن پہ چلوائیں۔ میرا سر تن سے جدا نہ ہوگا۔ مگر جب بادشاہ نے تلوار چلوائی تو آپ کی گردن کٹ گئی۔ اور جب وہ کاغذ پڑھا گیا تو اس میں یہ مرقوم تھا کہ "سر دیا مگر خدا کا بھید نہ دیا"۔

(۳) مسٹر کننگھم نے بھی اس روایت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے:

"At Delhi, the story continues, he was summoned before the emperor, and half-insulting, half-credulously, told to exhibit miracles in proof of the alleged divinity of his mission. Teg Bahadur answered that the duty of man was to pray to the Lord ; yet he would do one thing, he would write a charm, and the sword should fall harmless on the neck around which it was hung. He placed it around his own neck and inclined his head to the executioner : a blow severed it, to the

---

1. *History and Philosophy of the Sikh Religion*, p. 161.

surprise of a court tinged with superstition and upon the paper was found written, 'sirr dia, sirr na dia,' he had given his head but not his secret.''[1]

یعنی: دہلی کے متعلق یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ اورنگ زیب نے گورو صاحب سے معجزہ طلب کیا۔ گورو صاحب نے کہا کہ انسان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ خدا کی عبادت کرے جب بادشاہ نے اصرار کیا تو گورو صاحب نے کہا کہ میں ایک کاغذ کا پرزہ لکھ کر اپنی گردن پر باندھ لیتا ہوں۔ میری گردن پر تلوار چلا دے۔ مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا جب اس کی آزمائش کی گئی تو گورو صاحب کا سر قلم ہوگیا اور جب وہ کاغذ پڑھا گیا تو اس پر یہ مرقوم تھا کہ "سر دیا پر بھید نہ دیا"۔ اس طرح گورو صاحب کی موت واقع ہوگئی۔

کننگھم کی ہسٹری کے بارہ میں ایک سکھ وودان نے یہ لکھا ہے کہ:

"یہ کتاب سکھ تاریخ کی سب سے اچھی کتاب تسلیم کی جاتی ہے[۲]"

(۴) عمدۃ التواریخ میں گورو تیغ بہادر کی وفات کے بارہ میں یہ مرقوم ہے کہ "بادشاہ کے آدمی کرامت اور معجزہ دیکھنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے اصرار پر گورو صاحب نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک رقعہ اپنے دستخط سے لکھ کر تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جس شخص کی گردن پر یہ رقعہ باندھ دیا جائے اور وہ لڑائی میں جائے مگر اسے تیر و تفنگ کا کوئی زخم نہ لگے گا۔ اس امر کی آزمائش کے لئے پہلے میں خود اپنی گردن پر اسے باندھتا ہوں۔ چاہے کوئی سپاہی جو بہادر ہو تلوار کی ضرب لگائے۔ اس سے جھوٹ اور سچ ظاہر ہو جائے گا۔ گورو صاحب نے اس رقعہ کو اپنی گردن پر باندھ کر فرمایا کہ اب وقت ہے۔ بے خوف ہو کر کاری ضرب لگاؤ۔ تلوار کی ضرب لگنے کے ساتھ ہی سر تن سے جدا

1. *History of the Sikhs*, p. 65.

۲۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ صفحہ ۲۹۰

ہوگیا۔"

پروفیسر سندر سنگھ ایم ایس سی نے لکھا ہے کہ:

"فارسی میں دبستان مذاہب اور عمدۃ التواریخ اچھی کتابیں ہیں"[2]

(۵) لالہ دولت رائے نے بھی گورو گوبند سنگھ جی کی سوانح عمری میں ایک مقام پر گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق یہی روایت نقل کی ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں کہ

"کرامات کے بارہ میں کہا کہ اگرچہ کرامات دکھانا خدا کے حکم اور قانون میں دست اندازی کرنا ہے اور فقراء کا کام ہے کہ اس کی رضا پر شاکر اور صابر رہیں۔ فقیروں کا یہ کام نہیں کہ خدا کی قدرت میں دخل دیں...... تاہم ایک کرامت آپ کی تسلی کے لئے دکھائی جاتی ہے یہ پرچہ کاغذ کا میری گردن پر باندھ کر زور سے تلوار ماری جائے۔ تو مجھے کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا۔ چنانچہ اس کرامات کی آزمائش کی گئی تو تلوار پڑتے ہی گورو صاحب کا سر گردن سے جدا ہوگیا اور اس مردہ تن سے خون کا فوارہ زمین پر گرنے لگا۔"[3]

ان تمام حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ گورو صاحب نے خود ہی اپنی مرضی سے اپنی گردن پر تلوار چلوائی تھی اور نگزیب کا منشا آپ کو قتل کرنا نہ تھا وہ آپ سے صرف معجزہ دیکھنے کا خواہشمند تھا۔ اگر گورو صاحب اپنا یہ معجزہ بیان نہ کرتے تو آپ پر تلوار کے چلائے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ بھنگو رتن سنگھ ایسے سکھ مصنف کے نزدیک تو گورو صاحب نے یہ ایک چھل (فریب) کیا تھا جسے اورنگزیب نہ سمجھ سکا اور وہ گورو صاحب کی موت پر حیران ہوا۔ الغرض اس روایت کی رو سے بھی گورو

۱۔ عمدۃ التواریخ صفحہ ۵۰ دفتر اول

۲۔ مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۷

۳۔ سوانح عمری گورو گوبند سنگھ صفحہ ۱۰ گورمکھی ایڈیشن صفحہ ۱۱۳

تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے ذمہ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس کے باوجود جو لوگ اورنگ زیب کو گورو تیغ بہادر کا قاتل گردانتے ہیں وہ خود اپنے بزرگوں کی تکذیب کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

تیسری روایت

گورو تیغ بہادر کے قتل سے متعلق ہم سکھ کتب سے اور دوسری تاریخی کتب سے دو روایات اس سے قبل بیان کر چکے ہیں۔ گو ہماری تحقیق کے مطابق یہ دونوں روایتیں بعد میں سکھ کتب میں داخل کی گئی ہیں تاہم ان دونوں سے سکھوں کے اس الزام کی تغلیط ہو جاتی ہے کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو قتل کروایا تھا۔ ان کے علاوہ ایک اور تیسری روایت بھی سکھ کتب میں مرقوم ہے اور وہ یہ ہے کہ گورو صاحب نے اپنے سکھ سے کہا تھا کہ میں اپنا سر جھکاتا ہوں تم تلوار سے اسے تن سے جدا کر دو۔ اس سکھ نے پہلے تو اس سے انکار کیا تھا مگر بعد میں گوروجی کے سمجھانے سے تیار ہو گیا تھا۔ اور اس نے گورو صاحب کے حکم کی تعمیل میں تلوار سے ان کی گردن کاٹ دی تھی۔ اس روایت کے بیان کرنے والے وہ لوگ ہیں جو گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ کے زمانہ میں ہوئے ہیں۔ چنانچہ بھائی منی سنگھ تحریر فرماتے ہیں کہ

"بادشاہ نے دریافت کیا کہ آپ کا نام تیغ بہادر کیوں ہے آپ نے کس جگہ تیغ کی بہادری دکھلائی ہے؟ گورو صاحب نے کہا کہ تیغ بہادر اب ظاہر ہو گیا ہے۔ ایسی تیغ کی بہادری دکھلاؤں گا کہ گائے اور براہمن کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ تیرے عدل کی جگہ بدامنی پھیلا دوں گا۔ تیرے صوفیا کی جگہ نشہ پینے والے مامور کر دوں گا۔ آپ کے مذہب کی گھوڑی پر سواری کروں گا۔ اس وقت تو تم پچھتاؤ گے۔ تب بادشاہ نے کہا کہ ان کو حوالات میں دے

دو۔ ہمیں معجزہ دکھلائے گا تو چھوڑیں گے ..... پھر ایک اور سکھ گورو صاحب کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ غریب نواز مجھے حکم دیجئے میں لاہور اور دہلی کو ٹکرا دوں کا بچن کیا کہ ان کو جھوٹا کرکے ان سے چیز واپس لینی ہے۔ تجھے سمندر سے ایک قطرہ حاصل ہوا ہے۔ تم اسے یاد رکھو کسی کو دکھ نہیں دینا جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کے حکم کے ماتحت ہوتا ہے۔ گورو گھر میں سب کچھ ہے۔ انہوں نے بھنگ پلا کر بابا نانک سے راج لیا ہے۔ ہم اب سر دے کر واپس لیں گے۔ پھر گورو صاحب نے یہ شلوک لکھ کر گورو گوبند سنگھ جی کے پاس بھیجا:

پل چھٹکیو بندھن پرے
کچھ نہ ہوت اپائے،
کہہ نانک اب اوٹ
ہر گج ہوئے سہائے

پھر ایک راجپوت کو حکم دیا کہ ہم پر تلوار چلاؤ۔ تب اس نے تلوار چلائی اور گورو صاحب کا سر تن سے جدا ہو گیا[1]۔

بھائی منی سنگھ جی سکھوں کے ایک مسلّمہ بزرگ اور مشہور ودوان گزرے ہیں آپ گورو گوبند سنگھ جی کے کاتب تھے۔ آپ سے متعلق سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ رقم فرماتے ہیں:

بھائی منی سنگھ جی کسووال گاؤں کے (جس کے ریاست پٹیالہ میں سنام کے پاس اب کھنڈرات دیکھے جاتے ہیں) باشندہ دولت چودھری کالے کا بیٹا۔ اس کی عمر ابھی پانچ سال کی تھی جب اس کے باپ نے اسے گورو تیغ بہادر کی نذر کر دیا تھا۔ یہ بچپن سے ہی گورو گوبند سنگھ کی خدمت میں رہا اس نے کلغی دھر سے امرت چھک کر سنگھ کا لقب اختیار کیا[2]۔

۱۔ بھگت رتنا دلی مطبوعہ ۱۸۹۳ء صفحہ ۱۶۵/۱۶۶ ۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۲۸۴۶

اس سے ظاہر ہے کہ بھائی منی سنگھ بچپن سے گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ کی خدمت میں رہے۔ اس لئے آپ کی شہادت معمولی قسم کی شہادت نہیں۔ جس کتاب سے یہ اقتباس پیش کیا گیا ہے وہ آپ کی تصنیف بیان کی جاتی ہے چنانچہ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ تحریر فرماتے ہیں:

"شہیدیان بھائی منی سنگھ صاحب نے جو بھائی گورداس صاحب کی گیارھویں وار کا ٹیکہ (ترجمہ) لکھا ہے۔ اس میں چھ گورو صاحبان کے چیدہ چیدہ سکھوں کے نام ہیں۔ اس کا نام بھگت رتناولی ہے۔ اس کا دوسرا نام سکھوں کی بھگت مال ہے۔"[۱]

الغرض بھائی منی سنگھ جی سے بڑھ کر سکھوں کے نزدیک گورو تیغ بہادر کے حالات سے اور کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ آپ نے گورو تیغ بہادر کے قتل کی جو تفصیل بیان کی ہے وہ ہم نقل کر چکے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے حکم سے یا ایما سے نہیں ہوا۔ اور نہ اورنگ زیب کی خواہش گورو صاحب کو قتل کرنے کی تھی، بلکہ وہ گورو صاحب سے کوئی معجزہ دیکھنا چاہتا تھا۔ اورنگ زیب کے اس مطالبہ کا گورو صاحب پر جو اثر ہوا وہ ان کے ارشاد "پل چھٹکیو بندھن پرے کچھ نہ ہوت اپائے۔" سے ظاہر ہے گویا کہ آپ فبھت الذی کفر کا مضمون بن کر رہ گئے۔ آخر آپ نے یہی فیصلہ کیا کہ اپنی جان دے دی جائے۔ اس پر آپ نے اپنے سکھ کو تلوار چلانے کا حکم دیا اور اس نے آپ کے حکم کی تکمیل میں تلوار سے آپ کی گردن کاٹ دی۔

ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ دسم گرنتھ، گورو گرنتھ صاحب، واراں بھائی گورداس اور دوسری پراچین سکھ کتب میں گورو تیغ بہادر کی موت کا فاعل خود گورو

۱۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۳۷۴

تیغ بہادر کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر ان کے اس فعل کی تفصیل نہیں دی گئی۔ اگر بھائی منی سنگھ جی کی بیان کردہ تفصیل کو ان حوالہ جات سے ملا کر پڑھا جائے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے اور واضح ہو جاتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے حکم سے نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ اگر گورو تیغ بہادر اورنگ زیب کے حکم سے قتل کئے گئے ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ گورو گوبند سنگھ جی دسم گرنتھ میں یہ واضح طور پر نہ لکھ دیتے کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے پر قتل کروا دیا تھا۔ اور اگر گورو گوبند سنگھ جی کے نزدیک گورو تیغ بہادر جی اورنگ زیب کے حکم سے قتل کئے گئے ہوتے تو یہ محال امر ہے کہ بھائی منی سنگھ جی گورو گوبند سنگھ جی کے منشا کے خلاف ایک ایسی روایت نقل کرتے جو نہ صرف یہ کہ اورنگ زیب کو گورو صاحب کے قتل سے بری قرار دیتی ہے بلکہ گورو گوبند سنگھ جی کی بھی تکذیب کے مترادف ہے۔ پس اس صورت میں یہی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بھائی منی سنگھ جی کی روایت گورو گوبند سنگھ کی منشا کے خلاف نہیں۔ بلکہ اس میں ایک اصلیت بیان کی گئی ہے۔

یاد رہے کہ بھائی منی سنگھ جی کی تصنیف بھگت رتناولی کا ایک ایڈیشن ۱۹۱۲ء میں وزیر ہند پریس امرتسر سے شائع ہوا تھا۔ اس میں سے تیغ بہادر کے قتل کی یہ تفصیل حذف کر دی گئی ہے۔[1]

بھگت رتناولی کے اس ایڈیشن کا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی موجود ہے فی الواقعہ اس میں سے یہ حصہ محذوف ہے اس کی وجہ صاف ہے کہ اس کی موجودگی میں سکھ گورو تیغ بہادر کے قتل کی ذمہ داری اورنگ زیب پر نہیں ڈال سکتے تھے۔ اس لئے

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپادت جلد اول صفحہ ۱۹ و بھگت رتناولی شائع شدہ وزیر ہند پریس مطبوعہ ۱۹۱۲ء

انہوں نے اس حصہ کو کتاب سے خارج کرنے کی کوشش کی۔

(۲) بھگت رتناولی کے بعد اس سلسلہ میں دوسری کتاب گوربلاس پاتشاہی چھ ہمارے سامنے آتی ہے۔ اس میں گورو تیغ بہادر کے قتل کی تفصیل مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی ہے کہ:

چار سکھ تب ترت سدھا دیں
ایک ہی سکھ تدہی ٹھہرا دیں
تاں کے کہے نہ جاوے کوئے
رہے نکٹ گر راک چت ہوئے
تب شلوک کہے کرے اچارا
سنگ سکھا سب بھئے نیارا
ایک ٹیک رگھوپت کی ایہی
اور آس سب جن کی .ہی
پل چھنکیو بندھن پرے کچھ نہ ہوت اپائے
نانک تمری اوٹ ہر گج جیوں ہو سہائے

... ...

جب ایہہ پربھ نے بچن سنائے
تب گور سکھ کو الیس الائے
جب ہوں آپن نواؤں سیس
مارو تیغ نہ دھرو کسیں!
تبہے سکھ دے بچن اچارے
گور کے ہنتے پاپ ہوئے بھارے

تب گور کہہ پاپ نہ کوئی
ہمرے نکٹ داس توہے ہوئی
تنہے سکھ ایس کہیو موہے ترک دکھ دیں
تب گور کہیا ہم سنگ ہی ترک تجھ کو ئیں
اس کہہ کرے شلوک اچارا
اگر نین بھگونت نہارا
رام نام اَر ہیو پرو ئے
جا کے سم جگ میں نہیں کوئے
جہہ سمرت سنکٹ مٹ جاویں
درس تہاروں پربھ جی جاویں
ایہہ بھاکھ گورسیں نوائے
سن بدھیا سکھ تیغ چلائے
جو گور کے پہرو ہوتے تن کی تیغ گہائے
گور کو ہت بچ پران تج گو رہی سنگ سدھائے[۱]

یعنی: گورو صاحب کے باقی تمام ساتھی بھاگ گئے۔ صرف ایک سکھ ہی آپ کے پاس رہ گیا۔ آپ نے کہاکہ میرے تمام ساتھی میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اب صرف خداتعالیٰ کا ہی بھروسہ ہے۔ وہی مجھے اس مصیبت سے رہائی دلا سکتا ہے۔ اس کے بعد گورو صاحب نے یہ شلوک اچارن کیا کہ میری تمام طاقت سلب ہو گئی ہے اور میں پکڑا گیا ہوں اب مجھے رہائی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی آخر

۱۔ گدر بلاس پاتشاہی چھ ادھیائے۔

گورو صاحب نے کچھ اور شلوک اچارن کیئے اور اپنے ساتھی سکھ سے کہا کہ جب ہم اپنا سر جھکائیں آپ سب دھڑک ہوکر تلوار چلا دیں۔ اس نے جواباً عرض کیا کہ گورو کو قتل کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ میں اس گناہ کا کیونکر مرتکب ہو سکتا ہوں۔ گورو صاحب نے اسے تسلی دی۔ اور کہا کہ چونکہ یہ کام آپ میرے حکم کی تعمیل میں کریں گے۔ اس لئے آپ پر اس کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ بلکہ آپ کا یہ فعل آپ کو ہمارے اور بھی قریب کر دے گا۔ تب اس نے پہرے داروں کی تلوار چھین لی۔ اور اس سے گورو صاحب کا سر بھی تن سے جدا کر دیا اور خود بھی ختم ہوگیا۔

اس گوربلاس کے چھاپہ پتھر کے ایڈیشن میں ایک تصویر بھی دی گئی ہے۔ جس میں گورو صاحب سکھ کا آپ کے حکم سے تلوار چلا کر آپ کا سر قلم کرنا دکھایا گیا ہے۔

یاد رہے کہ یہ گوربلاس سکھوں کی ایک مشہور اور مستند کتاب ہے۔ چنانچہ سنت ٹہل سنگھ نے لکھا ہے کہ:

"گوربلاس پاتشاہی چھ (سری گورو ہرگوبند کا گوربلاس)، جس میں بھائی منی سنگھ اور بھائی بھگت سنگھ کی گفتگو درج ہے اور ساتھ ہی دوسرے سننے والے ان کے گورو بھائی دھرم سنگھ ہیں۔ ان کے چیلے بھائی سوہن نام کے شاعر نے اس گوربلاس کو پندرہ ماہ جیٹھ ۱۷۷۵ بکرمی (۱۷۱۹ء) کو شروع کر کے ۲۱ ساون ۱۷۷۵ بکرمی (۱۷۱۸ء) کو ختم کیا۔ اس کتاب سے قبل گورو صاحبان کی ایسی تاریخی کتاب اور کوئی نہیں۔ اس لئے یہ مستند ہے۔ کیونکہ یہ کتاب گورو گوبند سنگھ کی وفات کے دس سال بعد (اور تیغ بہادر کے قتل سے ۴۴ سال بعد) لکھی گئی ہے۔"

اس کتاب کے آخر میں اس کے لکھے جانے کی تاریخ مندرجہ ذیل بیان کی گئی ہے

۱۔ راگ مالا منڈن صفحہ ۸۲

ستراں سے بیتے تبھے برکھ پچھتر جان
ساون ماس اکیس دن کہیو سکھ پچھان
سدی پکھ دن پنچمی سری گور کے پرساد
پائے بھوگ گور گاتھ کا کر کوتا اہلاد[1]

الغرض یہ کتاب بھی سکھوں کی ایک مستند اور مسلمہ کتاب ہے۔ اس سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے حکم سے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ گورو صاحب کے ایک سکھ نے گورو صاحب کے حکم سے یہ کام سرانجام دیا تھا۔ اور اس طرح گورو صاحب خود ہی اپنی موت کا باعث بنے تھے۔

(۴) گورو تیغ بہادر کے قتل کے سلسلہ میں ایک اور کتاب گور بلاس پاتشاہی دس پیش کی جاتی ہے یہ بھی سکھ تاریخ کی ایک پرانی کتاب ہے جو ۱۸۵۴ بکرمی (۱۷۹۷ء) کی تصنیف ہے۔ سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ نے اس سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ "گوری سکھا سنگھ آپ کی پیدائش ۱۸۲۴ بکرمی (۱۷۶۷ء) میں ہوئی۔ آپ کیس گڑھ صاحب کے گیانی تھے آپ نے ۱۸۵۴ بکرمی (۱۷۹۷ء) میں گورو گوبند سنگھ کا گور بلاس تصنیف کیا تھا۔ آپ کی وفات ۱۸۹۵ بکرمی (۱۸۳۸ء) میں ہوئی تھی"[2]

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ:

"انند پور کے باشندہ بھائی سکھا سنگھ نے گورو گوبند سنگھ کا گور بلاس ۱۸۵۴ بکرمی (۱۷۹۷ء) میں تصنیف کیا تھا"[3]

۱۔ گور بلاس پاتشاہی چھ صفحہ ۲۰۰ چھاپہ پتھر
۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۶۲۵
۳۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۵۱۲

اس کے آخر میں اس کتاب کے لکھے جانے کی تاریخ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

سمت سہس پوران کہیت تب
اردھ سہس پن چار گنت تب
کوار ودی پنچمی او وارا
گور ولاس لہیو اتارا[1]

الغرض یہ کتاب بھی سکھوں کی ایک مشہور تاریخی کتاب ہے۔ ہمارے پاس اس کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے اس میں گورو تیغ بہادر کے قتل کی بہت لمبی تفصیل بیان کی گئی ہے جو بھائی منی سنگھ اور گور بلاس پاتشاہی چھ کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق ہے اور اس کے آخر میں مرقوم ہے کہ:

بہادر سو تیغ
بچ مان بیگ
ہو جھکے آن
پربھ اک نرمان
اک دینا ناتھ
کہی سکھ گاتھ
جپ پڑھ ہر بین
بھئے دھیان لین
سکھ گھڑنگ کاڈھ

---

۱. گور بلاس پاتشاہی دس، ادھیائے ۲۰

کر چسدت گاڈھ

تب اڈا سیس

جھٹے روپ ایسٔ

یعنی: گورو تیغ بہادر نے اپنے ایک سکھ سے کہا کہ میرا سر تلوار سے قلم کر دو۔ اس نے گورو صاحب کے حکم سے تلوار چلائی اور آپ کا سر تن سے جدا کر دیا۔

(۳) سکھ تاریخ کی ایک مشہور کتاب مہا پرکاش ہے۔ یہ کتاب ۱۷۹۰ بکرمی مطابق ۱۷۴۱ء کی تصنیف ہے[۱]۔ اس کے مصنف باوا سروپ چند بھلے ہیں جو کہ سکھوں کے تیسرے گورو امر داس کی اولاد میں سے تھے۔ یہ کتاب ابھی تک قلمی نسخوں کی شکل میں چلی آ رہی ہے۔ سکھ ودوان اپنے مضامین اور تصانیف میں اس کے حوالہ جات بطور سند پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ بھائی ویر سنگھ جی نے گور پرتاپ سورج گرنتھ کی سمپادت کرتے ہوئے اس کے متعدد حوالہ جات بطور سند کے پیش کئے ہیں۔ اور سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ نے اس سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ

"مہا پرکاش ۔۔ بھلے صاحبزادہ سروپ چند کی نظم میں قلم بند کی ہوئی گورو نانک دیو کی جنم ساکھی، اور اختصار سے لکھا ہوا نو گورو صاحبان کا اتہاس اور بابا بندہ کے حالات[۳]۔"

بھائی ویر سنگھ جی نے اس بارہ میں یہ لکھا ہے کہ:

"دوسری کتاب مہا پرکاش سروپ داس والا ہے۔ اس کے بیان کردہ واقعات قابل تسلیم ہیں[۴]۔"

۱۔ گور بلاس پاتشاہی دس قلمی نسخہ صفحہ ۹۳ ۔ ۲۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپادت صفحہ ۵۰۱۲

۳۔ انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۲۸۰۳

۴۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپادت جلد اول صفحہ ۹

اس کتاب میں گورو تیغ بہادر صاحب کے قتل کی تفصیل یوں مرقوم ہے:

جب عہدی دلی کو چلا،
سری ست گور نکھی پاپ کی کلا
یہ سنکلپ من کو پر گٹانا
دھرم ہیت تن تیاگن ٹھانا
مست بھانگ پر دینا راجا
دسے سیس لہہ پنج بچن سماجا
دھرم ہیت سیس آپ دیتجے
بنجو تلک جگت رکھ لیجے
اک راجپوت لیا بلائے
چوکی مور رہے سیوک گے بھائے
کر بچن پربودھ دیال فن بھاکھی
یہ تلوار جو تم ہتھ راکھی،
یہ بجلی بھگوتی تیچھن دھارا
اک دھرم کاج تم کرو ہمارا
دھرم ہیت تن تیاگن چاہا
پنج سیوک جان ہمیں سو کہا
سن تاسے سنگا بڈھی سر نہ ملے گور کاج
کرپا دسٹ تا پر کری بھیا ہرنے گیان کماج
تب تن مون کہیا بے چارا
گور سب بدھ کہن کرادن یارا،

دیہہ اتیت برہم سکھ راسی
گورہما تاں کے من پرکاسی
گور بچن چلی کھنڈ کی دھارا
کر بچن سیس بھیاتن سونیارا
یہ دھرم ہیت پربھ ساکا کینا
سیس دیا پر سرہ نہ دینا[۱]

اس سے یہی واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کی موت ان کے ایک سکھ کے ہاتھوں اور ان کے حکم کے مطابق ہوئی تھی۔ اس میں اورنگ زیب یا اس کی حکومت کا کوئی دخل نہ تھا۔

(۵) پنڈت تارا سنگھ نروتم سکھوں کے مشہور و معروف ودوان گزرے ہیں ۔ آپ متعدد کتب کے مصنف تھے ۔سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ نے آپ سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

گرڈوڑی ضلع ہوشیارپور کے باشندہ سنت گلاب سنگھ کے چیلہ پنڈت تارا سنگھ نروتم آپ کو مہاراجہ نریندر سنگھ نے بہت عزت کے ساتھ پٹیالہ میں رکھا۔ آپ سنسکرت کے بہت بڑے ودوان تھے۔ سنت تارا سنگھ نے کئی اعلیٰ کتب تصنیف کی ہیں۔ آپ کی کتاب گورتیرتھ سنگرہ ۱۹۴۲ بکرمی (۱۸۸۵ء) کی تصنیف ہے[۲]:

پنڈت جی نے اپنی اس کتاب میں گورو تیغ بہادر کے قتل کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ان کے سکھ کے تلوار چلانے سے واقع ہوا تھا اور سکھ نے وہ تلوار آپ کے حکم سے چلائی تھی۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

۱۔ ہمارپرکاش قلمی صفحہ ۳۰۰ پنجاب پبلک لائبریری نمبر B232
۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف سکھ لٹریچر صفحہ ۱۷۵۷

"دہلی شہر بسیس گنج ۲ سکھ ۳ - اس مکان میں کوتوالی میں بٹھائے بہت تنگ کرنے سے بھی جب گورو دیئے قہربان کر کرامات دکھانا پسند نہ کیا تب اورنگ زیب نے سر قلم کرنے کا حکم دیا یہ سن کر گورو صاحب نے ایک سکھ کو حکم دیا کہ تو تلوار کھینچ سر ہم خود سرمد کی طرح اتار دیں گے۔ یہ سنکر سکھ نے تلوار کھینچی سمت ۱۷۳۲ بکرمی مگھر سدی پنچمی کو دوپہر دو گھڑی سر جدا ہو گیا[۱]۔"

اس حوالہ سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر جی نے خود ہی اپنے سکھ کو تلوار چلانے کا حکم دیا تھا۔

(۶) گیانی ٹھاکر سنگھ جی بھی سکھوں کے ایک مشہور ودوان گزرے ہیں۔ آپ بھی متعدد کتب کے مصنف تھے۔ آپ نے گورو تیغ بہادر کے قتل کا واقعہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

"آگرہ سے چل کر گورو صاحب شہر دہلی بازار چاندنی چوک کی کوتوالی میں رکے اور بہت دن گورو صاحب کو تکالیف دی گئیں۔ گورو جی سے بادشاہ کرامت مانگتا تھا۔ مہاراج نے فرمایا کہ کرامت قہر ہے۔ آخر حکم دیا کہ قتل کر دو۔ یہ حکم سن کر گورو صاحب نے اشنان کیا اور بڑ کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور جپ جی پاٹھ کر کے اپنے ساتھی سکھ سے کہا کہ تلوار چلا کر ہمارا سر قلم کر دو۔ یہ بھاٹ ابرتا کر اس دنیا سے چل دئے[۲]۔"

یاد رہے کہ گورو دوارے درشن بھی سکھوں کی ایک مشہور کتاب ہے چنانچہ ایک سکھ ودوان نے لکھا ہے کہ:

"یہ کتاب سکھ قوم کے لئے بہت مفید ہے۔ اور قیمتی ہیرا ہے اور تمام سنگھ سبھاؤں لائبریریوں گورودواروں، گیانیوں، راگیوں، مورخوں اور پرچارکوں کے پاس اسکا موجود ہونا نہایت ضروری ہے[۳]۔"

۱۔ گور تیرتھ سنگرہ صفحہ ۱۰۵   ۲۔ گورودوارے درشن صفحہ ۲۸۸

۳۔ خالصہ جی دے پنج ہیرے صفحہ ۲۵۲

(۷) ایک اور سکھ بزرگ سنت آتما سنگھ جی گیانی نے گورو تیغ بہادر کے قتل کا واقعہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

"سکھوں نے کہا کہ آپ تو خود ہی مسلمانوں کی قید میں آئے ہیں۔ تب حضور نے حکم دیا کہ جس کی مرضی ہو وہ چلا جائے۔ تب اور تو سب سکھ چلے گئے مگر ایک سکھ ان کے پاس رہ گیا۔ تب اپنی خواہش اور مرضی سے دھڑ اور سر کو جدا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور سچ کھنڈ میں چلے گئے"۔[1]

سنت آتما سنگھ جی گیانی کی مندرجہ بالا تحریر سے بھی گورو تیغ بہادر جی کا اپنی مرضی اور خوشی سے مرنا ثابت ہوتا ہے۔ اس کی موجودگی میں بھی ان کے قتل کی ذمہ داری اورنگ زیب پر عائد نہیں کی جا سکتی۔

(۸) غیر سکھ مصنفین نے بھی سکھوں کی اس روایت کو اپنی کتب میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ٹرمپ ایک جرمن ودوان تھے۔ آپ نے ۱۸۷۱ء (۱۹۲۸ بکرمی) میں گورو گرنتھ صاحب کے بعض حصوں کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ انہیں وزیر ہند نے اس کام پر لگایا تھا۔ آپ نے اس ترجمہ کے دیباچہ میں سکھ گورو صاحبان کے مختصر سوانحی حالات بیان کرتے ہوئے ان کی موت سے متعلقہ اس روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ:

When the Guru had come to Dilli, the Emperor had many disputations with him, and tried all means to bring him over to the Musalman faith. Teg Bahadur who was not a learned man nor conversant with disputations, gave no answer; and when the Emperor desired to see miracles from him, he remained silent. At last he was thrown into prison, with three disciples, and told he would not be set at liberty till he

---

[1] ساکھی پرمان صفحہ ۵۰۵

would not embrace the Musalman religion. When the Guru remained firm, they began to torture him. He managed to send a letter to his son Govind (Singh) at Anandpur, informing him of his helpless state. Govind answered him with a consolatory Dohra, but could do nothing for him. When no more hope was left for the Guru, two Sikhs fled and only one remained with him. Despairing of life, and being weary of the cruel treatment he had to suffer, he ordered the Sikh to cut off his head. He refused first to commit such a crime, but when the Guru pressed him hard, he at last struck off his head with a sword.[1]

Teg Bahadur died A.D. 1675.

ڈاکٹر ٹرمپ نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ گورو تیغ بہادر اپنے سکھ کو یہ تلقین کی تھی کہ وہ انہیں تلوار سے قتل کر دے۔ پہلے اس نے انکار کر دیا تھا بعد میں جب گورو صاحب نے اس پر زور دیا تو وہ گورو صاحب کے اس حکم کے مطابق عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ گورو صاحب نے گردن جھکائی اور اس نے تلوار سے گورو صاحب کا سر تن سے جدا کر دیا۔

(۹) مسٹر ہنری کورٹ نے ایک کتاب "ہسٹری آف دی سکھز" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں گورو تیغ بہادر کا قتل مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"One day Guru Teg Bahadur said to his disciple (Sikh): 'Now this is my desire, that I should leave my life; so when I tell you, do you with your hand, cut off my head.' He said, 'O Guru! how can this fearful thing be done by me? for I regard you as my saviour and my God. For me to cut off your head is out of the question; moreover, if anyone

---

1. *The Adi Granth* by Dr. Earnest Triumph, p. lxxxviii.

were to disturb a single hair of your head, I would, there and then, make a heap of dust of him.' The Guru said 'You have truly said, and I know that there is no deficiency is your devotion and love, but do you also consider this, that to disobey the order of a Guru is not the custom of a disciple; I say this to you with much affection that if you, according to my command, will cut off my head, and release me from this torment, then there will be no blame attached to you in this.' The Sikh, on hearing this, trembled and began to say in his heart, 'Alas, alas! now what shall I do? If I disobey the order,—then I will falsify my religion, and if I cut off the Guru's head, then I shall become a very great sinner.' The Guru, having narrated to him many proofs, at last made him agree to cut off his head. When the morning broke, then the Guru first bathed, and, having repeated the Japji, placed his head on the ground to do obeisance to his Lord; and then gave a sign, saying, 'O Sikh! fulfil the command.' The Sikh gave a blow with his sword and separated his head."[1]

اس حوالہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ گورو تیغ بہادر صاحب نے اپنے سکھ کو تلوار سے سر قلم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس نے انکار کیا تھا۔ اور کہا تھا کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ کا بال بھی بیکا ہو۔ چہ جائیکہ میں آپ کا سر قلم کر دوں۔ گورو صاحب نے اسے سمجھایا کہ ہمارے حکم کا انکار کرنا اچھا نہیں۔ اس پر وہ بہت گھبرایا اور گورو صاحب کے زور دینے پر وہ اس کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اپنی تلوار کے وار سے گورو صاحب کا سر قلم کر دیا۔

(۱) سکھاں دے راج دی وتھیا کا گورمکھی ایڈیشن لالہ شردھا رام نے تیار کیا ہے۔ یہ اصل میں کورٹ ہنری کے ترجمہ پر مشتمل ہے اور اسے شردھا رام نے گورنر پنجاب

1. *History of Sikhs* by Major Henry Court, p. 35.

کی تلقین پر تیار کیا تھا۔ چنانچہ اس کے دیباچہ میں مرقوم ہے کہ:

"یہ کتاب سری مہاراج رام دیال کرپا ساگر مسٹر میکلوڈ صاحب کی اجازت سے جو پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر ہیں۔ ۱۹۲۲ بکرمی مطابق ۱۸۶۶ء میں پنڈت شردھا رام نے جو علاقہ جالندھر کے شہر پھلور کا باشندہ ہے، تیار کی ہے۔"

اس کتاب میں گورو تیغ بہادر کے قتل کا واقعہ مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"گورو صاحب دہلی گئے۔ بادشاہ نے ان سے بہت تکرار اور بحثیں کیں اور کئی قسم کے مذہبی سوالات بھی کئے اور آخر میں یہ بھی کہا کہ آپ ہمارا دین قبول کر لیں۔ ورنہ جان سے مار دیا جائے گا۔ گورو تیغ بہادر سیدھا سادہ فقیر تھا۔ اور بھجن میں غرقاب رہتا تھا۔ اس کی باتوں کا کچھ بھی جواب نہ دیتا تھا۔ بلکہ اپنے دل میں اس کی زبردستی دیکھ کر ہنستا تھا۔ وہ زیادہ عالم نہ تھا اور نہ بحث مباحثہ کر سکتا تھا۔ بادشاہ نے پھر اس سے معجزہ طلب کیا مگر وہ خاموش ہو گیا...... گورو صاحب نے بہت تکالیف دیکھ کر آنند پور میں گورو گوبند سنگھ کی طرف ایک ارداس ارسال کی کہ ہمیں مسلمانوں نے بہت لاچار کر دیا ہے اس ارداس میں ایک دوہا بھی تھا۔

بل چھٹکیو بندھن پرے
کچھ نہ ہوت اپائے
کہو نانک اب اوٹ ہر
ہر گج جیوں ہوئے سہائے

مطلب اس کا یہ ہے کہ میری طاقت سب سلب ہو گئی ہے اور میں جکڑا گیا ہوں اب کوئی تدبیر رہائی کی نظر نہیں آتی۔ اب نانک کے قول کے مطابق

---

۱ سکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۲

صرف خدا کا سہارا ہے۔ جس طرح کرشن جی نے مصیبت زدہ ہاتھی کی مدد کی تھی
اسی طرح میری بھی مدد کرے گا۔ گوبند سنگھ یہ ارداس پڑھ کر بہت افسردہ ہوا۔
خواہ لاچاری کے سبب، خود تو نہ جا سکا لیکن ایک چھٹی اس کے جواب میں اس مطلب
کی ارسال کی کہ تم خود ہی طاقت رکھتے ہو جو مناسب ہو خیال کر لو۔ خدا آپ کے
ساتھ ہے۔۔۔۔۔ اس جگہ کی تکالیف دیکھ کر تو سکھ تو بھاگ گئے مگر ایک جو سچا
سکھ تھا گورو صاحب سے جدا نہ ہوا۔۔۔۔ ایک دن گورو تیغ بہادر نے اپنے
اس سکھ سے کہا کہ اب میری خواہش ہے کہ اپنی جان دے دوں۔ لہذا تو اپنے ہاتھ سے
جب میں کہوں میرا سر تن سے جدا کر دینا۔ اس نے کہا یہ عجیب بات مجھ سے کب
ہو سکتی ہے کیونکہ میں آپ کو اپنا مرشد تسلیم کرتا ہوں آپ کا سر قلم کرنا تو ایک طرف
رہا اگر کوئی میرے سامنے آپ کے سر کا بال بھی بینکا کرے میں اسے وہاں ہی مار ڈالوں
گا۔ گورو صاحب نے کہا کہ تو یہ بات سچ کہتا ہے اور میں اس سے بخوبی واقف ہوں
کہ تیری عقیدت اور محبت میں کوئی فرق نہیں۔ مگر اس بات پر بھی غور کرو کہ گورو
کے حکم سے انکار بھی سکھ کا دھرم نہیں۔ پس میں تجھے بڑی محبت سے کہتا ہوں کہ میرے
حکم کے مطابق میرا سر قلم کر کے مجھے اس مصیبت سے رہائی دلا دے۔ اس میں تجھ
پر کوئی گناہ نہیں۔ سکھ یہ بات سن کر کانپ گیا اور دل میں کہنے لگا کہ غضب ہو گیا۔
اب میں کیا کروں اگر حکم نہیں مانتا ہوں تو دھرم سے گر جاتا ہوں۔ اگر گورو کو قتل کرتا ہوں
تو بہت گنہگار بنتا ہوں۔ آخر کار گورو صاحب نے اسے سمجھا بجھا کر اس بات کے
لئے تیار کر لیا۔ جب صبح ہوئی تو گورو صاحب نے اشنان کر کے جپ جی کا
پاٹھ کیا۔ اور خدا کے حضور سجدہ کرنے کے لئے اپنا سر جھکایا اس وقت گورو صاحب
نے اشارہ کیا کہ اے سکھ میرا حکم پورا کر۔ اس سکھ نے تلوار کے وار سے گورو صاحب کا سر
تن سے جدا کر دیا[۱]۔

۱۔ سکھاں دے راج دی وتھیا ایڈیشن ۱۸۶۸ء صفحہ ۵۲ و ایڈیشن ۱۸۹۳ء صفحہ ۴۳، ۴۴

یاد رہے کہ اس کتاب کے بعد کے گورمکھی ایڈیشن سے اس تمام عبارت کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کی جگہ یہ لکھ دیا گیا ہے کہ اورنگ زیب کے حکم سے گورو تیغ بہادر کو قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ تبدیلی کس غرض سے کی گئی ؟ اس سے متعلق ہمیں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ تبدیلی خود ظاہر کر رہی ہے۔

سکھ صاحبان کی طرف سے مسلمان بادشاہوں پر اور خصوصاً اورنگ زیب پر جو الزام لگائے جاتے ہیں۔ ان میں بہت بڑا الزام گورو تیغ بہادر کے قتل کا ہے۔ اس قتل کو زمانہ حال کا سکھ مصنف جس رنگ میں پیش کر رہا ہے۔ اس سے سکھ تاریخ اور پراچین سکھ کتب سے ناواقف لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور یہی خیال کرتے ہیں کہ گورو تیغ بہادر کو اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں قتل کروا دیا گیا تھا سکھ کتب اور دوسری تاریخی کتب میں اس قتل سے متعلق جس قدر مختلف اور متضاد باتیں پائی جاتی ہیں اس کے چند ایک نمونے ہم درج کر چکے ہیں۔ ان میں سے ایک روایت یہ ہے کہ گورو صاحب قتل ہونے سے قبل ہی وفات پا گئے تھے۔ اس کو گورو صاحب کے دل کی حرکت بند ہو جانے پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے اور یہ تلوار بھی آپ کے ارشاد کی تعمیل میں چلائی گئی تھی نہ کہ حکومت کی طرف سے کسی سزا کے طور پر اس روایت کے بانی مبانی (جہاں تک ہماری تحقیق کا تعلق ہے) مشہور سکھ مؤرخ بھائی سنتوکھ سنگھ جی ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے ہی اس روایت کو بیان کیا ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ گورو صاحب سے معجزہ طلب کیا گیا آپ نے اپنا معجزہ یہ بیان کیا کہ میری گردن پر تلوار کا وار کیا جائے۔ مگر تلوار کا اثر نہ ہوگا۔ جب اس کرامت کو دیکھنے کے لئے تلوار چلائی گئی تو آپ کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ اس روایت کو سب سے پہلے بھنگو رتن سنگھ نے پراچین پنتھ پرکاش میں بیان کیا ہے اس سے قبل اس روایت کا سکھ کتب سے ثبوت نہیں ملتا۔ گور پرتاپ سورج

اور پراچین پنتھ پرکاشس ایک ہی زمانہ کی تصانیف ہیں ان دونوں کی تیاری میں سب سیڈ پڑی سکھ سرداروں نے اور ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔

الغرض یہ دونوں روایات ایسی ہیں جو ایسٹ انڈیا کمپنی اور سب سیڈ پڑی سکھ سرداروں کے ایما پر تیار شدہ سکھ لٹریچر میں داخل کی گئیں۔ اس سے قبل کے سکھ لٹریچر میں یہ دونوں روایات مذکور نہیں۔ ان کے علاوہ تیسری روایت یہ ہے کہ گورو تیغ بہادر کے سکھ نے ہی آپ کے حکم اور ارشاد کی تعمیل میں آپ کو قتل کیا تھا پہلے وہ سکھ اس کام کے لئے تیار نہیں تھا مگر گورو صاحب کے زور دینے پر کہ تم یہ کام گورو کے حکم کی تعمیل میں کر رہے ہو۔ انکار کی صورت میں تم گناہ گار بن جاؤ گے کیونکہ گورو کے حکم سے انکار کرنے کی صورت میں انسان گناہ گار بن جاتا ہے۔ وہ اس بات کے لئے تیار ہو گیا اور اس نے تلوار کے وار سے گورو صاحب کی گردن کاٹ دی۔ اس روایت کے بیان کرنے والوں میں مشہور سکھ بزرگ بھائی منی سنگھ جی صف اول پر ہیں اور بھائی منی سنگھ جی نے گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ جی کا زمانہ پایا تھا اس لئے اس روایت کا رد کرنا کوئی آسان کام نہیں سکھ اپنی کتب میں ردّ و بدل تو کر سکتے ہیں اور اس قسم کی روایات کو حذف بھی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے اس قسم کی بیشمار تبدیلیاں کیں۔ مگر اس روایت کو غلط قرار دینا اور جعلی یا بناوٹی ثابت کرنا ان کے بس کا روگ نہیں کیونکہ:

اول: یہ سب سے پہلی قدیمی روایت ہے۔

دوم۔ گورو گرنتھ صاحب، دسم گرنتھ، واراں بھائی گورداس، گورسو بھا گرنتھ وغیرہ سکھ کتب میں اس کی تائید موجود ہے۔ یعنی ان کتب میں گورو تیغ بہادر کو ہی اپنے قتل اور موت کا فاعل بیان کیا گیا ہے اس روایت میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

مشہور سکھ سکالر سردار گنڈا سنگھ جی ہسٹری ریسرچ سکالر تحریر فرماتے ہیں کہ

یقینی فیصلہ صرف قابل اعتبار تاریخی شہادات سے ہی کیا جاتا ہے اور شہادات بھی وہ یا تو آنکھوں دیکھنے والوں کی یا آنکھوں دیکھنے والوں سے براہ راست سنی بات بتا سکیں یا واقعات کے زمانہ کے زیادہ قریب ہوں[۱]"

اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ کسی تاریخی واقعہ کی تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ اس کے قریب سے قریب زمانہ تک جانے کی کوشش کی جائے۔ اور ایسے لوگوں کی شہادتیں مہیا کی جائیں جو اس زمانہ میں یا اس کے قریب زمانہ میں ہوئے ہوں اس لحاظ سے جب ہم سکھ کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو سب سے پرانی روایت بھی ملتی ہے کہ گورو تیغ بہادر کا قتل ان کے ایما پر ان کے ایک سکھ کے ہاتھوں ہوا۔ یعنی آپ حکومت وقت یا اورنگ زیب کے کسی حکم یا فیصلہ کی بنا پر قتل نہیں کئے گئے تھے اور یہ روایت اس زمانہ کی ہے۔ جبکہ انگریز سیاست دانوں نے ابھی سکھ تاریخ میں کوئی دخل دینا شروع نہیں کیا تھا۔ یعنی اس وقت سکھ لٹریچر پر کسی بیرونی طاقت یا قوم کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ اور سکھ مورخین نے بالکل سیدھے سادہ الفاظ میں ایک واقعہ کو اس کی اصل شکل میں بیان کیا ہوا تھا۔ اس کے بعد جس قدر بھی روایات سکھ لٹریچر کا حصہ ہیں وہ سب کی سب بیرونی اثر اور دباؤ کا نتیجہ تھیں اور ان کا مقصد صرف اور صرف یہ تھا کہ مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کو بدنام کر کے انگریزی حکومت کے لئے میدان ہموار کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے سکھ کتب کو خاص طور پر نشانہ بنایا گیا اور سکھ تاریخ کو ایک نئے سانچہ میں ڈھالا گیا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

"ہمارے تاریخی گوردواروں کو حکومت نے اپنی پختگی کے لئے استعمال کیا۔ برٹش حکومت کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے سکھ تاریخ کو محرف مبدل کیا گیا[۲]"

۱۔ سکھ اتہاس دلی صفحہ ۴۹   ۲۔ رسالہ پریت لڑی مارچ ۱۹۴۵ء

اور جو نئی سکھ تاریخ مرتب کروائی گئی اس میں انگریز سیاستدانوں نے اپنی سیاسی ضرورتوں اور مصلحتوں کو خاص طور پر مدنظر رکھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

" کمپنی کے ارکان اور سب سے بڑی سکھ سرداروں نے زمانہ کی سیاسی ضروریات کے پیش نظر سکھ تاریخ مرتب کروائی۔ جو سکھوں میں رائج ہو گئی اور جاہل سکھوں نے اس تاریخ کو مستند اور مذہبی تاریخ تسلیم کر لیا[1]"

کون نہیں جانتا کہ انگریزوں کی سب سے بڑی سیاسی ضرورت "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" تھی اور انگریزوں نے اپنے عہد میں اس نسخہ پر ہمیشہ عمل کیا۔ اور ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں میں خوب اختلافات پیدا کیئے۔ اور ان کو بڑھانے کے لیئے مواد بھی مہیا کیا۔ اور مسلمان حکمرانوں کو خاص طور پر بدنام کرنے کی کوشش کی تاکہ لوگ ان سے نفرت کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان کی یہ شہادت ہے کہ:

"انگریزوں کی یہ سیاسی چال رہی ہے کہ ہندوستانی بادشاہوں، راجاؤں اور نوابوں کو بری شکل میں پیش کیا جائے۔ تاکہ لوگ ان سے نفرت کریں اور انگریزوں کی حکومت کو اچھا خیال کریں[2]"

سکھ پہلے ہی اپنی حکومت قائم کرنے کے خیال کے نتیجہ میں آہستہ آہستہ مسلمانوں سے دور ہو رہے تھے اور ان کے دلوں میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بغض اور عناد پیدا ہو رہا تھا۔ انگریز سیاستدانوں کی اس قسم کی حرکات نے جلتی پر تیل کا کام

۱۔ سکھ اتہاس دانشٹ کویں ہویا۔ ۱۳۳
۲۔ اتہاسک لیکچر صفحہ ۳۱۲

دیا۔ سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ انگریزوں نے اپنے ابتدائی دور میں سکھ دھرم اور سکھ اتہاس پر اپنا پورا پورا تسلط جما لیا تھا۔ اور سکھ اس حد تک بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔ ان دنوں گوردواروں میں اور گھروں میں ان کی روزمرہ کی ارداس میں یہ پڑھا جاتا تھا کہ:

"جگ جگ راج سوایا ٹوپی والے دا"[1]

الغرض ان سب روایات میں یہ روایت کہ گورو تیغ بہادر کو اورنگ زیب نے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں قتل کروا دیا تھا۔ سب سے بعد کی ہے جو محض سیاسی اغراض کے ماتحت سکھ کتب میں داخل کی گئی ہے۔ اس کا مقصد اورنگ زیب کو بدنام کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس روایت کے موجدوں اور بانیوں میں مسٹر میکالف بھی شامل ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس روایت کو شہرت دینے والوں میں آپ صفِ اول پر ہیں۔ آپ نے سکھ مذہب کے موضوع پر ایک کتاب چھ جلدوں میں ۱۸۹۳ء میں تصنیف کی ہے اس میں گورو تیغ بہادر کا قتل شہنشاہ اورنگ زیب کے ذمہ لگایا گیا ہے۔ مسٹر میکالف نے یہ کتاب جس غرض کے لیے تصنیف کی تھی وہ آپ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

"میں نے سکھوں سے اقرار کیا تھا کہ میں یہ کتاب سچے سکھوں کے اصولوں کے مطابق تصنیف کروں گا"[2]

اس سلسلہ میں مشہور سکھ ودوان پرنسپل تیجا سنگھ نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"میکالف نے کام شروع کرتے وقت سکھوں سے اقرار کیا تھا کہ میں آپ کے دھرم کے

۱۔ نام دھاری اتہاس حصہ اول صفحہ   و رسالہ ست جگ اساڑھ ۲۰۱۱ بکرمی صفحہ ۱۰

۲۔ میکالف اتہاس حصہ اول دیباچہ صفحہ ۱۲

خلاف کوئی بات نہیں لکھوں گا۔ اس لئے اس نے ..... جو باتیں ظاہرہ طور پر سکھ دھرم کے مقصد کے خلاف تھیں ان کو کاٹ چھانٹ کر درج کیا اور جو غلطیاں ہندالیوں یا دوسرے لوگوں کے اثر سے سکھ تاریخ میں داخل ہو چکی تھیں ان کو نکالنے کی کوشش کی۔[1]

ان حالات اور واقعات میں ناظرین غور فرمالیں کہ گورو تیغ بہادر کے قتل کی کیا حقیقت ہے۔

سکھ لوگ عموماً اورنگ زیب کو گورو تیغ بہادر کا قاتل گردانتے ہیں اور یہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے گورو صاحب کو مسلمان نہ ہونے کے جرم میں دہلی کے چاندنی چوک میں قتل کروادیا تھا۔ اس غلط اور بے بنیاد الزام کی بنا پر وہ اورنگ زیب کو گندی گالیاں دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ حالانکہ اس بادشاہ نے کبھی بھی سکھ گورو پر کوئی زیادتی یا ظلم نہیں کیا۔ اس کے عہد میں چار سکھ گورو صاحبان گورو ہر رائے، گورو ہرکرشن، گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ جی ہوئے ہیں۔ گورو ہرکرشن نے تو اسے یہ دعا بھی دی تھی کہ:

براضی رکھے خدائے
کہے گورو ترکیئے[2]

یعنی: گورو جی نے فرمایا کہ اے مسلمان بادشاہ، خدا تجھے راضی رکھے۔

اور گورو گوبند سنگھ جی نے بھی اس بادشاہ کی بہت عزت کی تھی۔ چنانچہ آپ نے تو اسے "روشن ضمیر" اور "ملائک صفت" تک بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ:

۱۔ میکالف اتہاس گورمکھی دیباچہ صفحہ ۲۰

۲۔ مہاپرکاشن مصنفہ بھائی موتا سنگھ صفحہ ۵۸

خوشش شاہ شاہاں اورنگ زیب
کہ چالاک دست است چابک رکیب
چہ حسن الجمال است و روشن ضمیر
خداوند ملک است و صاحب امیر
بترتیب دانش بتدبیر تیغ
خداوند تیغ و خداوند دیگ
کہ روشن ضمیر است و حسن الجمال،
خداوند بخشندۂ ملک و مال
کہ بخشش کبیر است در جنگ کوہ
"ملائک صفت" چوں ثریا شکوہ
شہنشاہ اورنگ زیب عالمین
کہ دارائے دور است دُور است دین[1]

یاد رہے کہ یہ آخری شعر بعض کتب میں یوں درج ہے:

شہنشاہ اورنگ زیب عالمین
کہ دارائے دور است و آرائے دین[2]

اورنگ زیب سے بغض و عناد رکھنے والے سکھوں نے اس شعر میں مذکورہ الفاظ "دُور است دین" کو "دُور است دین" میں تبدیل کر دیا ہے۔ حالانکہ دسم گرنتھ کے پراچین قلمی نسخوں میں "دور است دین" ہی مرقوم ہے۔ جس کی دوسری شکل "آرائے دین" ہے

۱۔ دسم گرنتھ صفحہ ۱۲۵۰

۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۸۶

یہ تبدیلی یا تو فارسی زبان سے ناواقفی کے نتیجہ میں ظہور میں آئی ہے یا پھر اس کی وجہ وہ بغض اور عناد ہے جو اورنگ زیب کے بارے میں سکھوں کے دلوں میں بھرا پڑا ہے۔

جو لوگ اورنگ زیب کو متعصب اور ظالم بادشاہ ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں ٹھنڈے دل سے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ جس اورنگ زیب کو گورو تیغ بہادر کا قاتل گردانتے ہیں اور گندی گالیاں دینے سے دریغ نہیں کرتے اسے گورو گوبند سنگھ لائق صفت اور روشن ضمیر بادشاہ بیان کر رہا ہے اور اس کی بے حد تعریف کر رہا ہے۔

سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی نے مندرجہ بالا اشعار میں اورنگ زیب کی تعریف کی ہے[1]۔ بلکہ بعض نے تو یہاں تک بھی بیان کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ نے اورنگ زیب کی تعریف ایسے رنگ میں کی ہے کہ کسی کٹر سے کٹر مسلمان نے بھی اس کی مدح میں وہ الفاظ بیان نہیں کئے[2]۔

اب کون یہ کہہ سکتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اورنگ زیب کی تعریف محض خوشامد کے طور پر کی ہے اور وہ باتیں اس کی طرف منسوب کی ہیں جن کا وہ حقدار نہیں تھا۔ کیونکہ کوئی سکھ گورو صاحب کو خوشامدی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اس صورت میں انہیں ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیئے کہ اگر گورو گوبند سنگھ جی کے نزدیک گورو تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے کسی حکم کے نتیجہ میں ظہور میں آیا

۱۔ پریم سنگھ صفحہ ۱۰۹ ودیگ تیغ والاک صفحہ ۹۷،۴ و دھرم داچھتر صفحہ ۳۴،۳ و اخبار سکھ سیوک امرتسر ۳ جنوری ۱۹۳۳ء و رسالہ سنت سپاہی مارچ ۱۹۵۴ء

۲۔ اخبار دیگ تیغ امرتسر ۳۰ جولائی ۱۹۵۱ء

تھا تو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے باپ کے قاتل اور ظالم بادشاہ کو ملائک صفت اور روشن ضمیر وغیرہ القاب سے یاد کرتے آخر گورو گوبند سنگھ جی سے بڑھ کر کسی شخص کو گورو تیغ بہادر کا درد نہیں ہو سکتا۔ گورو صاحب موصوف ان کے اکلوتے بیٹے اور جانشین تھے۔

اس کے علاوہ سکھ کتب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی اورنگ زیب کو صرف ایک بادشاہی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ ان کو ایک روحانی اور صاحب کشف انسان بھی یقین کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اورنگ زیب کے بارے میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ روزانہ بحالت کشف بیت اللہ کی زیارت کرتا تھا اور کعبہ میں حاضر ہو کر نماز ادا کیا کرتا تھا[1]۔

اورنگ زیب نے پچاس برس کے لمبے عرصہ تک حکومت کی ہے اگر وہ فی الواقعہ ایک جابر اور ظالم بادشاہ تھا جیسا کہ موجودہ زمانہ کے سکھ مورخین بیان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اتنے لمبے عرصہ کی حکومت کا کبھی بھی موقع نہ دیتا گورو گرنتھ صاحب کا یہ سند ضمانت ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے لمبے عرصہ کی حکومت کا موقع ان لوگوں کو ہی دیا جاتا ہے۔ جو منصف مزاج اور عادل ہوں۔ جیساکہ ایک مقام پر مرقوم ہے کہ:

راجہ تخت ٹکیے گنی بھے پنچائن رتے[2]

یعنی: اللہ تعالیٰ خوبیاں رکھنے والے لوگوں کو ہی لمبے عرصہ تک حکومت کرنے

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ رت ۳۔ انسو ۳۷ و این یکم انسو ۳۱ و سو ساکھی ساکھی نمبر ۱۵ صفحہ ۳۸ وغیرہ

۲۔ گورو گرنتھ صاحب محلہ ۱ صفحہ ۹۹۲

کا موقعہ دیا کرتا ہے اور کسی راجہ کی سب سے بڑی خوبی اس کا عادل اور منصف مزاج ہونا ہی ہے۔

مشہور سکھ وِدوان بھائی ویر سنگھ نے بیان کیا ہے کہ:

"عدل سورج ہے اور راج اس کا سایہ۔ اگر عدل جاتا رہے تو حکومت ختم ہو جاتی ہے"[1]

ایک اور سکھ وِدوان نے لکھا ہے کہ:

"اگر کوئی حاکم عدل کرتا ہے۔ تو اس کی حکومت قائم رہتی ہے ورنہ تباہ ہو جاتی ہے"[2]

باوا گنیش سنگھ جی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ:

تپ کر تیج بڈھے جگ ماہیں
پاپن تے نِبّھے ہو نَہیں[3]

ان حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ سکھ وِدوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لمبے عرصہ کی حکومت ایسے شخص کو عطا کرتا ہے جو عادل اور منصف مزاج ہو۔ کسی ظالم اور جابر کو ایک لمبے عرصہ تک لوگوں پر مسلط کیے رکھنا خدا تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے۔

پس اورنگ زیب سے متعلق سکھوں کا یہ بیان کرنا کہ وہ ایک جابر اور ظالم بادشاہ تھا، سراسر بہتان ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایسا ہی ہوتا تو جیسا کہ موجودہ زمانہ کے سکھ اسے خیال کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے اتنے لمبے عرصہ کی حکومت کرنے کا موقع نہ

۱۔ نانک چمتکار صفحہ ۸۲

۲۔ اتہاس سکھ گورو صاحبان صفحہ ۹۸

۳۔ گورو نانک سورج اودے صفحہ ۳۱۸

نہ دیتا اور نہ وہ چار سکھ گورو صاحبان گورو ہررائے، گورو ہرکرشن، گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ کے زمانہ کو پا سکتا اور نہ گورو گوبند سنگھ ہی اپنے "باپ کے قاتل" اور متعصب" بادشاہ کو "ملائک صفت" اور "روشن ضمیر" وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے ورنہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ گورو گوبند سنگھ جی نے خوشامد کی اور ایک ظالم کو ملائک صفت اور روشن ضمیر قرار دیا۔ نیز یہ بھی ماننا پڑے گا کہ گورو گرنتھ صاحب کا یہ ارشاد کہ صرف خوبیاں رکھنے والے اور منصف مزاج لوگوں کو ہی لمبے عرصہ کی حکومت عطا کی جاتی ہے۔ اصلیت کے خلاف ہے کیونکہ ایک متعصب اور ظالم بادشاہ کو لمبے عرصہ کی حکومت کا موقعہ ملا۔

ہم یہاں یہ بیان کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ سکھ تاریخ تحریف اور تغیر تبدل کے جن ادوار سے گزرتی چلی آ رہی ہے۔ ان سے اکثر سکھ ودوان بہت پریشان ہوتے رہتے ہیں۔ اور بسا اوقات وہ کھلے بندوں اپنی اس پریشانی کا اظہار بھی کر جاتے ہیں۔ اگر کوئی ودوان اس گڑبڑ کو دور کرنے کی غرض سے کسی "اصلاح" کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو وہ بجائے کسی "اصلاح" کے اور نئی گڑبڑ پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ سکھ تاریخ کی اس گڑبڑ سے متعلق ایک مرتبہ ایک سکھ ودوان سردار شیر سنگھ جی ایم ایس سی نے یہ لکھا تھا کہ:

"ہمارے مذہب اور تاریخ میں ایک نہیں ایک سو ایک غلط فہمیاں پیدا ہو چکی ہیں۔ جو خود غرض لوگوں نے اپنی مطلب براری کی غرض سے پیدا کی ہیں"[1]

سکھ تاریخ کی یہ تحریف ابھی تک ختم نہیں ہو سکی بلکہ اس کا سلسلہ بدستور جاری ہے اور کئی سکھ ودوان عجیب و غریب نئی نئی ساکھیاں بنا نے اور سکھ کتب میں داخل

۱۔ رسالہ پھلواڑی دا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء

کرنے میں مصروف ہیں۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے :

" روزانہ کئی بناوٹیں بنا بنا کر سکھ تاریخ میں ناخوشگوار تبدیلیاں کی جارہی ہیں۔ سکھ تاریخ کو من مانے سانچے میں، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، ڈھالا جا رہا ہے۔"[1]

سکھ تاریخ کی اس "اصلاح" میں انگریز مصنفین بھی وقتاً فوقتاً حصہ لیتے رہے ہیں اور نمایاں پارٹ ادا کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ گورو تیغ بہادر کے قتل کو اورنگ زیب کے ذمہ لگانا اور یہ بیان کرنا کہ انہیں دہلی کے چاندنی چوک میں محض اس بناء پر قتل کیا گیا تھا کہ انہوں نے بادشاہ کے کہنے پر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ سکھ تاریخ کی "اصلاح" کی ہی ایک کڑی ہے جو انگریزوں کے اشارہ پہ کی گئی ہے چنانچہ ہماری تحقیق کے مطابق سب سے پہلے یہ روایت مسٹر میکالف کے ذریعہ سکھ تاریخ کا حصہ بنی ہے جن کا پورا نام مسٹر میکس آرتھر میکالف تھا اور جو کافی عرصہ تک پنجاب میں اعلیٰ عہدوں پر رہ چکے تھے۔ آپ نے ایک کتاب انگریزی میں ۱۸۹۳ء میں لکھنی شروع کی تھی اس میں اورنگ زیب کے حکم سے گورو تیغ بہادر کا قتل کیا جانا لکھ دیا تھا۔ اس سے قبل سکھ لٹریچر کی کسی کتاب میں یہ مرقوم نہیں۔ مسٹر میکالف نے یہ کتاب محض سکھوں کو خوش کرنے کی نیت سے لکھی تھی جیسا کہ وہ خود ہی اس کے دیباچہ میں لکھ چکے ہیں۔

الغرض سکھ لٹریچر میں گورو تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے ذمہ لگانے والوں میں مسٹر میکالف صف اول پر نظر آتے ہیں اور اس بناء پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایت ۱۸۹۳ء کے بعد سکھ کتب میں داخل کی گئی کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں چاندنی چوک میں قتل کروا دیا تھا۔

۱۔ گورو پدیہ نرنے حصہ دوم صفحہ ۴

اس کے بعد اس روایت کو شہرت دینے کی غرض سے سکھ کتب میں مزید تحریف کی گئی۔ چنانچہ "سکھاں دے راج دی ونھیا" کی بھی نئے سرے سے "اصلاح" کی گئی یاد رہے کہ یہ کتاب بھی انگریزوں کے ایما پر ہی عالم وجود میں آئی تھی۔ بلکہ اس کے انگریزی ایڈیشن کو تو لکھا ہی ایک انگریز مصنف مسٹر کورٹ ہنری نے تھا۔ اس کا گورمکھی ایڈیشن شردھا رام نے گورنر پنجاب کے حکم سے تیار کیا تھا۔ اس کتاب کے تین ایڈیشن ہمارے پاس موجود ہیں جن میں سے پہلا ایڈیشن ۱۸۶۸ء کا مطبوعہ ہے۔ اور دوسرا ایڈیشن ۱۸۹۲ء کا شائع شدہ ہے یہ دونوں ایڈیشن مسٹر میکالف کی تصنیف کے منظر عام پر آنے سے قبل کے ہیں۔ ان دونوں میں یہ مرقوم ہے کہ گورو صاحب نے اپنے سکھ سے کہا تھا کہ تلوار سے میرا سر قلم کر دو۔ اور اس نے گورو صاحب کے حکم کی تکمیل کر دی تھی۔ اس سلسلہ میں ہم اس کا پورا اقتباس اس سے قبل نقل کر چکے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس روایت کی موجودگی میں اورنگ زیب پر کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن مسٹر میکالف کی تصنیف کے بعد جب ۱۹۰۵ء میں "سکھاں دے راج دی ونھیا" کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا گیا تو مسٹر میکالف کی "اصلاح" کے پیش نظر اس میں بھی یہ "اصلاح" کر دی گئی کہ گورو تیغ بہادر کو اورنگ زیب نے اسلام نہ قبول کرنے کے جرم میں قتل کروا دیا تھا۔ یہ تحریف کس بنا پر کی گئی اور کس نے کروائی اس سے متعلق ہمیں کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ یہ خود ہی اپنی وضاحت کر رہی ہے۔

ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ گورو تیغ بہادر کے قتل کی تفصیل سب سے پہلے جس کتاب میں مذکور ہے وہ بھگت رتناولی مصنفہ بھائی منی سنگھ جی ہے۔ یہ کتاب ایک پراچین تصنیف ہے ہمارے پاس اس کے متعدد ایڈیشن موجود

ہیں۔ ان میں سے ایک ایڈیشن ۱۸۹۳ء کا مطبوعہ ہے۔ چونکہ اس وقت ابھی تک انگریز بہادر کی تصنیف عالم وجود میں نہیں آئی تھی اور ابھی مسٹر میکالف نے سکھ ہسٹری لکھنے کا آغاز ہی کیا تھا۔ اس لئے اس میں بھی یہی مرقوم تھا کہ گورو صاحب موصوف کے ایک سکھ نے ان کے حکم سے ہی تلوار سے ان کا سر قلم کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اورنگ زیب پر کوئی الزام نہیں آتا تھا اور اس روایت کے بیان کرنے والے وہ شخص تھے۔ جنہیں گورو تیغ بہادر اور گورو گوبند سنگھ کی خدمت میں رہنے کا موقعہ ملا تھا اور ان کی زندگی میں ہی تیغ بہادر کی وفات ہوئی تھی اس لئے اس روایت کو رد کرنا آسان کام نہ تھا۔

ہمارے پاس اس بھگت رتناولی کا ایک اور ایڈیشن ہے جو ۱۹۱۲ء میں وزیر ہند پریس امرتسر میں چھپا تھا۔ چونکہ اس وقت مسٹر میکالف سکھوں میں اس بات کو شہرت دے چکے تھے کہ گورو صاحب موصوف کو اورنگ زیب کے حکم سے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں چاندنی چوک میں قتل کر دیا گیا تھا اس لئے اس ۱۹۱۲ء کے ایڈیشن میں سے اس سب سے پرانی روایت کو خارج کر دیا گیا چنانچہ اس ۱۹۱۲ء کے ایڈیشن میں گورو تیغ بہادر کی وفات کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

اسی طرح سکھوں کے مشہور و معروف مورخ گیانی گیان سنگھ کی تصنیفات بھی تحریف سے خالی نہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس گیانی جی کی مشہور و معروف تصنیف پنتھ پرکاش کے تین ایڈیشن ہیں۔ ان میں سے ایک ایڈیشن ۱۹۳۶ بکرمی (۱۸۷۹ء) کا ہے۔ یہ دہلی سے شائع ہوا تھا۔ اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۱ بکرمی (۱۸۸۴ء) کا مطبوعہ ہے۔ یہ دونوں ایڈیشن مسٹر میکالف کی کتاب کی اشاعت سے قبل کے شائع شدہ ہیں۔ ان دونوں میں یہ بھی مذکور نہیں کہ گورو صاحب کو اورنگ زیب نے قتل کروا دیا تھا۔

تیسرا ایڈیشن چھاپہ ٹائپ کا ہے یہ ایڈیشن چونکہ مسٹر میکالف کی کتاب شائع ہونے کے بعد شائع ہوا ہے۔ اس لئے اس میں یہ مرقوم ہے کہ گورو تیغ بہادر صاحب کو اورنگ زیب نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی جسے گورو صاحب نے حقارت سے ٹھکرادیا تھا اور بادشاہ نے انہیں دہلی کے چاندنی چوک میں قتل کروادیا تھا۔

الغرض سیاستدان انگریز نے نہ صرف یہ کہ اپنی تصنیف میں ہی یہ غلط اور پراچین سکھ لٹریچر کے خلاف روایت داخل کی کہ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر جی کو قتل کروادیا تھا بلکہ اس بے بنیاد روایت کو نامناسب طریق پر دوسری سکھ کتب میں بھی داخل کروادیا۔ اور اس مقصد کے لئے سکھ کتب میں تحریف کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔

ہمیں اس بات کا بے حد افسوس ہے کہ سکولوں اور کالجوں میں جو تاریخ ہمارے بچوں کو پڑھائی گئی اس میں بھی یہ بات داخل کردی گئی کہ گورو تیغ بہادر کا قتل اورنگ زیب کے حکم سے واقع ہوا تھا۔ حالانکہ یہ بات قدیم سکھ لٹریچر کے سراسر خلاف ہے اور گورو تیغ بہادر کی وفات کے کافی عرصہ بعد سیاستدان انگریزوں کے ایما پر سکھ لٹریچر میں داخل کی گئی ہے۔ اگر آج سکھ لوگ اس غلط بے بنیاد اور قدیمی سکھ لٹریچر کے خلاف روایت کو اپنی تاریخ کا حصہ تصور کر رہے ہیں تو کم از کم ہم پاکستانیوں کو تو اس غلطی کی اصلاح کر لینی چاہیئے اور ہم جو کتب آئندہ شائع کریں ان میں گورو تیغ بہادر کی وفات کے متعلق اس روایت کو درج کریں جو پراچین سکھ لٹریچر میں موجود ہے اور جس کے بیان کرنے والے سکھ اکابرین ہیں۔ یعنی ہم اس واقعہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا کریں کہ:

گورو تیغ بہادر سکھوں کے نوویں گورو تھے ان کا اصل نام تیاگ مل تھا جو بعد میں تیغ بہادر میں تبدیل ہو گیا۔ ان کی تمام زندگی اپنوں اور بیگانوں کی مخالفت میں بسر ہوئی۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کچھ مایوس ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سکھ سے کہا تھا کہ تلوار سے میرا سر قلم کر دو۔ پہلے تو اس نے انکار کر دیا تھا۔ مگر بعد میں گورو جی کے سمجھانے پر وہ اس مقصد کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اور اس نے گورو جی کا اشارہ پاکر تلوار سے گورو صاحب کی گردن کاٹ دی تھی۔ اس طرح گورو صاحب اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ان کے بعد ان کے اکلوتے بیٹے گوبند رائے جو بعد میں گورو گوبند سنگھ کہلائے سکھوں کے دسویں گورو مشہور ہوئے تھے۔

یہ وہ روایت ہے جو سکھوں کے پراچین لٹریچر میں موجود ہے اور جس کے بیان کرنے والے بڑے بڑے سکھ اکابرین ہیں۔ ہمیں گورو تیغ بہادر سے کوئی عداوت نہیں اور نہ ہم اورنگ زیب کی بے جا حمایت کرنے کے خواہاں ہیں ہم صرف اتنا ہی عرض کرتے ہیں کہ گورو تیغ بہادر کے قتل کے بے بنیاد افسانہ کی بنا پر ہمارے

ایک بزرگ اور دیندار بادشاہ کو کوسا جا رہا ہے جس کا لائق صفت "اور" روشن ضمیر" ہونا خود گورو گوبند سنگھ جی کو بھی مسلم تھا۔ اس لئے اس غلطی کی اصلاح کا کیا جانا اشد ضروری ہے۔

اورنگ زیب پر خواہ لوگ ہزار عیب لگائیں۔ لیکن اس کے دوستوں اور دشمنوں کو یہ حقیقت مسلم ہے کہ اس نے اپنی پچاس سالہ دراز حکومت میں کسی ایک بھی غیر مسلم کو اس بنا پر سزائے موت نہیں دی کہ وہ غیر مسلم کیوں ہے اور اسلام میں داخل کیوں نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس بارے میں ایک ہندو ودوان نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ اس نے جو کچھ بھی کیا وہ سب ہوس ملک گیری سے مجبور ہو کر کیا (؟) اور مذہبی تعصب یا اشاعت اسلام کا خیال ہرگز ہرگز اس کی تہ میں کام نہ کرتا تھا۔[1]"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ محض مذہبی اختلاف کی بنا پر کسی شخص کو جان سے مروا دینا اورنگ زیب کا شیوہ نہیں تھا۔

انگریز مورخ لین پول کے دل میں اورنگ زیب کی مخالفت بے حد تھی اور وہ اورنگ زیب کا ایک مشہور معاند تھا لیکن اس سلسلہ میں وہ بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اورنگ زیب نے کسی غیر مسلم کو محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر کوئی سزا نہیں دی۔[2]

اورنگ زیب کے دل میں کسی وقت بھی گورو تیغ بہادر یا کسی اور سکھ گورو کے خلاف کوئی نفرت نہ تھی اور نہ اس کی خواہش کسی سکھ گورو کو نقصان پہنچانے کی تھی۔

۱۔ ہندو جاتی اور سکھ گورو صفحہ ۱۰ ۲۔ اورنگ زیب مصنفہ لین پول صفحہ ۶۲

سکھ تاریخ سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ گورو تیغ بہادر کے قریبی رشتہ داروں نے کئی مرتبہ اورنگ زیب کے پاس گورو صاحب کے خلاف شکایات کیں اور انہیں نقصان پہنچانا چاہا مگر ہر بار اورنگ زیب نے ان کی شکایات کو رد کر دیا۔ رام رائے جو سکھوں کے ساتویں گورو ہررائے کا بڑا لڑکا تھا۔ اورنگ زیب سے ملنے والوں میں سے تھا۔ اسے بادشاہ کی طرف سے ڈیرہ دون میں بہت بڑی جاگیر بھی ملی ہوئی تھی جو آج بھی دربار صاحب ڈیرہ دون میں شامل ہے۔ اس نے بھی کئی مرتبہ اپنے تعلقات کی بنا پر اورنگ زیب کو گورو تیغ بہادر کے خلاف اکسانے کی انتہائی کوشش کی مگر بادشاہ نے گورو صاحب کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ تمام سوڈھیوں نے مل کر گورو صاحب کو گدی سے بیدخل کروانے کی ایک درخواست اورنگ زیب کی خدمت میں پیش کی تھی مگر بادشاہ نے اسے بھی رد کر دیا تھا۔ جیساکہ مشہور سکھ ودوان گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ:

"سوڈھیوں نے مل کر گورو تیغ بہادر کے تیرتھ جانے کے بعد اورنگ زیب کے پاس یہ درخواست کر دی کہ جسے سکھوں نے خود ہی گورو بنا لیا تھا وہ تو ہمارے قبول نہ کرنے کی وجہ سے نہ معلوم کدھر چلا گیا ہے پتہ نہیں کہ اب آئے یا نہ آئے۔ اب گورو یائی کی گدی خالی پڑی ہے۔ رام رائے کو حق دار خیال کر کے دے دی جائے۔ کیونکہ اس کے علاوہ گورو ہرکرشن جی کا اور کوئی نزدیکی رشتہ دار نہیں"[۱]۔

اورنگ زیب نے سوڈھیوں کی اس درخواست کا جو فیصلہ دیا وہ گیانی گیان سنگھ کے الفاظ میں یہ تھا کہ:

"پہلے تو گورو ہررائے جی اس کا باپ اسے عاق کر کے اپنے حق اور جائیداد سے محروم

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۵۵

کر گیا ہے۔ دوسرے جیسے سکھوں نے گورو تسلیم کر لیا ہے، وہی گورو ہو گا۔ کیونکہ گورو پیر مریدوں کے تسلیم کرنے سے ہی ہوتا ہے نہ کہ شریکوں کے مقرر کرنے سے۔ یا اس کا راضی نامہ شامل کیا جائے۔ لیکن پھر بھی جسے مرید تسلیم کریں گے وہی گورو ہو گا۔ کوئی دوسرا گورو نہیں ہو سکتا۔[1]

اورنگ زیب کو پانی پی پی کر کوسنے والے سکھ غور کریں کہ اگر ان کے نزدیک وہ ایک متعصب بادشاہ تھا اور اگر اس کے دل میں سکھ گورو صاحبان کے خلاف نفرت تھی اور وہ گورو گھر کا مخالف اور دشمن تھا تو اس صورت میں وہ ایسا منصفانہ فیصلہ کیوں دیتا وہ سوڈھیوں کی درخواست منظور کر کے تماشہ دیکھ سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ بس اورنگ زیب کا مندرجہ بالا فیصلہ سکھوں کے تمام اعتراضات کا رد کر دیتا ہے۔ کیونکہ اس نے باوجود رام رائے سے دوستانہ تعلقات کے سوڈھیوں کی اس درخواست کو رد کر دیا اور ایک ایسا فیصلہ صادر فرما دیا۔ جو اس کی دین داری اور منصفانہ طبیعت کا آئینہ ہے۔

گیانی گیان سنگھ نے اورنگ زیب سے متعلق اور بھی متعدد واقعات بیان کیئے ہیں، جن سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اس نے ہر موقعہ پر سکھ گورو صاحبان کا احترام ملحوظ رکھا۔ چنانچہ گیانی جی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اورنگ زیب نے گورو ہر رائے جی کو یہ چٹھی ارسال کی تھی کہ:

"نانک شاہ کے گھرانے کو ہم دوسرے بت پرست ہندو کافروں کی طرح نہیں سمجھتے کیونکہ نانک شاہ سچے فقیر خدا رسیدہ صلح کل تھے۔ ان کے اندر ہندوؤں والا ہٹھ نہیں تھا انہوں نے مکہ معظمہ کا حج کیا تھا اور متعدد چلے بھی کاٹے تھے اور اسلامی مبالک ہیں پھر کر مسلمانوں سے محبت پیدا کی تھی۔"[2]

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۸۵۶ ۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۷۶۲

الغرض اورنگ زیب نے کسی وقت بھی کسی سکھ گورو پر کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ ہمیشہ ان کے احترام کو ملحوظ رکھا۔ اور ان کے حقوق کی حفاظت کی۔ یہی وجہ ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے اسے "ملائک صفت" اور "روشن ضمیر" بادشاہ تسلیم کیا ہے مگر افسوس کہ آج سکھ لوگ اسے کونسا سکھ دھرم کا ایک حصّہ تصور کر رہے ہیں۔
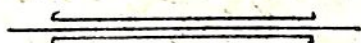
باب سوم

گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچوں کا قتل

مختلف قوموں اور فرقوں میں اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے میں یا انہیں ایک دوسرے سے دور لے جانے میں تاریخ کا بہت بڑا دخل ہے۔ اس سے کسی بھی واقف کار اور سمجھ دار انسان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ ماضی کے خوشگوار تعلقات قومی عمارت مستقبل کو روشن کرنے اور شاندار بنانے کا بہت بڑا باعث بنتے ہیں اور ماضی کی تلخیاں قوموں کے مستقبل کو تلخ کر دیتی ہیں اور ایسے واقعات سامنے لائے جائیں جو دلوں میں نفرت اور عداوت کا بیج بونے والے ہوں تو اس طرح کوئی بھی قوم یا فرقہ ایک دوسرے کے قریب نہیں ہو سکتا بلکہ یہ طریق خلیج کو اور بھی بڑھانے کا موجب ہو گا۔ اس کی بجائے اگر اچھے اچھے اور خوش گوار واقعات بیان کئے جائیں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے تو اس ڈھب سے مختلف قوموں اور فرقوں میں اتحاد اور یگانگت کا پیدا ہونا لازمی اور ضروری امر ہو گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر قوم میں اچھے اور برے لوگ گزرے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تو ایک ہی باپ کے دو بیٹوں میں زمین و آسمان کا تفاوت نظر آتا ہے۔ ایک بیٹا حد درجہ کا شریف دین دار اور انصاف پسند ہوتا ہے لیکن دوسرا حد درجہ کا ظالم اور بے انصاف۔ چنانچہ جہاں ہندو قوم کو اس بات پر فخر ہے کہ ان میں سری رام چندر ایسے مریادہ پرشوتم اور سری کرشن ایسے یوگی راج گزرے ہیں وہاں کنس اور راون ایسے لوگ

بھی اسی قوم سے تعلق رکھنے والے تھے اور ہرناکش وغیرہ لوگوں کا شمار بھی اسی ہندو قوم میں ہی کیا جاتا ہے اور وہ لوگ بھی جو بھری مجلس میں غیر عورتوں کے کپڑے اتارنے اور انہیں ننگا کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے آریہ ورت کے باشندے اور ویدک دھرمی کہلاتے تھے۔ نیز وہ لوگ بھی ہندو قوم کا ہی ایک حصہ تصور کئے جاتے ہیں جو دوسروں کو دھوکہ دینے اور ان سے بغل گیر ہو کر انہیں چھرے گھونپنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے

اسی طرح اگر سکھوں کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ ان کے گورو صاحبان کے دربار میں ہر شخص سے یکساں سلوک کیا جاتا تھا اور ان کے گورو صاحبان ہر انسان سے ہمدردانہ سلوک کرتے تھے اور ان کے لنگر تمام لوگوں کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے تھے وہاں خود ان سکھ گورو صاحبان کے گھروں اور گودیوں میں پلنے والے پرتھی چند اور دھیرل ایسے رُسے لوگ بھی گذرے ہیں جو خود اپنے بھائی بندوں کے خون کے پیاسے تھے۔ کون سکھ اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ گورو ارجن کی تکالیف کا بہت بڑا باعث خود ان کا بڑا بھائی پرتھی چند ہی تھا۔ اس نے اپنے باپ سے بھی ٹکر لینے سے دریغ نہیں کیا تھا۔ چناں چہ گورو گرنتھ صاحب میں گورو رام داس جی کا ایک ایسا شبد درج ہے جس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ پرتھی چند نے اپنے باپ گورو رام داس جی سے بھی لڑنے سے دریغ نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ مرقوم ہے:

کاہے پوت جھگرت ہو سنگ باپ
جن کے جنے بڈیرے تم ہو
تن سو جھگرت پاپ!
جس دھن کا تم گرب کرت ہو
سو دھن کسہے نہ آپ!
کھن ماہ چھوڈ جائے بکھیا رس

تو لاگے پچھو تاپ !
جو تُرے پربھ ہوتے سوامی
ہر تن کے جا پہو بیاپ
اُپدیس کرت نانک جن تم کو جو سُنہو تو جات سنتاپ[۱]

یعنی: "جب گورو رام داس جی نے گورو ارجن جی کو گدی دینے کا اعلان کیا تو پرتھی چند بہت گھبرایا اور اپنے باپ سے جھگڑا کرنے لگا۔ اس وقت یہ شبد اچارن کیا گیا"[۲]

الغرض گورو گرنتھ صاحب کے مندرجہ بالا شبد سے واضح ہوتا ہے کہ پرتھی چند نے اپنے باپ گورو رامداس کا مقابلہ کیا تھا۔

اس کے علاوہ جہاں وہ اس بات پر خوشی محسوس کرتے ہیں کہ ان میں بھائی گھنیا ایسے نیک اور خدمت گزار لوگ گزرے ہیں جو میدان جنگ میں تمام تڑپتے ہوئے زخمیوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت پانی پلایا کرتے تھے اور اس خدمت میں دوست دشمن سے یکساں سلوک کرتے تھے وہاں ظالم بندہ بیراگی اور اس کے ساتھیوں کا بھی سکھ مذہب سے ہی تعلق تھا جو مسلمانوں کی بستیوں پر اندھا دھند حملے کیا کرتے تھے اور راہ چلتے مسلمان عورتوں۔ بچوں۔ جوانوں اور بوڑھوں کو بے دریغ قتل کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بے شمار مسلمان حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر کر کے ان بچوں کے بھی ٹکڑے کیا کرتے تھے۔ جو ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ خود سکھ مؤرخین کو اس بات کا اعتراف ہے کہ بندہ بیراگی اور اس کے ساتھیوں نے اس قسم کے ظلم متعدد بستیوں میں کئے جیسا کہ مشہور سکھ

۱۔ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۲۰۰ سارنگ محلہ ۴

۲۔ شبدارتھ گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۱۲۰۰

وِدوان گیانی گیان سنگھ جی کا بیان ہے کہ:

بال برِدھ نر ترن تجبائے
پھر پھیڑ بندے قتل کرائے
ترکنیاں کے پیٹوں سے بچے
بہہ کڈھوائے ہتے تب کچے[1]

یعنی "بندہ بہادر جی نے ..... کوئی عورت اور بچہ نہ چھوڑا۔ یہاں تک کہ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کر کر کے ان کے بچے نکلوائے اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کئے"[2]
بعض دوسری کتب میں بھی بندہ بیراگی کے اس وحشیانہ ظلم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔[3]
یاد رہے کہ ہندو کتب میں کسی حاملہ عورت کا حمل گرانا بہت بڑا جرم اور کبیرہ گناہ بیان کیا گیا ہے۔[4]
اور سکھ کتب میں عورتوں اور بچوں کے قاتل کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ خالصہ دھرم شاستر میں مرقوم ہے کہ:
"مذہبی لڑائی میں للکار کر دشمن کو مارنا گناہ نہیں۔ لیکن بچے، بوڑھے اور عورت اور گرے ہوئے کو مارنا گناہ ہے یعنی ایسے لوگوں پر ہاتھ اٹھانا گناہ ہے اور قابل سزا ہے۔"[5]
بندہ بیراگی کے زمانہ میں نہ صرف یہ کہ راہ چلتے مسلمانوں کو ہی قتل کیا گیا بلکہ ان

۱۔ پنتھ پرکاش صفحہ ۲۷۲ بسرام ۲۷ چھاپہ پتھر
۲۔ ظفر نامہ منظم شائع کردہ پنج خالصہ دیوان صفحہ ۱۳۰
۳۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۱۵ و شمشیر خالصہ صفحہ ۳۰ و پنتھ پرکاش صفحہ ۲۷۲
۴۔ گیتا رہسیہ صفحہ ۳۰
۵۔ خالصہ دھرم شاستر ۲۸۸

مسلمانوں کو بھی شہید کرنے سے دریغ نہ کیا گیا جو مساجد میں یاد الٰہی میں مشغول ہوتے[1] تھے۔ چنانچہ سکھ ودوان خود اس کے معترف ہیں کہ بندہ بیراگی اور اس کے ساتھیوں نے کئی مرتبہ مساجد میں گھس کر نمازیں پڑھتے اور وضو کرتے مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کیا تھا[2] اور کئی مسلمان زندہ بھی جلا دیئے تھے[3] نیز بعض معزز گھرانوں کی عورتوں کو الف ننگا کر کے انہیں لوگوں سے خیرات مانگنے پر مجبور کیا گیا تھا[1]۔ یہاں تک کہ مسلمان مردوں کی بھی بے حرمتی کی گئی تھی اور قبریں کھود کھود کر مدفون مسلمانوں کی لاشوں کو نکالا گیا تھا اور انہیں نذر آتش کیا گیا تھا چنانچہ ایک سکھ ودوان رقم طراز ہے کہ

"بندہ نے ان (مسلمانوں) کو بلکہ ان کے پیروں کی قبریں کھود کھود کر ان کی ہڈیوں کو جلا دیا[4]۔"

بندہ بیراگی کے ان ظلموں کے پیش نظر ایک سکھ ودوان پروفیسر نرنجن سنگھ ایم ایس سی نے ایک مرتبہ یہ بیان کیا تھا کہ:

"سکھ تاریخ پر اگر کوئی سیاہ دھبہ ہے تو وہ بابا بندہ کے زمانہ کے مظالم ہیں[5]۔"

یاد رہے کہ یہ ظالم بندہ وہی تھا کہ جس کے بارہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اس کے ابتدائی دور میں اس کے ہاتھوں ایک ہرنی ماری گئی تھی۔ اور اس

۱۔ شمشیر خالصہ صفحہ ۹۵ و ۱۳۹ و تواریخ گورو خالصہ حصہ دوم صفحہ ۳۰

۲۔ سکھ پنتھ کیتھے توں کتھے صفحہ ۱۳۶

۳۔ بندہ بہادر صفحہ ۷۵

۴۔ شمشیر خالصہ صفحہ ۲۳ و تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۹ حصہ دوم و پنتھ پرکاش چھاپہ ٹائپ صفحہ ۲۹۹ و رسالہ سنت سپاہی اپریل ۱۹۵۴ء و نبھے مکت صفحہ ۱۴۵ء

۵۔ رسالہ نویاں قیمتاں نومبر ۱۹۴۸ء

کے پیٹ میں سے بچہ نکالا تھا۔ جو تڑپ تڑپ کر مر گیا تھا۔ اس بات نے اس کے دل پر اتنا گہرا اثر کیا تھا کہ وہ تارک الدنیا ہو گیا تھا۔[۱]

دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ سیاسی اختلاف اور ہوس ملک گیری نے بڑے بڑے بادشاہوں، حکمرانوں اور راجاؤں مہاراجوں کو بھی اندھا کر دیا۔ اور انہوں نے اپنے باپوں، بیٹوں اور دوسرے عزیز رشتہ داروں کے خون سے بھی ہاتھ رنگے تھے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ سکھوں کے پہلے اور آخری بادشاہ گزرے ہیں اور سکھ عوام آج بھی ان کا نام عزت سے لیتے ہیں اور ان کی حکومت کو ایک قومی اور غیر متعصب حکومت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مگر تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اس سکھا شاہی کا آغاز مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنی بیوہ ماں کے قتل سے کیا تھا۔ جسے انہوں نے اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے خود اپنے ہاتھ سے زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا۔[۲] اور اپنے کئی دوسرے رشتہ داروں کا صفایا کرنے کے بعد اپنی بیوہ ساس رانی سدا کور پر بھی اپنے ہاتھ صاف کئے تھے اور اسے بہانہ سے اپنے پاس بلا کر قید کر لیا تھا اور اس بدقسمت اور بدنصیب کی جیل سے رہائی اس کی موت کے بعد ہی کی تھی۔[۳] اور یہ رانی سدا کور رنجیت سنگھ کی ہر مہم میں شامل ہوا کرتی تھی اور مناسب مدد دیا کرتی تھی۔ رنجیت سنگھ نے سب طرف سے فارغ ہونے کے بعد اسکا نصف علاقہ

۱۔ سکھ پنتھ کیتھے توں کیتھے صفحہ ۲۲

۲۔ حیات رنجیت صفحہ ۳۹ و نکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۹۲ و سکھ اتہاس مصنفہ مسٹر کنگھم صفحہ ۴۴ ا گورمکھی ہسٹری آف دی سکھ انگریزی مصنفہ کورسٹ منہ ی۔

۳۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۳۰ حصہ سوم

اس سے طلب کیا تھا جس کا اس نے انکار کر دیا تھا۔ یہی اختلاف اس کی قید اور موت کا باعث بنا تھا۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہم مسلمانوں میں بھی کئی ایسے لوگ گزرے ہیں۔ جنہوں نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرح اپنی حکومت اور علاقے کو وسعت دینے کی غرض سے اپنوں اور بیگانوں کے خون سے ہاتھ رنگے اور کمزوروں اور ماتحتوں پر بے شمار سختیاں کیں۔

پس جب یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر قوم میں نیک اور بد اچھے اور بُرے لوگ گزرے ہیں تو کسی ایک قوم کا کسی دوسری قوم کو مطعون کرنے کے لئے بُری مثالوں کو لانا اور خود اپنی قوم اور مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ظلموں کو نظر انداز کر دینا کوئی پسندیدہ بات نہیں بلکہ انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہر قوم خود اپنے ظالم طبع لوگوں کے خلاف قلم اٹھاتی اور ان سے نفرت کر کے ان کے ظلموں کو آشکار کرتی۔ یہ طریق ایسا تھا کہ جس سے لوگوں میں یگانگت پیدا ہوتی۔ مگر اسے نظر انداز کر دیا گیا۔

انگریزی دَورِ حکومت کی بدترین یادگار وہ تاریخ ہے جو انگریزی حکمرانوں کے ایماء پر تیار ہوئی اور جسے تاریخ کا نام دینا تاریخ سے بہت بڑی بے انصافی اور ظلم ہوگا۔ کیونکہ اس کا مقصد لوگوں کو صحیح حالات سے واقفیت بہم پہنچانا نہیں تھا بلکہ ایک دوسرے کے خلاف نفرت۔ بغض اور عداوت کے جذبات کو تیز کرنا تھا۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے دور لے جانا تھا۔ یہ درست ہے کہ محققین کے نزدیک بھارت میں ہندو مسلم کش مکش انگریزوں کے بھارت میں آنے سے قبل ہی چلی آرہی تھی اور اس کش مکش کی بنیادی چیز دو مختلف نظریوں اور فلسفوں کا ٹکراؤ تھا لیکن اس سے بھی انکار نہیں جا سکتا کہ برطانوی عہد میں تیار ہوئی تاریخ نے ان دونوں قوموں کے اختلاف اور بغض کو بڑھانے میں بہت مدد دی۔ کیونکہ اس میں مسلمان بادشاہوں اور حکمرانوں کو

خاص طور پر گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا تھا اور انکی طرف فرضی مظالم کے کئی قصے منسوب کر کے انہیں ظالم، متعصب، تنگ نظر اور بے انصاف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، تاکہ عام بھارتیوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوں اور وہ ان گوروں حکمرانوں کو ان پر ترجیح دیں۔

ہمارے مسلمان بادشاہوں کو متعصب ثابت کرنے کی غرض سے ان کی طرف یہ بات بھی منسوب کر دی گئی کہ انہوں نے اپنے عہد میں ہندوؤں کے بیشمار مندر اور بت توڑ ڈالے اور اس طرح ان کے مقدس اور مذہبی مقامات کی توہین اور بے حرمتی کی۔ ہر وہ لوٹا ہوا بت جو بھارت کے کسی حصہ سے بھی برآمد ہوا مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ لیکن اگر اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جاتا تو خود یہ بات بھی ایسی نہ تھی کہ جس کی بنا پر محض مسلمانوں کو ہی مطعون کیا جا سکتا۔ کیونکہ تاریخ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ خود ہندوؤں کے مختلف فرقوں نے زور پکڑنے پر ایک دوسرے کے مندر اور مورتیاں توڑ ڈالیں۔ چنانچہ مشہور ہندو ریفارمر پنڈت دیانند جی اپنی مشہور و معروف کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ سوامی شنکر اچاریہ نے جینیوں کے مندر اور مورتیاں توڑ ڈالی تھیں اور کئی مقامات کے جینیوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اپنے سالم اور ثابت بت زمین میں دفن کر دیئے تھے تاکہ ان کی بے حرمتی نہ ہو۔ جیسا کہ پنڈت جی نے بیان کیا ہے کہ:

"سوامی شنکر اچاریہ نے دس برس تک تمام آریہ ورت میں دورہ کر کے جینیوں کے مت کا کھنڈن اور ویدک دھرم کا منڈن کیا اتنا ہی نہیں بلکہ شنکر اچاریہ کے زمانہ میں جینیوں کے بت بھی توڑے گئے۔ چنانچہ آج تک جینیوں کے ٹوٹے پھوٹے یا سالم بت نکلتے ہیں وہ سب شنکر اچاریہ کے زمانہ کے ہی ہیں سالم بت جینیوں نے زمین میں گاڑ دیئے تھے کہ توڑے نہ جائیں ابتک بعض مقامات سے نکلتے ہیں[1]

---

[1] ستیارتھ پرکاش سمولاس ۱۱ صفحہ ۳۷۵

اس سے صاف ظاہر ہے کہ پنڈت دیانند ایسا معاند اسلام بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ بھارت کے مختلف حصوں سے برآمد ہونے والی ٹوٹی پھوٹی مورتیاں سوامی شنکراچاریہ کے وقت میں توڑی گئی تھیں۔ مسلمان حکمرانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں اس صورت میں ہر ٹوٹی پھوٹی مورتی کو مسلمانوں کی طرف منسوب کر کے انہیں ظالم تنگ دل اور متعصب ظاہر کرنا سراسر ظلم اور بے انصافی ہے۔

اسی طرح سکھ ودوانوں اور تاریخ دانوں کو یہ بات بھی مسلّم ہے کہ سکھوں نے اپنی طاقت اور سیاست کے دور میں بے شمار ہندو مندر توڑے تھے اور مساجد کو شہید کیا تھا اور یہ سب کچھ گورو گوبند سنگھ جی کی تعلیم کے نتیجہ میں کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس بارہ میں گورو گوبند سنگھ جی کی یہ تعلیم ظاہر کی جاتی ہے کہ:

دو ہوں پنتھ میں کپٹ ودیا چلانی
پھر نمیرو پنتھ کیو پردھانی

. . .

مڑھی گور دیول مسیتاں گرائینگ
تو ہی اک اکال ہر ہر جپائینگ
مٹے وید شاستر اٹھارہ پورانگ
مٹے بانگ صلوٰۃ سنت قرآننگ

یاد رہے کہ نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھنے والے سکھ گورو گوبند سنگھ جی کی بیان کردہ اس وار کو باقاعدہ اپنی عبادت میں شامل کرتے ہیں۔ نیز ماسٹر تارا سنگھ جی اور دوسرے

۱۔ اگرونتی وار نامدھاری نت نیم صفحہ ۶۳۲

۲۔ کوکیاں دی وتھیا صفحہ ۱۴۸، ۲۹۴، ۳۰۵، ۳۰۹، ۳۱۴، ۳۳۳

سکھ ودوان بھی اسے گورو گوبند سنگھ جی کا بیان کردہ تسلیم کرتے ہیں اور اپنے مضامین میں اس کے حوالہ جات پیش کرتے ہیں[1]۔

گورو گوبند سنگھ جی کی اس تعلیم کو سکھوں نے صرف اپنی پوجا پاٹھ کی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ عملی صورت میں بھی اس کے ثبوت بہم پہنچائے۔ چنانچہ مشہور سکھ ودوان بھائی گورداس جی (دوسرے)[2] نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

گور بر اکال کے حکم سوں اپجیا بگیانا
تب سہجے رچیو خالصہ ثابت مردانا
ایوں اٹھے سنگھ بھبکار سب جگ ڈرپانا
مڑھی گور دیول مسیت ڈھائے گئے میدانا
وید پوران کتب شاستر اُچھن مٹے قرآنا
بانگ صلوٰۃ ہٹائے کے مارے سلطانا
میر پیر سب چھپ گئے سب مذہب الٹانا[3]

اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ سکھوں نے گورو گوبند سنگھ جی کے حکم سے زور پکڑنے پر مندر اور مسجدیں مسمار کر دیں۔ قرآن شریف اور وید شاستر وغیرہ مقدس کتب مٹانے کی کوشش کی۔

۱۔ واتماں سکھ راج نیتی صفحہ ۲، دھرم مت پرہار صفحہ ۴، ۷، دگورمت سدھاکر صفحہ ۴۵ اور کتھا ایڈیشن ساگر صفحہ ۴۴، رسالہ سنت سپاہی جولائی ۱۹۴۸ء و نومبر ۱۹۵۵ء وغیرہ

۲۔ یاد رہے کہ یہ بھائی گورداس جی پہلے نہیں تھے۔ بلکہ کوئی دوسرے تھے جو بعد میں ہوئے ہیں ان کی بیان کردہ وار بھائی گورداس پہلے کی واروں میں ۴۱ ویں وار کے نام پر بعد میں شامل کی گئی ہے

۳۔ وار ۴۱ پوڑی ۱۶

ایک سکھ ودوان نے بھائی گورداس جی کی اس مندرجہ بالا ۱۴ ویں وار کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

"اس اہم دیں وار کی ۱۶ ویں پوڑی ... ... میں زمانہ ماضی کے گزر چکے حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے[1]:

نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھنے والے سکھ تو انگریزی دور میں بھی یہ عام طور پر پڑھا کرتے تھے کہ.

مڑھی مسیتاں ڈھائے کے
کر دیو میدانا
پہلاں مارو پیہہ ہنوئی
پھیر مارو سلطانا
امت سب محمدی کھپ جائے میدانا
سنت کوئی نہ کر سکے گجٹن ترکانا
بھینی ست گور جا لگیا
اور چھوٹا جہانا[2]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سکھوں نے بھی اپنے دور میں دوسرے لوگوں کے مذہبی مقامات کی بے حرمتی کی تھی بلکہ ان کے نام و نشان بھی مٹا دیئے تھے. ان کے علاوہ دوسری سکھ کتب سے بھی اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ سکھوں نے اپنے دور میں بے شمار مساجد شہید کی تھیں[3]

---

۱. کوکیاں دی وتھیا صفحہ ۶۱ ۲ - کوکیاں دی وتھیا صفحہ ۶۰

۳ . بھارت مت درپن صفحہ ۲ وا تہاس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۲۶۹

گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ سکھوں نے بندہ بیراگی کی سرکردگی میں ہزارہا مساجد اور مقبرے گرادئے تھے[1]۔

نامدھاری فرقہ کے سکھوں نے تو انگریزی دور میں بھی کئی مساجد شہید کردی تھیں چنانچہ انھوں نے خود ہی اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ:

مڑھی گور ڈھائے ہود پیر خانے

جاپ اک اکال جپایا ہے[2]

سکھوں میں گوردوارہ مست گڑھ کے نام کی ایک اصطلاح بھی قائم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گوردوارہ جو کسی مسجد میں قائم کیا جائے۔ یا کسی مسجد کو گوردوارہ کی شکل میں تبدیل کیا جائے۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ لکھتے ہیں کہ:

"مست گڑھ - وہ مسجد جہاں گورو گرنتھ صاحب کا پرکاش کیا گیا ہے۔ مسجد کی جگہ بنایا گیا گوردوارہ[3]"۔

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے بیان کیا ہے کہ:

"مست گڑھ - خاص کر وہ مسجد جسے سکھ گوردوارہ میں تبدیل کیا گیا ہے۔ جس مسجد میں گورو گرنتھ صاحب کا پرکاش کیا جاتا ہے...... شاہ آباد وغیرہ تصبات میں کئی مست گڑھ ہیں[4]"۔

ایک اور کتاب میں مرقوم ہے کہ،

۱۔ تواریخ گورو خالصہ اردو حصہ دوم صفحہ ۱۴، ۱۹، ۹۳ وغیرہ

۲۔ شہید بلاس مصنفہ کالا سنگھ صفحہ ۹ منقول از کوکیاں دی وتھیا صفحہ ۲۴۳

۳۔ مہان کوش صفحہ ۱۱۲۷

۱۔ مہان کوش صفحہ ۲۷۸۶ و ۱۱۲۷

"مساجد جو سکھوں کے قبضہ میں آئیں اور جو گورو گرنتھ صاحب کا پرکاش کرکے دھرم سالہ بنائی گئیں۔ مست گڑھ کے نام سے مشہور ہوئیں[1]۔

اسی طرح "خالصئی بولے" نام کی کتاب میں مرقوم ہے کہ

"مست گڑھ۔ جو مسجد کا گوردوارہ بنایا گیا ہے[2]۔

ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ

"مست گڑھ۔ مسجدیں بنا گوردوارہ[3]:

ان حوالہ جات سے یہ واضح ہے کہ سکھوں میں ایک اصطلاح مست گڑھ نام کی قائم ہے جس سے یہ ظاہر ہے کہ سکھوں میں مساجد کو مسمار کرنا اور ان کی جگہ گوردوارے بنانا ایک عام رواج ہے۔

یہاں ہم یہ بیان کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ جن دنوں سکھ ہم مسلمانوں کی مساجد اور دوسرے مقدس مقامات شہید کرنے میں مصروف تھے ان دنوں بھی مسلمان حکمران سکھوں کے مقدس مقامات کی بے حرمتی نہیں کرتے تھے بلکہ ان کی حفاظت کرنا اپنا ایک فریضہ خیال کرتے تھے۔ چنانچہ اس بارہ میں ایک سکھ ودوان نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"بندہ بہادر کے وقت یا میر منّوں۔ احمد شاہ کے زمانہ میں جب سکھوں کے سروں کی قیمت اسّی اسّی روپے مقرر کی گئی تھی تو سکھ جنگلوں میں چھپے رہتے تھے لیکن اپنے گوردواروں کی حفاظت اور تقدس کے لئے انہوں نے جگہ جگہ ٹرسٹ اور اداسی مہاتما مقرر کر دیئے تھے۔ خواہ

۱۔ گرٹ گج بولے صفحہ

۲۔ خالصئی بولے صفحہ ۲۶

۳۔ رسالہ سنت سپاہی نومبر ۱۹۵۶ء

نرملے اور اداسی بھی کیس دھاری سکھ تھے لیکن ان کا پہرا دہ فقیروں کا ہونے کی وجہ سے مسلمان انہیں اللہ لوگ خیال کرکے کچھ سختی کرنے سے جھجکتے تھے . . . گوردواروں کے محافظ سادھوؤں کو کچھ بھی نہیں کہا جاتا تھا ۔ اسی وجہ سے گوردوارے جگہ جگہ قائم رہے[1]۔

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :

" جب سکھوں کو کسی جگہ امن نہیں ملتا تھا اور بادشاہ کی طرف سے سکھ کا سر لانے والے کو اسی روپے انعام دیا جاتا تھا ۔ اس وقت ودوان اور لائق اداسی سادھوؤں کو خالصہ نے گوردواروں کے گرنتھی مقرر کر دیا کیونکہ بادشاہ کی طرف سے انہیں کوئی تکلیف نہیں دی جاتی تھی[2]۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے کسی وقت بھی کسی غیر قوم کے کسی مذہبی مقام کو مذہبی مقام سمجھ کر نہیں گرایا ۔ بلکہ اس کی حفاظت کی ۔ ہاں اگر کسی قوم نے خود ہی اپنے مذہبی مقام کے تقدس کو نظر انداز کر کے اسے ایک قسم کے فوجی اڈہ میں بدل دیا ہو یا اسے سازشوں کا مرکز بنا دیا ہو تو اس کی ذمہ داری خود اس قوم پر ہی عاید ہوگی ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ سکھوں نے ہمیشہ اپنے مقدس مذہبی مقامات کو سیاسی اکھاڑے بنانے کی کوشش کی اور آج خود سکھوں میں ایسے لوگ موجود ہیں ۔ جو برملا کہتے ہیں کہ :

" گوردواستھانوں میں صبح شام گوربانی کا دلکش کیرتن کرنا سکھی مریادہ اور دھارمک استھانوں کی مقدس روایات تھیں ۔ آج ان استھانوں میں شراب کے کھلے دور چلتے ہیں اور عیاشیوں کے اڈے بنے ہوئے ہیں[3]۔

---

۱ ۔ بابا نانک وا نرمل پنتھ صفحہ ۹۷

۲ ۔ کتھا اپدیش ساگر صفحہ ۱۳۱ ۸

۳ ۔ رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ دسمبر ۱۹۵۶ء

۱۹۴۰ء میں مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ نے پنجاب پر قبضہ جمانے کی کوشش کی تھی ۔ اور اس کے لئے سکھوں کو منظم بھی کیا تھا۔ اور اسی تنظیم کو بعد میں انہوں نے ۱۹۴۷ء کے فسادات میں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا تھا۔ ماسٹر جی نے اس تنظیم کے بارہ میں خود ہی یہ بیان کیا ہے کہ:

"۱۹۴۰ء میں جب جرمنی نے فرانس کو فتح کر لیا تو یہاں بہت گھبراہٹ تھی ۔ لوگوں کو خیال تھا کہ اب انگریزوں کو شکست ہو جائے گی ۔ مجھے بھی یہی شبہ تھا ...... اس فکر میں ہم باہمی مشورے ضرور کرتے رہتے تھے ۔ ہم نے کچھ جتھہ بندی کی اور ایسا بندوبست کیا تھا کہ جس سے جلد ہی سکھ خاص خاص مقامات پر جمع ہو سکیں ۔ ہمارے اس بندوبست میں بڑی بات لاہور تھی ہم سمجھتے تھے کہ شہر امرت سر پر قبضہ جمانے میں تو کوئی روک پیدا نہیں ہوگی ۔ اور یہ بندوبست کیا تھا کہ جتھہ بند سکھ چاروں طرف سے یکدم لاہور پر حملہ کر دیں[۱]۔"

اس تیاری کے دوران ماسٹر تارا سنگھ جی نے سکھ گوردواروں کو بھی مفروروں اور قاتلوں کی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا۔ اور ان میں حکومت کے مفروروں اور قاتلوں کو ٹھہرایا تاکہ ضرورت کے وقت انہیں مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا سکے چنانچہ ماسٹر جی نے خود ہی بیان کیا ہے کہ:

"کیرت پور کے گوردوارے کے منیجر اور اس کے ساتھی قتل کر کے مفرور تھے یہ ضلع امرت سر اور دوسرے ملحقہ علاقوں میں چھپے ہوئے تھے ۔ ان کو متعدد گوردواروں میں اکالیوں نے پناہ دی ۔ ..... اکالی تو اس لئے امداد دیتے تھے کہ اگر ملک میں گڑبڑ پیدا ہو تو شاید یہ من چلے لوگ کام آ سکیں ۔ ..... سردار ہربنس سنگھ جب روپوش تھے تو ان کے پاس بندوقیں اور پستول بھی تھے[۲]۔"

۱۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء

۲۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء و رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء

ایک اور مقام پر ماسٹر جی نے بیان کیا ہے کہ:

"اکالیوں پر دوسرا الزام سردار ہربنس سنگھ کو پناہ دینے کا تھا۔ اور یہ درست ہے مگر اس کا مقصد بھی یہی تھا کہ کہیں پنجاب میں مسلمانوں کی حکومت نہ قائم ہو جائے"۱۔

الغرض ماسٹر جی نے اس بات کو بیّن الفاظ میں تسلیم کیا ہے کہ انہوں نے اور ان کی پارٹی نے گوردواروں کے تقدس کو نظرانداز کر کے ان میں مفسد ز تاتوں کو پناہ دی تھی اور سیاسی اڈوں کے طور پر انہیں استعمال کیا تھا۔

پس اگر کسی وقت کسی مسلمان حکمران نے غیر مسلموں کا کوئی دھرم استھان گرایا بھی ہو گا تو اس کی وجہ یہی ہو گی کہ اس دھرم استھان کو فوجی اڈے میں تبدیل کر دیا گیا ہو گا۔ ورنہ کسی مذہبی مقام کو مذہبی مقام سمجھ کر کوئی بھی مسلمان حکمران گرانے کا خواہشمند نہیں ہو سکتا تھا۔

موجودہ زمانے کی مہذب اقوام بھی اس سے انکار نہیں کریں گی اگر کوئی گروہ اپنے کسی مذہبی مقام کو سیاسی اڈہ بنا دے یا اسے فوجی اڈے کی شکل میں بدل دے تو مخالف گروہ یا حکومت وقت اس بات کو کبھی بھی گوارہ نہیں کرے گی۔ بلکہ اس مذہبی مقام کو بھی ملیا میٹ کرنے سے دریغ نہیں کرے گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری خود ان لوگوں پر ہی ہو گی جو اپنے مذہبی مقام کے تقدس کو نظرانداز کر کے اسے حکومت وقت کے خلاف سازشوں کا مرکز بنا دیں گے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خود سکھ بھی اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ سکھ حکومت میں رہنے والے لوگ اپنے مذہبی مقامات کو سکھ حکومت کے خلاف بغاوت کے مراکز میں تبدیل کر دیں۔

الغرض جہاں تک دوسرے مذاہب اور فرقوں کے مقدس مقامات کی بےحرمتی

۱۔ رسالہ سنت سپاہی دسمبر ۱۹۴۵ء رسالہ پنج دریا دسمبر ۱۹۴۵ء

کا تعلق ہے۔ اس میں ہندو اور سکھ بھی شامل ہیں۔ محض مسلمان حکمرانوں کو بعن طعن نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کسی وقت کسی مسلمان حکمران نے کسی بت کو توڑا ہے تو سکھوں کے دسویں گورو گوبند سنگھ جی نے بھی خود کو بت شکن ظاہر کیا ہے جیسا کہ ان کا بیان ہے:

منم کُشتنم کوہیاں بت پرست،
کہ او بت پرستند و من بت شکست[1]

یعنی: "میں فساد سے بھرے ہوئے پہاڑیوں کے مارنے والا ہوں کیونکہ وہ بت پرست ہیں اور میں بت شکن ہوں[2]"

اور گورو گرنتھ صاحب میں تو جا بجا بتوں اور بت پرستوں کی مذمت کی گئی ہے چنانچہ انہیں اندھے اور بہرے تک قرار دیا گیا ہے[3]۔

برطانوی عہد میں آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے اپنے پلیٹ فارموں پر ہندو مسلم اتحاد کے نعرے خوب زور سے لگائے۔ اور "ہندو مسلم ایک ہو" کے گیت بھی گائے۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ آل انڈیا نیشنل کانگرس کا یہ ہندو مسلم اتحاد صرف جلسوں، جلوسوں اور نعروں کی حد تک ہی محدود رہا۔ اس اتحاد کے لئے کوئی ٹھوس تدبیر اختیار کرنا یا عملی قدم اٹھانا ہمیشہ کانگرسی لیڈروں کے پروگراموں اور منصوبوں سے باہر رہا۔ اگر کسی مخلص کانگرسی لیڈر نے کسی وقت ہندو مسلم ایکتا کے لئے کوئی ٹھوس قدم اٹھانا چاہا تو دوسرے لیڈروں نے اس کا ساتھ نہ دیا جس کی وجہ سے کوئی ٹھوس تدبیر عمل میں نہ آسکی چنانچہ اس سلسلہ میں ایک بھارتی وِدوان نے یہ بیان کیا ہے کہ:

۱۔ دسم گرنتھ صفحہ ۱۲۵

۲۔ گورمت سدھاکر صفحہ ۱۵۳

۳۔ گورو گرنتھ صاحب محلہ ا صفحہ ۵۵۶

"کانگرس ہمیشہ ہندو مسلم اتحاد پر زور دیتی رہی ہے اور اس نے اپنے مدنظر ہند میں غیر مذہبی (SACULAR) حکومت قائم کرنے کا مدعا نت رکھا ہے مگر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ کانگرس نے ہندو مسلم اتحاد کو حل کرنے کے لئے کوئی ٹھوس طریقہ اختیار نہیں کیا۔"[1]

کانگرس اگر صدق دل سے ہندو مسلم ایکتا کی خواہاں تھی تو اس کے لئے یہ لازمی تھا کہ وہ اس بات کو مدنظر رکھتی کہ ہندو مسلم اتحاد میں کون کون سی بات رکاوٹ پیدا کرنے کا موجب بن رہی ہے اور وہ اس اتحاد میں رخنہ پیدا کرنے والی ایک ایک بات کو دور کرنے کی کوشش کرتی اور ان باتوں میں صف اول پر وہ تاریخ تھی جو ہندوستان کے سکولوں اور کالجوں میں ہندوستانی بچوں کو پڑھاتی جاتی تھی کیونکہ اس تاریخ کو ایک خاص مشن اور مقصد کے ماتحت تیار کیا گیا تھا۔ اس کی موجودگی میں ہندوستان کی مختلف قوموں خصوصاً ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد اور یگانگت کا پیدا ہونا محال تھا۔

سکھ تاریخ کا وہ حصہ جو انگریزی حکمرانوں نے اپنی منشاء اور نگرانی میں تیار کروایا منافرت پھیلانے میں اول نمبر پر ہے۔ خود سکھ ودوان اس امر کے معترف ہیں کہ مروجہ سکھ تاریخ کا بیشتر حصہ انگریزوں نے اپنی سیاسی ضروریات کے ماتحت تیار کروایا تھا! ور سکھ عوام نے اپنی لاعلمی اور کم علمی کی وجہ سے اسے مستند اور مذہبی تاریخ تسلیم کر لیا تھا۔ سکھ تاریخ کا یہ حصہ پھوٹ پھیلانے اور بغض و عناد پیدا کرنے کا بہت بڑا موجب بنا۔ اس تاریخ میں مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کو بہت گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا۔ اور بڑے بڑے دیندار، منصف مزاج اور صلح کل مسلمان بادشاہوں کو خطرناک قسم کے وحشی اور درندے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی اور "ملائک صفت" اور روشن ضمیر مسلمان شہنشاہوں کو تنگ خیال اور متعصب ظاہر کیا گیا اور ان کی طرف ایسے ایسے

۱۔ رسالہ نوبہار تبستان دہلی فروری ۱۹۴۹ء

مظالم منسوب کئے گئے ہیں جو سراپا غلط اور بے بنیاد ہیں۔ اور سکھ لٹریچر سے ہی انکی تغلیط ہوجاتی ہے۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے بچوں کا قتل ہے۔ موجودہ زمانہ کے سکھ ودوانوں کے بیان کے مطابق ان معصوم اور بیگناہ بچوں کو صوبہ سرہند نے محض اس جرم میں کہ وہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچے ہیں اور انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا زندہ دیوار میں چنوا کر ہلاک کر دیا تھا اور صوبہ سرہند نے ان شیر خوار بچوں کو بیدردانہ اور ظالمانہ سزا دینے سے قبل شادی وغیرہ کے لالچ بھی دیئے تھے مگر وہ دونوں بچے نہ تو کسی خوف کی وجہ سے اور نہ کسی لالچ کی بنا پر اسلام قبول کرنے پر رضامند ہوئے اور انہوں نے مسلمان بن کر زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دی اور خود کو صوبہ سرہند کے ہاتھوں زندہ دیوار میں چنوا دیا۔

اگر اس روایت کو سرسری نظر سے دیکھا جائے تو یہ دونوں باتیں اس فرضی قصہ کی تردید اور تغلیط کے لئے کافی ہیں۔ صوبہ سرہند کا شیر خوار بچوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دینا سراسر غیر اسلامی فعل ہے۔ ایسے غیر اسلامی فعل کا صوبہ سرہند ایسا ذمہ دار انسان کسی صورت میں بھی مرتکب نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ شیر خوار اور نابالغ بچے اسلام، اسلام کے ارکان اور اسلام کی طرف سے عائد شدہ ذمہ داریوں اور پابندیوں کو سمجھنے اور انہیں کما حقہٗ ادا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ بچپن بچپن ہی ہوتا ہے۔ خواہ وہ کسی کا ہو۔

الصبی صبی ولو کان نبی،

اس لئے کوئی سمجھدار اور ذمہ دار شخص نابالغ اور شیر خوار بچوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم کی رو سے بچے اس کے مکلف ہی نہیں۔ البتہ بلوغت کو پہنچنے پر اسلام کی رو سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کو احکام الٰہی کی ادائیگی میں صرف کریں۔

اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں کوئی ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جا سکتی

کہ کسی سمجھ دار، عالم یا ذمہ دار مسلمان نے کسی نابالغ اور شیر خوار بچے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہو اور پھر اس کے انکار کرنے پر اسے ہلاک کروا دیا ہو۔ یا دیوار میں زندہ چنوا دیا ہو اور اس طرح اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا ہو یا کسی کے باپ کے جرم کی سزا اس کے شیر خوار اور نابالغ بچوں کو دی ہو۔

الغرض سکھ مصنفین کا صوبہ سرہند سے متعلق یہ بیان کرنا کہ اس نے گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے اور شیر خوار بچوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی۔ خود اس فرضی قصہ کی تغلیط کے لئے کافی ہے اس کی موجودگی میں کسی اور تحقیق اور تردد کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

اس کے علاوہ اس غلط اور بے بنیاد قصہ کو سکھ کتب میں جس رنگ میں بیان کیا گیا ہے وہ بھی اس کے من گھڑت اور جعلی ہونے کی دلیل ہے۔ سکھوں کی روایت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ان شیر خوار بچوں کو شادی وغیرہ کے لالچ بھی دئے گئے اب ہر ایک سمجھ دار انسان یہ بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ اگر صوبہ سرہند شیر خوار اور نابالغ بچوں کو کوئی لالچ دے سکتا تھا تو وہ یہی ہو سکتا تھا کہ:

"اے بچو! ہم تمہیں مٹھائی لے دیں گے۔ لڈو کھلائیں گے۔ دودھ پلائیں گے کھلونے خرید دیں گے۔ تم ہماری بات مان لو۔"

کیونکہ شیر خوار اور نابالغ بچے ان چیزوں کو ہی سمجھ سکتے تھے۔ اور یہی چیزیں انکی دلچسپی کا باعث بن سکتی تھیں۔ چنانچہ خود گورو گرنتھ صاحب میں بھی اس بارہ میں یہی مرقوم ہے کہ:

پہلے پیار لگا تھن دودھ

... ...

چوتھے پیار اپنی کھیڈ[1]

---

[1] گورو گرنتھ صاحب محلہ ۱ صفحہ ۱۳۷

یعنی: بچے کی سب سے پہلی دلچسپی کی چیز دُودھ کے پستان ہوتے ہیں۔ اور وہ انہی سے چمٹا رہتا ہے اس کے علاوہ کھیل کود سے بھی اسے خوب لگاؤ ہوتا ہے۔

ایک اور مقام پر مرقوم ہے کہ:

کھیر ادھار بالک جب ہوتا

بن کھیر سے رہن نہ پائی[۱]

یعنی: بچے کی زندگی کا انحصار دودھ پر ہوتا ہے اور وہی اس کی دلچسپی کی چیز ہوتی ہے۔

پس بچوں کی پیاری چیز دودھ یا کھیل کود ہے۔ بیاہ شادی سے انہیں کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ بیاہ شادی کی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ادا کرنے کے اہل ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ خود سکھ مذہب میں بھی بچپن کی شادی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ جیسا کہ ایک سکھ وِدوان نے لکھا ہے کہ

"گورو گھر میں بچپن کی شادی کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے[۲]"

ایک اور مقام پر یہی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"جس ملک میں چھوٹی عمر میں شادی کرنے کا رواج ہو۔ وہاں کے لوگ کمینے، بزدل اور کم عقل ہوتے ہیں . . . . بھارت کی بربادی کے اسباب میں سے سب سے بڑا سبب بچپن کی شادی ہے[۳]"

سکھ کتب میں بیاہ شادی سے متعلق جو تعلیم دی گئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"لڑکی جب شادی کے لائق ہو تو اس کے والدین کو چاہیئے کہ اس کی شادی کا بندوبست کریں"

۱۔ گورو گرنتھ صاحب محلہ ۵ صفحہ ۱۲۶۶

۲۔ سکھ قانون صفحہ ۲۵۰

۳۔ سکھ قانون صفحہ ۲۵۹

چھوٹی عمر کی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرنا پسندیدہ اور مناسب نہیں ہے[1]:

پس صوبہ سرہند ایسا ذمہ دار شخص گورو گوبند سنگھ جی کے شیر خوار اور نابالغ بچوں کو شادی کا لالچ کیونکر دے سکتا تھا۔ کیونکہ وہ شادی کی ذمہ داریوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے اور نہ صوبہ سرہند اپنی یا کسی دوسرے مسلمان کی شیر خوار بچیاں ان نابالغ بچوں کے سپرد کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ان شیر خوار اور نابالغ بچوں سے شیر خوار بچیاں ہی بیاہی جا سکتی تھیں۔ بڑی عمر کی عورتیں تو انہیں گود میں ہی کھلاتیں۔ ان سے انکی شادی کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی بڑی عمر کی عورت اس کے لئے تیار ہو سکتی تھی کہ اس کی شادی کسی نابالغ اور شیر خوار بچہ سے کر دی جائے۔ خود سکھ مذہب میں بھی بڑی عمر کی عورت کی شادی کسی چھوٹی عمر کے بچہ سے کر دینا ناپسند کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے لکھا ہے کہ:

"چھوٹی عمر کے بچہ کی شادی کسی بڑی عمر کی عورت سے کر دینا مناسب نہیں ہے[2]"

اس سلسلہ میں گورو گرنتھ صاحب میں یہ مرقوم ہے کہ:

گھر در نہ جانے چھوہر[3]

یعنی:

"چھوٹی عمر کے بچوں کے ساتھ جوان عورت کی شادی کر دینا ناجائز ہے۔ اس طرح کی شادی کے پرچارکوں کو عبرت ناک سزا دینا چاہیئے[4]"

۱۔ سکھ قانون صفحہ ۲۵۹

۲۔ سکھ قانون صفحہ ۲۵۸

۳۔ گورو گرنتھ صاحب مارو محلہ ۱ صفحہ ۱۰۲۲

۴۔ سکھ قانون صفحہ ۲۵۸

پس جہاں تک چھوٹی عمر کے نابالغ بچوں کا تعلق ہے ان کی دلچسپی دودھ اور کھیل کود سے ہی ہوتی ہے۔ باقی دوسرے تمام مسائل ان کے فہم اور ادراک سے بالاتر ہوتے ہیں موجودہ زمانہ کے سکھ ودوانوں کے بیان کردہ اس قصہ کی جانچ پڑتال کے لئے جب ہم سکھ کتب کی مزید ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمارے سامنے اور بھی کئی باتیں آتی ہیں۔ جو اس بے بنیاد قصہ کی تنقیط کرتی ہیں۔ چنانچہ سکھ کتب میں اس قصہ کو سنانے والے راوی بھی مختلف بیان کئے گئے ہیں۔ بعض کے نزدیک[1] یہ قصہ گورو، گوبند سنگھ کو "ماہی" نام کے ایک شخص نے سنایا تھا[1] اور اور اسے خود ہی گورو جی نے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے سرہند بھجوایا تھا۔ اور بعض کے نزدیک "نورا" نام کے راوی نے یہ تمام واقعہ گورو صاحب کے گوش گزار کیا تھا کہ صوبہ سرہند نے ان کے چھوٹے اور شیرخوار بچے سرہند میں مروا دیئے ہیں[2]۔ نیز کسی نے "ایک شخص" کہہ کر تمام قصہ نقل کر دیا ہے[3] اور کسی نے "ایک سکھ" کی زبان سے یہ روایت نقل کی ہے[4] اور ایک صاحب نے یہ بیان کیا ہے کہ:

گورو صاحب نے رائے کلہہ سے صاحبزادوں کی خبر منگوائی تھی[5]۔

سکھ کتب میں یہ قصہ مختلف اور متضاد روایات کی شکل میں درج ہے اگر ان مختلف

۱۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۲۰

۲۔ گورو بنسا ولی صفحہ ۱۳۵

۳۔ مختصر و مکمل تاریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۱۷

۴۔ پراچین پنتھ پرکاشش صفحہ ۶۷

۵۔ سکھ پنتھ کہتے توں کہتے صفحہ ۱۹

اور متضاد روایات کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ کہ یہ تمام قصہ بناوٹی اور بے اصل ہے جسے محض اس لیئے وضع کیا گیا ہے کہ سکھوں کے دلوں میں مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا کیئے جائیں چنانچہ مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی کے نزدیک یہ قصہ "ماہی" نام کے ایک شخص نے گورو گوبند سنگھ جی کو سنایا تھا۔ اور گورو صاحب نے خود ہی اسے اپنے بچوں اور والدہ ماجدہ کے حالات معلوم کرنے کے لیئے سرہند کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن گیانی جی نے اپنی مختلف کتب میں "ماہی" کی بیان کردہ روائت مختلف رنگوں میں بیان کی ہے جو بہت بڑے تضاد پر مشتمل ہے۔ جیساکہ پنتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۸۹ء چھاپہ پتھر میں آپ یہ فرماتے ہیں کہ نواب سرہند نے ان بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور سامانہ کے سید بغیر کسی وقفہ کے اسی وقت انہیں قتل کرنے کے لیئے قتل گاہ کی طرف لے گئے تھے۔ مگر گورو صاحب کے یہ دونوں بچے قتل ہونے سے قبل ہی جان بحق ہو گئے تھے۔ جلاد یہ دیکھ کر حیران ہو گیا تھا اور اس نے ان مردہ بچوں کے سر کاٹ لئے تھے تاکہ وہ یہ بتا سکے کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ جیساکہ مرقوم ہے کہ:

مان بھید سے کہیو جلادن
مارو گردن ان گور زادن
سید جتے سامانے کیرے
گہے قتل ہت اُن بن ویرے
تب گورسُت نج شکتی سنگیں
گئے تیاگ تن جیوں نج انگیں
... ...
پیکھ جلاد رہیں حیرانے

پھر تن کری اپنی با نے
دشمن کی گردن کے دیچیں
پھیرے چھرے تنوں تب نیچیں
کرے قتل دکھرادن ہیتیں
پسمن تب مکھیو نہ بھیتیں
پھر لاشیں ان کی اٹھوائی
بھینت مدھ دینی چنوائی

یعنی: صاحبزادے خود بخود فوت ہو گئے۔ جلاد نے ان کی لاشوں سے ان کی گردنیں کاٹ دیں اور اس کے بعد ان کی مردہ لاشوں کو دیوار میں چنوا دیا گیا۔

اس کے بعد گیانی جی نے اپنی اسی کتاب کے بعد کے ایڈیشنوں میں[۱] اس قصہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

ناظم پاپی کہیو سنائی
دیہو دیوار میں انے چنوائی

. . .

ان دونوں کو بیچ دیواریں
چنن لگے پاپن دل جھاریں

. . .

گوڈیوں توڑی کندھ جو آئی
چنڈے جادن ترک قصائی

. . .

---

[۱] پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر ۱۸ بدام ۲۰ صفحہ ۲۱۵

پھیٹو برج جس ہیں تھے چھُٹتے
اینٹیں اِت اُت، چلی اگسنتے

...

چھوڑ بھگیں سب ہی ات ائیں
ٹوڈرمل کے پوترن ستیں!
حکم بجیدے خان کے ساتھ
آئے اٹھائے ہاتھو ہاتھ
دئی ممیائی دودھ پلائے
پھر ماتا جی کے پاس پچائے
سیوا سرب بھانت کروائی
پانچ ودوس تہہ رکھے ٹکائی

...

اوڑک صوبے دشٹ سنائی
مارد گردن اسے اتھائیں
ساسل بیگ اور باچل بیگ
اونبھے جلادن کھیچ کے تیغ،
تسی ٹھور کھریوں کے سیں
نرت اتارسے دشٹیں ایسں

گیانی جی نے اسس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ گوروگوبند سنگھ جی نے جب اپنے

۱۔ پنتھ پرکاش چھاپہ ٹائپ نواس ۴۴۳ صفحہ ۱۴۲

بچوں کا اس طرح مارا جانا سنا تو ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ چنانچہ گیانی جی نے لکھا ہے کہ:

کرنا رس ست سیس بڈھ گیو،
گور تیر تن میں جل ایو[1]

یعنی: گورو صاحب کے ان بچوں کو صوبہ سرہند نے پہلے دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا۔ مگر وہ دیوار پھٹ گئی تھی۔ اور بچے بے ہوشی کی حالت میں نکال لئے گئے تھے اور انہیں دوائی وغیرہ دے کر ہوش میں لایا گیا تھا اور اس کے بعد انہیں ماتا جی کے پاس بھجوا دیا گیا تھا۔ پھر پانچ دن گزرنے کے بعد انہیں صوبہ سرہند کے حکم سے سابل بیگ اور باچھل بیگ نام کے جلادوں نے انہیں قتل کر دیا تھا۔

اب ناظرین غور فرمالیں کہ سکھوں کی بیان کردہ اس روایت کی کیا حقیقت ہے اور کس حد تک یہ قابل قبول ہو سکتی ہے۔ گیانی جی نے پنتھ پرکاش کے چھاپہ پتھر کے ایڈیشن میں یہ بیان کیا ہے کہ گورو صاحب کے بچے قتل ہونے سے قبل وفات پا گئے تھے اور ان کے مردہ جسموں سے ان کے سر کاٹے گئے تھے اور اس کے بعد ان کی لاشوں کو دیوار میں چنوا دیا گیا۔ لیکن اسی کتاب کے بعد کے ایڈیشن میں آپ یہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے ان بچوں کو زندہ دیوار میں چنوا دیا گیا تھا اور دیوار پھٹ گئی تھی۔ اس کے پانچ دن بعد انہیں صوبہ سرہند کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا۔ یہ تضاد اس روایت کے فرضی ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔

گیانی جی نے اس فرضی قصّہ کو اپنی ایک اور کتاب میں یوں بیان کیا ہے کہ:
بچوں کو دیوار میں چن دیا گیا۔ مگر جب دیوار پھٹ گئی۔ تو انہیں بغیر کسی وقفہ کے

---

[1] پنتھ پرکاش چھاپہ ٹائپ لواس ۴۴ صفحہ ۴۱۲

اسی وقت، قتل کر دیا گیا۔[1]

اور اسی کتاب کے اردو ایڈیشن میں گیانی جی نے اس واقعہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کو زندہ دیوار میں چن کر قتل کر دیا گیا۔"[2]

گیانی صاحب موصوف اپنی ایک اور کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ:

"گورو گوبند سنگھ جی کے بچے خود کو دیوار میں چنوا کر شہید ہوئے۔"[3]

گیانی جی کی ان مختلف کتب کے حوالہ جات سے یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ گورو صاحب کے ان بچوں سے متعلق آپ نے اپنی پہلی کتب میں یہ کہیں بھی بیان نہیں کیا کہ انہیں صوبہ سرہند کے حکم سے دیوار میں زندہ چنوا دیا گیا تھا۔ بلکہ صرف اتنا ہی لکھا ہے کہ صوبہ سرہند نے ان کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا اور وہ قتل ہونے سے قبل ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ لیکن بعد کی کتب اور بعد کے ایڈیشنوں میں آپ نے ان بچوں کا دیوار میں زندہ چنوا دیا جانا لکھ دیا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ گورو صاحب کے ان بچوں کا دیوار میں زندہ چنوایا جانا بعد کا خیال ہے۔ پہلے ان کے بارہ میں یہ روایت مشہور نہیں تھی گیانی جی نے پنتھ پرکاش کے چھاپہ پتھر میں ساہانہ کے سیدوں کا ان بچوں کو قتل گاہ کی طرف لے جانا بیان کیا ہے۔ مگر اسی کتاب کے بعد کے ایڈیشن میں جلادوں کے نام سامل اور باچھل بیگ بیان کئے ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب کے دونوں ایڈیشنوں میں راوی ایک ہی ہے جس کا نام "ماہی" ہے اور اس

۱۔ تواریخ گورو خالصہ گورمکھی صفحہ ۱۲۸۹

۲۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۹۰

۳۔ گورو دھام سنگرہ صفحہ ۲۳۶

تبدیلی کی وجہ بھی کوئی نہیں بتائی۔

ایک اور صاحب نے بیان کیا ہے کہ "ماہی" نے سرہند سے حالات معلوم کر کے واپس آنے کے بعد گورو صاحب کو یہ بتایا تھا کہ ان کے بچوں کے لئے صوبہ سرہند نے پہلے یہ حکم دیا تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ مگر بعد میں اس نے اس سزا کو دیوار میں زندہ چنوائے جانے کی سزا میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور دونوں بچوں کو متعدد مرتبہ دیوار میں چننے کی کوشش کی گئی تھی، مگر ہر بار دیوار گر جاتی تھی اور بچے صحیح سلامت نکل آتے تھے۔ آخر صوبہ سرہند نے پھر انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ مگر جب انہیں قتل کیا جانے لگا تو تلوار چلنے سے قبل ہی ان دونوں کی گردنیں خود بخود کٹ گئی تھیں۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:

صوبے حکم دتا مارو دوویں بھائی
چڑھیا سان اوہ شکل حیوان سائیاں

. . .

پھیر کہیا صوبے چنو کندھ اندر
بند کہ دا ایہہ دووین غیبان سائیاں

. . .

چوُنے اناں دی گرد چنائی ہووے
چہرے چونیاں چن چمکان سائیاں

. . .

گردن تیک دیوار اسار کڈھی
ڈھٹھی پاٹ دیوار دالان سائیاں

. . .

گورو لال اموّل اڈول ٹھہرے
انتر دھیان ہو سرت ٹکان سائیں

. . .

کئی وار ایسے طرح رہی ہندی
پاپی لائے تھکے سارا تان سائیاں

. . .

گرو نال تلوار دے قتل دونوں
سدھی سیس تے ہوئی کرپان سائیاں

. . .

سیس پہلاں ہی دھڑ دوں الگ ہوئے
ہوئی جوت دے وچ لان سائیاں[1]

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادے معہ اپنی دادی کے گنگو براہمن نے جو گورو صاحب موصوف کا باورچی تھا۔ دھن کے لالچ میں گرفتار کروا دیئے۔ پھر انہیں وزیر خاں کی کچہری میں پیش کیا گیا۔ سچانند درباری نے انہیں قتل کرنے پر زور دیا۔ مگر مالیر کوٹلہ کے نواب شیر خاں نے آہ کا نعرہ لگایا اور کہا کہ ان معصوم بچوں کو قتل کرنا مناسب نہیں۔ آخر صوبہ سرہند کے حکم سے یہ دونوں صاحبزادے قتل کر دیئے گئے۔[2]

یہی صاحب اپنی دوسری کتاب میں بیان کرتے ہیں کہ گورو صاحب کے

۱۔ دس گور جوت پرکاش صفحہ ۶۵۸

۲۔ گورمت لیکچر صفحہ ۴۰۳

چھوٹے صاحبزادے صوبہ سرہند کے حکم سے بنیادوں میں زندہ چنوا دیئے گئے[1]۔

ایک اور ودوان نے اس قصہ کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:

"گورو جی کے ان صاحب زادوں کو اور ماتا جی کو ایک برج میں قید کر دیا گیا تین دن رات انہیں بہت تکالیف دی گئیں اور اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ مگر ان بچوں نے ایک نہ مانی۔ اور اسلام قبول کرنے پر کسی طرح بھی تیار نہ ہوئے۔ پھر انہیں دیواروں میں زندہ چنے جانے کا حکم دیا گیا۔ اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا۔ مگر پھر بھی وہ مسلمان بننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ اس کے بعد انہیں قتل کر دیا گیا اور ان کے سر صوبہ سرہند کے سامنے پیش کئے گئے[2]۔"

پنڈت تارا سنگھ جی نروتم کا بیان ہے کہ:

"نو سال کی عمر میں جوجھار سنگھ اور سات سال کی عمر میں فتح سنگھ جی صوبہ وزیر خاں نے قتل کروا دیئے ..... سوا پہر دن چڑھے انہیں قلعہ کی بنیاد میں چن دیا گیا تھا[3]۔"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے ان چھوٹے بچوں کو پہلے قتل کیا گیا تھا۔ اور بعد میں انکی لاشوں کو کسی دیوار میں نہیں بلکہ قلعہ کی بنیاد میں چن دیا گیا تھا گویا کہ انکی لاشوں پر قلعہ تعمیر کیا گیا تھا۔

جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے سرہند کا قلعہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی لاشوں پر تعمیر نہیں کیا گیا۔ وہ قلعہ پہلے سے موجود تھا البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سکھ ودوانوں نے ان بچوں کی لاشوں پر جھوٹ کے قلعے ضرور تعمیر کیئے ہیں تاکہ مسلمان حکمرانوں اور بادشاہوں

۱۔ سنار وادھارک اتہاس صفحہ ۲۰۶

۲۔ گوردوارے درشن صفحہ ۷۵۹

۳۔ گورتیرتھ سنگرہ صفحہ ۱۸۹

کو بلا وجہ کوسا جائے اور بدنام کیا جائے۔

ایک اور سکھ وِدوان کا بیان ہے کہ گورو صاحب کے ان دونوں چھوٹے بچوں کو دیواریں نہیں بلکہ بنیادوں میں چنوا دیا گیا تھا[1]۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ گورو صاحب کے یہ بچے کسی ایک بنیاد میں نہیں بلکہ دو مختلف بنیادوں میں چن دیئے گئے تھے اور وہ بنیادیں کسی قلعہ کی تھیں یا کسی اور عمارت کی۔ اس کی کوئی وضاحت نہیں کی گئی۔

ایک اور صاحب نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ صوبہ سرہند نے اورنگ زیب بادشاہ کے حکم سے گورو گوبند سنگھ جی کے ان دونوں چھوٹے صاحبزادوں کو موت کی سزا دی تھی اور انہیں اسلام قبول کرنے کو کہا تھا۔ جسے انہوں نے منظور نہیں کیا تھا اور آخر انہیں اسلام قبول کرنے سے انکار کرنے کے جرم کی سزا میں دیوار میں زندہ چنوا دیا گیا تھا[2]۔

ایک اور سکھ وِدوان نے اس قصہ کو یوں نقل کیا ہے:

چنو وچ دیوار مے جا ئیکے تے
بھلا تساں نہ کچھ بناونا جے

... ...

بس آخری حکم ایہہ دتا
جھٹ پٹ جا تساں بجاونا جے

... ...

اینہاں پاپیاں کندھاں وچ چنیا

۱۔ گورو دھام دیدار صفحہ ۳۵۵

۲۔ سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ صفحہ ۱۱۰

کرنائیں جاں کندھ اسار دے نی

بڑا ظلم کیتا صوبے خان پاجی

سیس دوہاں دے جدا کراوندا ای

دتے کرن خاطر لوکاں ساریاں دے

کندھاں تے چا دو دے ٹکاوندا ای۔[1]

یعنی: صوبہ سرہند نے پہلے ان بچوں کو دیواریں زندہ چنے جانے کا حکم دیا تھا۔ اور ان کے سر دیواروں پر لٹکا دئے تھے تاکہ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ گورو صاحب کے بچے قتل کر دئے گئے ہیں۔

بھائی کیسر سنگھ چھبر نے لکھا ہے کہ زورآور سنگھ اور فتح سنگھ کو سری صاحب یعنی تلوار کے ساتھ سرہند میں قتل کیا گیا تھا۔[2]

انہوں نے ان بچوں کے دیوار میں زندہ چنے جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچے دیوار میں زندہ چن دئے گئے تھے۔ جب دیوار ان کے سر تک پہنچ گئی تھی تو زلزلہ آ گیا تھا اور دیوار گر گئی تھی جس سے لوگوں کو بچوں کی لاشیں نظر آتی تھیں اور انہیں دیوار میں زندہ چننے کا فتویٰ قاضی نے دیا تھا۔[3]

گویا کہ صوبہ سرہند نے یہ فعل اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا بلکہ اس نے قاضی کے فتوے کی تعمیل کی تھی۔

۱۔ کلغی دھر چلاس صفحہ ۱۳۹ ۲۔ گور پرنالی قلمی ورق ۱۹۶

۳۔ چار صاحبزادے صفحہ ۴۷

اس سے واضح ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے ان چھوٹے بچوں کو قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ دیوار میں زندہ چن دیا گیا تھا۔ اور دیوار میں ہی ان کی موت واقع ہو گئی تھی۔

گیانی شیر سنگھ جی آنجہانی کا بیان ہے کہ گورو صاحب کے ان دونوں بچوں کو صوبہ سرہند کے حکم سے دیوار میں زندہ چنوا دیا گیا تھا۔ اور جب دیوار ان کے سر سے اوپر تک پہنچ گئی تو دیوار گرا کر ان کی لاشوں کو نکال لیا گیا تھا۔[1]

گویا کہ وہ دیوار (جیسا کہ گورو دھام دیدار کے مصنف نے بیان کیا ہے) زلزلے سے خود بخود نہیں گری تھی بلکہ سرکاری اہلکاروں نے اسے خود اپنی مرضی سے گرا دیا تھا تاکہ گورو صاحب کے بچوں کی لاشوں کو نکالا جا سکے۔

سادھو گوبند سنگھ جی نرملہ کا بیان ہے کہ صوبہ سرہند نے قاضی کے حکم سے گورو صاحب کے ان چھوٹے بچوں کو شہر کے قلعہ کی ایک دیوار گرا کر اس میں زندہ چن دیا تھا۔[2]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان بچوں کو دیوار میں زندہ چنوائے جانے کی سزا صوبہ سرہند نے خود بخود نہیں دی تھی بلکہ اس کے لئے قاضی نے فتویٰ دیا تھا۔ اب ہر ایک سمجھ دار انسان اس بات کو بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ اگر قاضی نے کوئی فتویٰ دیا ہوگا تو وہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہی ہو سکتا ہے کیونکہ ہر ایک قاضی شریعت کا پابند ہوتا ہے کسی قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف کوئی فتویٰ صادر کرے اگر کوئی قاضی شریعت اسلامیہ کی مقرر کردہ حدود کو پس پشت ڈال کر اپنی من مرضی کے فتوے دیتا ہے تو وہ قاضی نہ صرف یہ کہ قاضی کہلانے کا مستحق نہیں رہتا بلکہ وہ اس طرح خود کو دائرہ اسلام سے بھی خارج کر دیتا ہے شریعت اسلامیہ نے کسی

۱۔ دھرم داچھتر صفحہ ۳۲۶ و دیگ تیغ دا مالک صفحہ ۴۹۷

۲۔ اتہاس گورو خالصہ ہندی صفحہ ۴۱۶

بھی جرم کی سزا دیوار میں زندہ چنوایا جانا مقرر نہیں کی۔ پس اس صورت میں سرہند کا قاضی گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کے لئے دیوار میں زندہ چنوائے جانے کی سزا مقرر کرنے کا مجاز ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ سادھو جی کے بیان سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ سرہند میں قلعہ پہلے سے موجود تھا اور اس کی کوئی دیوار گرا کر اس میں گورو صاحب کے بچے چنوا دیئے گئے تھے۔

مشہور سکھ ودوان بھائی ویر سنگھ جی کا بیان ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے ان چھوٹے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد بہت تیز آندھی اور زلزلہ آگیا تھا اور دیوار گر گئی تھی۔[1]

ایک اور سکھ ودوان سردار گنڈا سنگھ جی ایم اے نے اس سلسلہ میں یہ لکھا ہے کہ صوبہ سرہند نے پہلے ان بچوں کو زندہ اینٹوں میں چنوا دیا تھا اور اینٹوں کا ایک مینار کھڑا کر دیا تھا۔ جب وہ مینار بچوں کی گردنوں تک پہنچ گیا تھا تو بچے بیہوش ہو گئے تھے۔ اور وہ مینار بغیر کسی زلزلہ وغیرہ کے اچانک زمین پر آگرا تھا۔ اس کے بعد ان بچوں کو بے ہوشی کی حالت میں برج میں پہنچا دیا گیا تھا۔ جہاں انہیں دوائی وغیرہ دے کر ہوش میں لایا گیا تھا۔ اس کے کچھ دنوں بعد انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی۔ جسے انہوں نے رد کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہیں صوبہ سرہند کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا۔[2]

سردار صاحب موصوف نے اپنی دوسری کتاب میں صوبہ سرہند کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان کیا تھا کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادے اس کے حکم

۱۔ سری کلغیدھر چمتکار صفحہ ۵۸،

۲۔ سکھ اتہاس دل صفحہ ۴۶

سے دیواریں زندہ چنوائے گئے تھے اور بعد میں انہیں قتل کر دیا گیا تھا[1]۔
گویا کہ ایک جگہ سردار صاحب نے اینٹوں کا مینار کھڑا کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور دوسری جگہ دیوار کا بنایا جانا بیان کیا ہے۔ شاید ایسے ہی مواقع کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ:

دروغ گو را حافظہ نہ باشد

پروفیسر کرتار سنگھ جی ایم اے کا بیان ہے کہ "ماہی" نے گورو گوبند سنگھ جی سے حضور یہ روایت بیان کی تھی کہ بچوں کو دیوار میں چنوا دیا گیا تھا۔ جب دیوار ان کے کندھوں تک پہنچ گئی تھی، تو نواب کے حکم سے ان کے سر قلم کر دیئے گئے تھے اور بچوں کو شہر کی دیوار گرا کر اس میں چنا گیا تھا[2]
تواریخ گورو خالصہ شائع کردہ کرپال سنگھ بلبیر سنگھ کتب فروشاں امرتسر میں ان صاحبزادوں کے بارہ میں یہ مرقوم ہے کہ:

"پہلے ان صاحبزادوں کو دیوار میں چنوا دیا گیا۔ جب دیوار سر کے قریب پہنچ گئی تو...
... پاپی صوبہ نے سر تن سے جدا کروائے"[3]

سردار ابھے سنگھ جی نے ان بچوں سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

"نواب نے بڑی سنگدلی سے معصوم بچوں کو قتل کروا دیا"[4]

گویا کہ سردار ابھے سنگھ جی کے نزدیک ان بچوں کو دیوار میں نہیں چنا گیا تھا۔

۱۔ سکھ اتہاس بارے صفحہ ۴۹
۲۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۳۲۵
۳۔ تواریخ گورو خالصہ شائع کردہ کرپال سنگھ بلبیر سنگھ صفحہ ۳۲۰
۴۔ ستگورو درشن صفحہ ۲۳۸

سکھ تاریخ کی ایک اور کتاب ہیں جس کے مصنف بھائی پرتاپ سنگھ صاحب گیانی ہیں۔ گورو صاحب کے ان صاحبزادوں کے بارہ میں یہ مرقوم ہے کہ:

"نواب نے پہلے ان کے لئے قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں یہ کہا کہ:

قلعہ کی تعمیر ہو رہی ہے۔ اس کی بنیاد میں ان کو چنوا دیا جائے ...... جب دیوار ان کے سینوں تک آگئی۔ دونوں بچوں نے خدا کو یاد کیا۔ پہلے صاحبزادہ فتح سنگھ نے ..... جان دے دی۔ بعد میں زور آور سنگھ بھی ..... جاں بحق ہو گئے۔ اس وقت ایسی آندھی اور زلزلہ آیا کہ دیوار گر پڑی اور دونوں لاشیں باہر آگئیں[1]۔"

اس حوالہ سے پتہ چلتا ہے کہ گورو صاحب کے ان بچوں کو نہ تو دیوار میں چنے جانے سے پہلے اور نہ بعد میں قتل کیا گیا تھا۔ بلکہ جب دیوار ان کے سینہ تک پہنچ گئی تھی تو یہ دونوں بچے فوت ہو گئے تھے۔

اس کتاب میں یہ بھی مرقوم ہے کہ گورو صاحب کے ان بچوں کی اس طرح موت خود گورو صاحب کے ایک شراپ یعنی (بددعا) کا نتیجہ تھی چنانچہ اس میں مرقوم ہے کہ جب ماتا گوجری جی کو اس کا علم ہوا کہ گورو صاحب کے دونوں صاحبزادے جاں بحق ہو گئے ہیں تو انہیں گورو صاحب کا شراپ یاد آگیا۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"ماتا جی نے جب صاحبزادوں کی وفات کی خبر سنی تو انہیں گورو گوبند سنگھ جی کا شراپ یاد آگیا اور کہا کہ وہ شراپ پورا ہو گیا ہے[2]۔"

گورو صاحب کو یہ شراپ دینے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ اس بارہ میں مرقوم ہے کہ جب آنند پور میں گورو صاحب کا محاصرہ ہوا۔ تو اس وقت ماتا جی نے

۱۔ سری دسمیش چمتکار صفحہ ۲۹۱۔

۲۔ سری دسمیش چمتکار صفحہ ۳۴۶

گورو صاحب کو آنندپور چھوڑ جانے پر زور دیا مگر گورو صاحب اس کیلئے تیار نہ ہوئے اس کے نتیجہ میں ماتا جی نے گورو صاحب سے قطع تعلق کر لیا اور لکھدیا کہ تم میرے بیٹے نہیں اور میں تمہاری ماں نہیں۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ

"ماتا گوجری جی نے دونوں صاحبزادوں زورآور سنگھ اور فتح سنگھ کو اپنے ساتھ لیکر گورو صاحب کو بیداوہ لکھ دیا، کہ نہ تم میرے بیٹے ہو اور نہ میں تمہاری ماں ہوں۔ اور رتھ پر سوار ہو کر چل دیں[1]"

جب ماتا جی اس طرح اپنے بیٹے گورو گوبند سنگھ جی سے اپنے تعلقات منقطع کر گئے چل دیں تو گورو جی نے یہ شراپ دے دیا کہ:

"ماتا جی بیداوہ لکھ کر دے گئے ہیں۔ یہ سر پٹک پٹک کر جان دیں گے[2]"

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرہند میں گورو صاحب کے بچوں سے جو واقعات پیش آئے۔ وہ گورو صاحب موصوف کے شراپ کا نتیجہ تھے۔ اگر گورو صاحب نے ایسا شراپ نہ دیا ہوتا تو ان کے بچوں اور والدہ ماجدہ پر یہ مصیبت کبھی نہ آتی۔

ہم الزام انہیں دیتے تھے
قصور اپنا نکل آیا!!

مشہور سکھ شاعر سردار ودھاتا سنگھ جی تیر نے گورو صاحب کے ان صاحبزادوں کی وفات سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ پہلے ان بچوں کو بنیادوں میں چنوا دیا گیا تھا۔ جب دیوار ان کے سینوں تک پہنچ گئی تھی تو تلوار سے قتل کر دئے گئے تھے[3]۔

تیر جی نے اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی بیان کی ہے جو ان سے قبل

۱۔ سری دسمیش چمتکار صفحہ ۵۷۷ ۲۔ سری دسمیش چمتکار صفحہ ۵۷۷

۳۔ دسمیش درشن صفحہ ۴۹۱

کسی مصنف نے بیان نہیں کی اور وہ یہ ہے کہ جب ان بچوں کو دیوار میں چنا جا رہا تھا تو ایک مرحلہ پر زور آور سنگھ جی بہت افسردہ اور غمگین ہو گئے۔ ان کے چھوٹے بھائی فتح سنگھ نے یہ خیال کیا کہ شاید ان کی یہ افسردگی موت کو قریب دیکھنے کا نتیجہ ہے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بھائی کو تسلی دینا چاہا۔ اس پر زور آور سنگھ نے بتایا کہ ان کی یہ افسردگی موت کے ڈر کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ ان سے چھوٹا ہونے کے باوجود پہلے شہادت پا رہے ہیں حالانکہ وہ بڑے تھے۔ اس لئے پہلے شہید ہونا ان کا حق تھا[۱]۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تیر جی کی بیان کردہ یہ روایت ان کی کسی تحقیق کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ محض ایک شاعرانہ مبالغہ ہے کیونکہ تاریخی لحاظ سے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے تیر جی نے یہ روایت کہاں سے حاصل کی اس کا انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے تیر جی سے قبل کسی بھی کتاب میں یہ روایت ہماری نظر سے نہیں گزری۔

لیکن اس کے برعکس جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ (اردو) میں مرقوم ہے کہ جب گورو صاحب کے ان دونوں بچوں کو دیوار میں چنا جا رہا تھا تو صاحبزادہ فتح سنگھ کسی قدر افسردہ ہو گئے تھے جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"جب دیوار ذرہ اونچی ہوئی تو صاحبزادہ فتح سنگھ جی نے کسی قدر ملال ظاہر کیا۔ بڑے بھائی نے للکارا اور پکارا۔ کہو سری واہگورو جی کا خالصہ سری واہگورو جی کی فتح۔ خبردار تم کو والد بزرگوار اور ماتا جی کے دودھ کی قسم ہے استقلال اور ثابت قدمی کو ہاتھ سے نہ دو۔ وہ سنبھل گیا[۲]۔

۱۔ وسمیش چمتکار صفحہ ۱۹۴

۲۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۱۴۳

ایک اور سکھ گروان نے ان صاحبزادوں سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ

انت دو دیں کندھاں وچ چُن دتے
صوبے کرکے ظلم دکھایا بھتا!
کندھ بھٹ گئی حکم رب دے تھیں
غصہ ظالماں چت سمایا بھتا
پھیر قتل کروا جلاد پاسوں
بھار اپنے سر اٹھایا بھتا![1]

یعنی: آخر کار ان دونوں صاحبزادوں کو دیوار میں چنوا دیا گیا۔ مگر خدا کے حکم سے وہ دیوار پھٹ گئی۔ اس کے بعد ان بچوں کو قتل کر دیا گیا۔

جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی شائع کردہ بھائی وساکھا سنگھ کتب فروش میں مرقوم ہے کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ مگر اس کیلئے کوئی بھی تیار نہ ہوا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:

"نواب ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کوئی انہیں قتل کر دے مگر جتنے لوگ سامنے کھڑے تھے کسی نے بھی اس کی بات نہ مانی۔ اور صاف جواب دے دیا کہ ان سے یہ کبیرہ گناہ نہیں ہو سکتا"[2]

لیکن اس کے پیچھے بیٹھا جلاد یا چھل بیگ اس کے لئے تیار ہو گیا اور دونوں صاحبزادوں کو لے کر قتل گاہ کی طرف چل دیا۔ جہاں اس نے پہلے جوجھار سنگھ کو اور بعد میں فتح سنگھ کو قتل کر دیا۔[3]

۱۔ دسمیش پرکاش صفحہ ۲۱۴
۲۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۸۱۶
۳۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۸۱۷

گویا کہ یہ صاحبزادے دیواریں یا بنیادیں نہیں چنے گئے تھے بلکہ انہیں قتل کردیا گیا تھا اور سوائے باجھل بیگ جلاد کے باقی سب نے ان صاحبزادوں کو قتل کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ نیز تیر جی کی بیان کردہ روایت بھی اس سے باطل ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فتح سنگھ بعد میں مارے گئے تھے۔ حالانکہ تیر جی نے ان کا پہلے شہادت پانا اور دوسرے صاحبزادے کا بعد میں شہید ہونے پر افسوس کرنا بیان کیا ہے۔

ان حوالہ جات سے اس امر پر بھی بخوبی روشنی پڑتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے ان بچوں کی موت کے حالات بیان کرتے وقت سکھ ودوانوں نے ایک دوسرے کی تحریرات کا مطالعہ کرنے کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ بلکہ جو جس کے دل میں آیا وہی اس نے لکھ دیا جس کے نتیجہ میں یہ متضاد روایات سکھ کتب میں داخل ہو گئیں۔

مشہور ہندو ودوان بھائی پرمانند ایم اے نے لکھا ہے کہ:

"دونوں بچے گرفتار کر کے صوبہ سرہند کے پاس لائے گئے۔ صوبیدار نے شاہی قیدیوں کے طور پر رکھا۔ ایک دن دربار میں بیٹھے ہوئے صوبیدار نے کہا۔ لڑکو تم کیا کرو گے اگر تمہیں آزاد کر دیا جائے۔ بچوں نے جواب دیا کہ ہم فوج اکٹھی کریں گے اور تمہارے ساتھ جنگ کریں گے صوبیدار نے کہا کہ تم کیا کرو گے اگر تم ہار جاؤ۔ بچوں نے جواب دیا۔ ہم پھر فوج اکٹھی کریں گے اور یا تم کو ماریں گے یا خود مارے جائیں گے۔ صوبیدار نے غصہ میں آکر اپنے دیوان ملچس کو کہا کہ وہ اپنے گھر لے جائے اور بچوں کا فیصلہ کر دے"[۱]

اس سے ظاہر ہے کہ بھائی پرمانند جی کے نزدیک صوبہ سرہند نے گورو صاحب

۱۔ تاریخ پنجاب صفحہ ۳۲۱

کے بچوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت نہیں دی تھی۔ اور نہ ان کے لئے کوئی سزا ہی تجویز کی تھی۔ بلکہ اس نے انہیں اپنے ایک ہندو دیوان کے سپرد کر دیا تھا۔

سکھ وِدوانوں اور تاریخ دانوں نے اپنی تصانیف میں گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچوں کے قتل سے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ متضاد باتوں اور ایک دوسرے کے خلاف افسانوں کا ایک طومار ہے۔ جس کے چند ایک نمونے ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کر چکے ہیں اس کے علاوہ "نورا" نام کے راوی نے جو کچھ گورو گوبند سنگھ جی کو سنایا تھا اس کا خلاصہ گیانی لال سنگھ جی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

"ان بچوں کو پہلے دیواروں میں چنوا دیا گیا۔ اور بعد میں انہیں قتل کر دیا گیا تھا۔"[1]

اس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ گورو صاحب کے دونوں بچے ایک دیوار میں نہیں بلکہ مختلف دیواروں میں چنوائے گئے تھے اور بعد میں انہیں قتل کر دیا گیا تھا۔

لیکن انہی صاحب نے اپنی ایک کتاب میں "نورے" کی بیان کردہ اس روایت کو یوں نقل کیا ہے کہ،

"صوبہ سرہند نے بچوں کو دیوار کی بنیادوں میں چنوا کر قتل کروا دیا تھا۔"[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گورو صاحب کے بچے ایک ہی دیوار کی مختلف بنیادوں میں چنوائے گئے تھے۔ معلوم نہیں کہ گیانی جی کی اس سے کیا مراد ہے۔ کیونکہ ایک دیوار کی مختلف بنیادوں میں بچوں کا چنا جانا ایک بے معنی سی بات ہے۔ ایک دیوار کی ایک سے زائد بنیادیں مضحکہ خیز بات ہے۔

۱۔ تواریخ گورو خالصہ مینتہ صفحہ ۸۸۹

۲۔ گورو ونشاولی صفحہ ۱۲۹

گیانی لال سنگھ جی نے اپنی تیسری کتاب میں اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ "گورو صاحب کے چھوٹے بچے بنیادوں میں چن کر قتل کئے گئے تھے"۔[1]

گویا کہ ان بچوں کو دیواروں میں نہیں بلکہ بنیادوں میں چن دیا گیا تھا۔ وہ بنیادیں کسی دیوار کی تھیں یا قلعے کی۔ اس بارہ میں گیانی صاحب نے کوئی روشنی نہیں ڈالی۔

بھنگارتن سنگھ جی کا بیان ہے کہ ایک سکھ نے گورو صاحب کو یہ بتایا تھا کہ صوبہ سرہند کے حکم سے دونوں بچوں کو گھٹنوں کے نیچے لے کر چھری سے ذبح کیا گیا تھا۔ یعنی بھنگو جی ان بچوں کے دیواروں میں زندہ چنے جانے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ہتو تہاں تھو نیرا اک وارند،
دے گوڈے بیٹھ کر ذبح ڈارند
تڑپ تڑپ گئی جند اڈا یئے
ام شیر خوار درتے دئے قتلائے

گورو گوبند سنگھ جی کے ان چھوٹے بچوں کو زندہ دیواروں میں چنوائے جانے کے قصہ کو اور بھی دردناک اور المناک بنانے اور مسلمانوں کو انتہائی سنگدل اور ظالم ثابت کرنے کی غرض سے اس میں اور بھی عجیب و غریب اضافے کئے گئے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ایک صاحب کا یہ بیان ہے کہ اگر کسی مقام پر کوئی اینٹ کچھ بڑھ جاتی تھی تو اس اینٹ کو برابر کرنے کے لئے ان بچوں کے عضو توڑ دئے

۱۔ سکھاں نے راج کویں لیا صفحہ ۲

۲۔ پراچین پنتھ پرکاشن صفحہ ۶۷

جلاتے تھے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"جہاں کہیں اینٹ کچھ بڑھ جاتی تو اسے توڑنے کی بجائے صاحبزادوں کے عضو کو تیسی سے کاٹ دیا جاتا تھا تاکہ دیوار ٹیڑھی نہ رہے"[1]

ظاہر ہے کہ یہ قصہ محض اس واقعہ کو مزید دردناک بنانے کی غرض سے وضع کیا گیا ہے ورنہ اس کی تاریخی حیثیت کچھ بھی نہیں۔

پیپسو کے محکمہ آثار قدیمہ ہیں نمبر ۸۰ پر درج شدہ کتاب گورپرنالیاں مرقوم ہے کہ گورو صاحب کے ان بچوں کو سرہند میں شکم چاک کرکے ہلاک کیا گیا تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

"دو صاحبزادے ..... سرہند میں شکم چاک کرکے شہید کئے گئے"[2]

بعض سکھ ودوانوں کا بیان ہے کہ گورو صاحب کے ان بچوں کو آٹھ دن قید رکھنے کے بعد ان کے بند بند جدا کروا کر مروا ڈالا تھا[3]۔

پروفیسر سندر سنگھ جی ایم ایس سی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے گورو صاحب کو یہ بتایا تھا کہ ان کے دونوں بچے نواب سرہند کے حکم سے دیوار میں زندہ چنوا دیئے گئے ہیں[4]۔

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ سرہند کے نواب نے گورو صاحب کے دونوں چھوٹے صاحبزادوں کو دیوار میں زندہ چنوا دیا تھا[5]۔

۱۔ رسالہ گورمت امرتسر مارچ ۱۹۵۵ء۔ ۲۔ گورپرنالیاں صفحہ ۱۱۲ و ۶۱
۳۔ اخبار خالصہ سماچار امرتسر ۱۶ رمئی ۱۹۴۲ء
۴۔ مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۱۷
۵۔ گورمت اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۴۳۳

سردار بہادر کاہن سنگھ نابھہ کا بیان ہے کہ:

"سرہند میں گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے صاحبزادے صوبہ سرہند کے حکم سے قتل کئے گئے تھے[1]۔"

سردار صاحب موصوف نے ان بچوں کے دیوار میں یا بنیاد میں چنے جانے کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ سکھ کتب میں اس واقعہ سے متعلق اور بھی کئی غلط، بے بنیاد اور متضاد باتیں بیان کی گئی ہیں۔ جو اس قصہ کے فرضی ہونے کی ایک زبردست دلیل ہیں۔

گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچوں کی موت سے متعلق سکھ ودوانوں اور تاریخ دانوں کی بیان کردہ ان مختلف اور متضاد روایات کو پڑھ کر کوئی بھی محقق اور غیر جانبدار شخص اس بات کو درست تسلیم نہیں کر سکتا کہ سرہند میں گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے بچے صوبہ سرہند کے حکم سے محض اس بنا پر دیوار میں یا بنیاد میں زندہ چنوا دئے گئے تھے کہ وہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچے ہیں اور انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

خود سکھوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اس واقعہ کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے اور اس سے انکار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان کا یہ بیان ہے کہ:

"خود سکھوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ:......

"یہ بات کیونکر تسلیم کی جا سکتی ہے کہ چھوٹی سی معصوم عمر کے بچے زندہ کھڑے ہو کر خود کو بنیادوں میں چنوا دیں[2]۔"

۱- مہان کوش صفحہ ۴۹۰ ۲- رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ فروری ۱۹۵۲ء

جو لوگ گورو گوبند سنگھ جی کے ان شیر خوار اور نابالغ بچوں کا سرہند میں دیوار میں زندہ چنوایا جانا بیان کرتے ہیں اور پھر اس غلط اور بے بنیاد قصہ کی صحت پر اصرار کرتے ہیں ان میں مشہور سکھ ودوان بھائی ویر سنگھ جی صف اول پر ہیں ۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ :[1]

" بعض کتب میں مرقوم ہے کہ صاحبزادے تلوار سے شہید کئے گئے ۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ نصف چنے گئے پھر قتل کئے گئے ۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ اینٹوں میں ان کے جسم خواہ نصف خواہ پورے ضرور ہی چنے گئے[1] "

لیکن اس کے برعکس ایک اور سکھ ودوان پرنسپل تیجا سنگھ جی ایم اے نے اس بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :

" اس سانحہ کے نزدیک لکھی گئی کتب میں صاحبزادوں کے قتل کئے جانے کا ذکر ہے لیکن بعض کتب میں بنیادوں میں چنے جانے کا ذکر ہے[2] ...... اگر وہ قلعہ کی بنیادوں میں چن دئے گئے ہوتے تو موجودہ بھی صاحب کا یادگاری استھان قلعہ کی کسی دیوار پر بنایا جاتا[3]۔

گویا کہ پرنسپل صاحب کے نزدیک گورو صاحب کے بچوں کو دیوار میں نہیں چنا گیا تھا ۔ ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ :

" عام روایت یہ ہے کہ یہ صاحبزادے دیوار میں چنوائے گئے تھے ۔ لیکن سورج پرکاش اور گور بلاس میں قتل کئے جانا لکھا ہے[4] "

لیکن جہاں تک گور پرتاپ سورج گرنتھ اور گور بلاس کا تعلق ہے ان میں ان بچوں

---

۱ ۔ سری کلغی دھر چمتکار صفحہ ۲۵۳ ۲ ۔ رسالہ گول سنسار امرتسر جنوری سنہ ۱۹۵۰ء

۳ ۔ رسالہ گول سنسار جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

۴ ۔ سنگھو درشن مصنفہ سردار اجے سنگھ صفحہ ۲۳۰

کا قتل ہونے سے پہلے ہی جاں بحق ہونا مرقوم ہے۔

الغرض اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحب زادوں کے بارہ میں یہ خیال کہ انہیں صوبہ سرہند کے حکم سے سرہند میں زندہ دیوار میں چنا گیا تھا۔ کوئی پراچین خیال نہیں بلکہ یہ روایت بہت دیر بعد سکھ کتب میں داخل کی گئی ہے۔ سکھوں کے قدیمی لٹریچر میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

بھائی ویر سنگھ جی نے کافی غور و خوض کے بعد سرہند میں کام آنے والے گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچوں کے نام زورآور سنگھ اور فتح سنگھ تجویز کئے ہیں ان کے نزدیک گورو صاحب کے بڑے صاحبزادے اجیت سنگھ اور جوجھار سنگھ چمکور میں لڑتے ہوئے مارے گئے تھے جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ:

"ہما پرکاش وارتک کے لکھے جانے کی تاریخ ۱۷۹۸ بکرمی ہے ..... اس میں یہی ترتیب دی گئی ہے۔ جو سرہند میں سینہ بسینہ چلی آرہی ہے یعنی

بابا اجیت سنگھ   بابا جوجھار سنگھ

بابا زورآور سنگھ   بابا فتح سنگھ

اب تک حاصل شدہ شہادتوں میں سے یہ شہادت سب سے قدیمی ہے ... اس لئے اس ترتیب کو درست تسلیم کرنا ٹھیک ہے[۱]"

لیکن سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کے نزدیک سرہند میں مرنے والوں کے نام جوجھار سنگھ اور فتح سنگھ تھے ان کے نزدیک زورآور سنگھ اور اجیت سنگھ چمکور میں کام آئے تھے جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ گورو صاحب کے چھوٹے صاحبزادے اپنی دادی

۱۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ سمپاوت صفحہ ۴۸۰۹ کلغی دھر چمتکار صفحہ ۷۸۰

کے ساتھ تھے.... اور چھوٹے صاحبزادے جو جھار سنگھ اور فتح سنگھ تھے نہ کہ زور آور سنگھ اور فتح سنگھ[1]۔"

اس سلسلہ میں ایک اور سکھ وددان نے حال ہی میں لکھا ہے کہ:
"تمام شہیدی فصول میں جو جھار سنگھ کا چمکور میں مغلوں کے ساتھ لڑائی میں شہید ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ اور ان کی شہیدی ۸ پوہ ۱۷۶۱ بکرمی بتائی جاتی ہے۔ جس سے جو جھار سنگھ کی عمر صرف آٹھ سال بنتی ہے جو کہ میدان جنگ کے حالات کے بالکل خلاف ہے آٹھ سال کی عمر کا بچہ جنگی فنون سے بے خبر ہوتا ہے ..... اس کے برعکس بابا زور آور سنگھ جو کہ اس وقت ۱۴ سال کے تھے ان کا چمکور کی لڑائی میں اپنے ملک کی خاطر شہادت پانا مکمل اور یقینی ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے[2]:
سکھ کتب سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ سرہند میں مرنے والے بچے اجیت سنگھ اور فتح سنگھ تھے اور زور آور سنگھ اور جو جھار سنگھ چمکور میں مارے گئے تھے[3]۔ گویا کہ اجیت سنگھ اور فتح سنگھ سرہند میں کام آئے۔
بعض کتب میں گورو صاحب کے چاروں بچوں کا سرہند میں مارا جانا مرقوم ہے[4]۔
سکھوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے ایک مقام پر سرہند میں مرنے والے بچوں کے نام زور آور سنگھ اور فتح سنگھ لکھے ہیں۔ اور دوسری جگہ ان کے

۱۔ رسالہ پھلواڑی واتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء
۲۔ رسالہ خالصہ پارلیمنٹ گزٹ جنوری ۱۹۵۵ء
۳۔ پراچین پنتھ پرکاش صہ ۴۳، مہا پرکاش ورق ۲۳۴، سو ساکھی ساکھی ۵۲-۵۳، سکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۲۷۸
۴۔ ظفر نامہ مہاراجہ رنجیت سنگھ مصنفہ کھنیالال صفحہ ۴۹

نام جو جھار سنگھ اور فتح سنگھ بیان کئے ہیں[1]۔

سیناپت نے سرہند میں مرنے والے بچوں کے بارہ میں

"جو جھت ہی پرلوک سدھائے"

کے الفاظ بیان کر کے ان کا لڑائی میں مارا جانا ظاہر کیا ہے[2]۔

جب ہم اس بات کے پیش نظر سکھ کتب کی مزید ورق گردانی کرتے ہیں تو ہم پر سب سے پہلے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی تعداد کے بارے میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ سکھ کتب میں ایک یہ خیال بھی چلا آرہا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے ایک بچہ کے دو نام تھے۔ یعنی زور آور سنگھ اور جو جھار سنگھ ایک صاحبزادے کے دو نام تھے۔ چنانچہ بھائی ویر سنگھ جی لکھتے ہیں کہ:

"یہ خیال بھی کیا جاتا ہے کہ جو جھار سنگھ اور زور آور سنگھ ایک ہی صاحبزادے کے دو نام ہیں۔ ایک نام ہے۔ دوسرا لقب ہے[3]"

یہ درست ہے کہ بھائی ویر سنگھ کی ذاتی رائے یہی تھی کہ گورو صاحب کے چار بچے تھے۔ لیکن ان کے مندرجہ بالا بیان سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ سکھوں میں یہ خیال بھی چلا آرہا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچے چار نہیں بلکہ تین تھے اور ایک بچہ کے دو نام تھے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ زیادہ اختلاف اور گڑبڑ بھی جو جھار سنگھ اور زور آور سنگھ میں ہے۔ باقی بچوں کے بارہ میں کوئی قابل ذکر اختلاف یا گڑبڑ نہیں ہے۔

۱۔ رسالہ پھلواڑی دا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء

۲۔ گور سوبھا گرنتھ ۱۲ ادھیائے صفحہ ۳۰

۳۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ سمپادت صفحہ ۲۰۰۰

مشہور سکھ ودوان اکالی کور سنگھ نہنگ نے گورو گوبند سنگھ جی کی ایک پراچین تصویر گورو گرنتھ صاحب کے انڈکس کے ابتدائی اوراق پر شائع کی ہے۔ اس تصویر کی دو کاپیاں ہمارے پاس بھی محفوظ ہیں۔ اس تصویر کے بارہ میں اکالی جی نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ تصویر ۱۷۵۵ بکرمی (۱۶۹۸ء) میں ایک مصور نے گورو صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر تیار کی تھی۔ جو ابتدا میں گورو صاحب کی بیوی کے پاس رہی پھر یہ تصویر بابا بڈھی سنگھ جی کے قبضہ میں آگئی اور ۱۸۳۹ بکرمی (۱۸۸۲ء) تک ان کے پاس رہی اس کے بعد ان کے گوردوارے سے ایک اداسی سادھو نے بابا رام سنگھ جی کی طرف سے پھیلائی گئی گڑبڑ کے زمانہ میں اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور ان سے کافی جدوجہد کے بعد ۱۹۶۹ بکرمی (۱۹۱۲ء) میں اکالی جی نے حاصل کی اور بلاک بنوا کر اس کی اشاعت کر دی[1]۔

اس کے علاوہ یہ تصویر پنجابی کے مشہور و معروف ساہتک رسالہ پھلواڑی کے اتہاس نمبر (جنوری ۱۹۳۰ء) میں شائع ہوئی اور اس رسالہ میں اس تصویر کا تعارف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرایا گیا تھا!

"یہ گورو صاحب کی سب سے پرانی تصویر ہے۔ یہ تصویر گورو صاحب کے خاص دربار میں تیار ہوئی تھی ...... ۱۷۵۴-۵۵ بکرمی میں کوئی مصور گورو صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے گورو صاحب کی اجازت سے اسے تیار کیا اور گورو صاحب کی خدمت میں پیش کیا[2]۔"

اس سب سے پرانی تصویر میں گورو صاحب کے تین صاحبزادے ہی

۱۔ انڈکس گورو گرنتھ صاحب صفحہ ۲

۲۔ رسالہ پھلواڑی کا اتہاس نمبر جنوری ۱۹۳۰ء

دکھائے گئے ہیں۔

پس اگر یہ روائت درست ہو کر جس کے غلط ہونے کی بظاہر کوئی دلیل نہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچے تین ہی تھے اور ایک بچہ کے دو نام تھے تو اس صورت میں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ گورو صاحب کے دو بچے چمکور میں کام آئے اور ایک سرہند میں مارا گیا۔ گورو صاحب کے دو بچوں کا سرہند میں مارا جانا غلط او بے بنیاد ہے۔ تین بچوں کی صورت میں انکی یہ تقسیم کر دو سرہند میں مارے گئے اور دو چمکور میں کام آئے خود بخود باطل ہو جائے گی۔

اس کے علاوہ جب ہم اس مسئلہ پر مزید غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ زورآور سنگھ جی جس سے متعلق بھائی ویر سنگھ ایسا و دوان بھی مصر ہے کہ وہ سرہند میں مارا گیا تھا۔ خود سکھ مصنفین کے نزدیک سرہند کے سانحہ کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہا اور گورو گوبند سنگھ جی سے اس کی ملاقات بھی ہوئی تھی اور اس زمانہ کی دوسری تاریخی کتب سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے ۔ کہ صاحبزادہ زورآور سنگھ سرہند میں نہیں مارا گیا تھا بلکہ چمکور اور سرہند کے سانحہ کے بعد گورو صاحب سے ملا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پراچین سکھ مورخین کے نزدیک وہ چمکور کی لڑائی میں گورو گوبند سنگھ جی کے ساتھ تھا۔ اور اس لڑائی میں گورو گوبند سنگھ جی کے دو نہیں بلکہ تین بچے ان کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سردار رندھیر سنگھ جی ہسٹری ریسرچ سکالر نے حال ہی میں لکھا ہے کہ:

"۱۴ مگھر (۱۶ - نومبر) کی رات کو چمکور میں گورو گوبند سنگھ جی چالیس سکھوں اور تین صاحبزادوں کے ساتھ محصور ہو گئے۔

۱۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جنوری ۱۹۵۴ء

یاد رہے کہ سیناپت کوی نے چمکور میں گورو صاحب کے چاروں بچوں کا ان کے ہمراہ ہونا بیان کیا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ وِدوان نے یہ لکھا ہے کہ "سیناپت نے گور سوبھا ۱۷۰۲ بکرمی میں لکھی .... کوی جی لکھتے ہیں کہ چمکور کی جنگ میں گورو جی کے چاروں صاحبزادے ان کے ساتھ تھے۔ اجیت سنگھ جی پہلے شہید ہو گئے۔ زور آور سنگھ لڑتے لڑتے مغل فوج کو چیر کر نکل گئے .... جوجھار سنگھ اور فتح سنگھ کو پکڑ کر سرہند لایا گیا"[1]

سیناپت کے نزدیک زور آور سنگھ چمکور کی لڑائی سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا چنانچہ ان کا بیان ہے کہ:

پٹک پٹک کے کٹک کو نکس گیو سو پار
زور آور سنگھ زور کر راکھ لیو کرتار[2]

یعنی: زور آور سنگھ چمکور کی لڑائی میں شامل ہوا مگر وہاں سے بچکر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے بچا لیا۔

ایک اور سکھ وِدوان نے بابا زور آور سنگھ جی کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ وہ چمکور کی لڑائی میں شامل ہوا تھا اور لڑتا لڑتا روپوش ہو گیا تھا۔ دشمنوں نے بہت تلاش کیا کہ اس کی لاش کا کوئی پتہ چل سکے مگر انہیں کچھ پتہ نہ چل سکا۔ جیسا کہ رقم ہے کہ:

"زور آور سنگھ نے ہزاروں دشمنوں کو مار کر خود کو روپوش کر لیا۔ دشمنوں نے بہت تلاش کیا۔ مگر انہیں لاش نہ مل سکی"[3]

۱۔ رسالہ کومل سنسار امرتسر جنوری ۱۹۸۰ء ۲۔ گور سوبھا گرنتھ ادھیائے ۱۲ صفحہ ۱۲

۳۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ جی شائع کردہ بھائی وساکھا سنگھ صفحہ ۲۶۳

مشہور سکھ ودوان پرنسپل تیجا سنگھ جی ایم اے نے اس سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

"سیناپت شاعر نے گورسو بھا گرنتھ ۱۷۱۱ء میں مکمل کیا ہے۔ اس میں اس نے چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں ...... اس شاعر نے بیان کیا ہے کہ ..... زورآور سنگھ لڑتا لڑتا مغلیہ فوج کو چیر کر نکل گیا تھا۔ لیکن اس شاعر نے یہ نہیں بتایا کہ پھر وہ کدھر چلا گیا"[1]

یہ درست ہے کہ سیناپت نے اس جگہ یہ بیان نہیں کیا کہ زورآور سنگھ چمکور کی لڑائی سے جان بچا کر کدھر چلا گیا تھا کیونکہ وہ اس صاحبزادہ کے ساتھ ساتھ نہیں گیا تھا۔ البتہ آگے چل کر اس نے گورو گوبند سنگھ جی اور زورآور سنگھ کی ملاقات کا بھی تذکرہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان بھائی ویر سنگھ بیان کرتے ہیں کہ:

"آپ (سیناپت) بیان کرتے ہیں کہ بابا زورآور سنگھ شہید نہیں ہوئے۔ اور گورو صاحب سے ملے ہیں"[2]

سیناپت کے بیان کے مطابق جب گورو صاحب دکن کی طرف جا رہے تھے تو بابا زورآور سنگھ ان سے راستہ میں آملے تھے اور گورو صاحب نے اپنے لڑکے کے اس طرح مل جانے پر بہت خوشی منائی تھی۔ جیسا کہ سیناپت کا بیان ہے کہ:

الپ دوس کچھ تہاں بتائے
صاحب زور آور سنگھ آئے

۱۔ رسالہ کول سنسار امرتسر جنوری ۱۹۴۷ء

۲۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ سمپادت صفحہ ۸ (دیباچہ)

اَنَد بھیو بدھ انک اپارا
دیا کری پورن کرتارا :
انک بھانت منگل گن گاتے
انک بھانت باجن بجوائے
یاچِت جاچک اُن اپارا
دیئے انعام انک بستھارا[1]

یعنی ۔ گورو صاحب اور زورآور سنگھ کی ملاقات ہوئی اور گورو صاحب نے اپنے بیٹے کے ملنے کی بہت خوشی منائی اور لوگوں کو انعامات وغیرہ دیئے۔

ایک اور سکھ وِدوان بابا سکھا سنگھ جی نے گورو گوبند سنگھ جی اور زورآور سنگھ کی اس ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ :

آن سنیو تب ہی لگ پن
صاحب زورآور سنگھ آئے
ہوت بھئے شدیان جہاں
تب آنند کے دوکھ دور نسائے[2]

ایک اور سکھ وِدوان بھائی رندھیر سنگھ جی ہسٹری ریسرچ سکالر نے حال ہی میں گورو گوبند سنگھ جی اور زورآور سنگھ کی اس ملاقات کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے کہ :

"۲۷ کاتک (۲۸ اکتوبر) بدھ وار .. .. .. صاحبزادہ زورآور سنگھ جی بیراگی سادھو کے

۱۔ گورسو بھاگرنتھ ادھیائے ۱۶ صفحہ ۹۶

۲۔ گوربلاس پاتشاہی دس ادھیائے ۲۷ انک ۱۲ ۔ ۱۱

بھیس میں گورپتا جی سے آملے[1]"

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے بیان کیا ہے کہ:

"بابا زورآور سنگھ جی سیناپت شاعر کے قول کے مطابق چمکور کی جنگ میں دشمنوں کو چیرتے ہوئے صحیح سلامت نکل گئے ۔ اور ۱۷۶۴ بکرمی (۱۷۰۷ء) کے کاتک کے مہینے میں گورپتا جی کو آگرہ جا ملے تھے[2]"

ایک اور سکھ ودوان نے بیان کیا ہے کہ:

"گورو صاحب کا ایک صاحبزادہ (جس کا نام سیناپت نے زورآور سنگھ بیان کیا ہے) چمکور کی جنگ سے بچ کر نکل گیا تھا۔ پھر انہیں دکن جاتے ہوئے راجپوتانہ میں ملا تھا[3]"

اس کے بعد گورو صاحب کا یہ بچہ گورو صاحب کے ساتھ ہی رہا اور چتوڑ میں ایک جھگڑے میں اس کی موت واقع ہو گئی اور اس طرح گورو صاحب کا یہ بچہ بھی ان کی زندگی میں وفات پا گیا۔ سیناپت نے اس جھگڑے کا مفصل ذکر ذکر کیا ہے[4] ۔

بھائی سکھا سنگھ جی نے بھی اپنے گوربلاس میں بابا زورآور سنگھ جی کے اس جھگڑے کو تفصیل سے بیان کیا ہے[5] ۔

ایک اور سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

۱۔ رسالہ سنت سپاہی امرتسر جنوری ۱۹۵۴ء

۲۔ گورپرنالیاں صفحہ ۱۱۷

۳۔ امرنامہ صفحہ ۱۰

۴۔ گورسوبھا گرنتھ ادھیائے ۱۰۔ انک ۱۹ - ۱۸ - ۱۷

۵۔ گوربلاس پاتشاہی دسّ ادھیائے ۲۷ ۔ انک ۳۳ تا ۴۶

"بیساکھ (۳۰ اپریل) شنی وار بروز ہفتہ بابا زورآور سنگھ پچاس ساٹھ اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ چتوڑ کا تاریخی قلعہ دیکھنے کے لئے گئے۔ مسلمان پہرہ داروں نے ان کنڈلیہ سانپوں سے خواہ مخواہ جھگڑا کھڑا کر دیا۔ یہ تمام سکھ بچے دو اڑھائی سو مسلمانوں سے لڑ کر ریزہ ریزہ ہو گئے۔"[1]

ایک اور مقام پر سردار صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ:

"بیساکھ ۱۷۶۵ بکرمی (۱۷۰۸ء) میں چتوڑ کا قلعہ دیکھنے کے لئے گئے۔ اور وہاں کے مسلمان پہرہ داروں سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔"[2]

ایک اور سکھ ودوان نے لکھا ہے کہ:

"گورو صاحب کا صاحبزادہ (جس کا نام سیناپت نے زورآور سنگھ بیان کیا ہے) ... چتوڑ کے راجپوتوں سے ایک معمولی سی لڑائی میں مارا گیا۔"[3]

سکھ مصنفین کے علاوہ دوسرے مورخین نے بھی اس امر کو بیان کیا ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کا ایک صاحبزادہ چتوڑ کے جھگڑے میں مارا گیا تھا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ:

"روزی پسر گورو گوبند کہ از مشاہیر خلفائی نانک است۔ باقتضائی حداثت سن صبی و تقاضائی متقاضی قضا ارادہ سیر قلعہ (چتوڑ) گلوگیر خواہش او گشت بر گلگون شیریں خرام برآمدہ خانہ زریں را رشک مشرق خورشید ساخت و چندی از رفقائی ہمسال و انسائی محبت سگال کہ بر بحر نونہال آبسال غضنفر۔ این شباب و سانچہ و باغنچہ لبان جوانی بودند۔

۱۔ رسالہ سنت سپاہی جنوری ۱۹۵۴ء

۲۔ گورپر نالیاں صفحہ ۱۷۱

۳۔ امر نامہ صفحہ ۱۰

بتکلف شغف گل گشت تماشائی عمارات عالی ہمراہ گرفت چوں پس از طی مسافت راہ کہ مانند زلف مسلسل خوباں وبارۂ دست محبوباں دراز و پر پیچ وتاب بود نزدیک باب بالا آب شد.... بیش از پنجاہ وکم از شصت بودند وست یافتند۔ یعنی بر ہمہ را مرکز دار و در میاں گرفتہ بیدرنگ بضرب سنگ و دل سوزی تفنگ وکینہ توزی خدنگ بجنگ وخوں برامیختند شگاف منہ نئی چندرا مانند وسازان خو برلستہ عدم انداختہ خود ہم در پہلوی آںنا بر ناز بالش فنا غنود بیت۔

زبولاذ و رعان الماس تیغ

بسی کشت وہم کشتہ گشت ای دریغ[۱]

یعنی. گورو گوبند سنگھ جی کا ایک لڑکا زورآور سنگھ اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ چیتوڑ کا قلعہ دیکھنے کے لئے گیا اور وہاں پہریداروں سے اس کا جھگڑا ہو گیا اور وہ معہ اپنے پچاس کے قریب ساتھیوں کے مارا گیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحبزادہ زورآور سنگھ کی موت نہ تو چمکور کی لڑائی میں واقع ہوئی تھی اور نہ وہ سرہند میں دیوار میں زندہ چنوایا گیا تھا بلکہ وہ ان واقعات کے بعد تک زندہ رہا۔ اور گورو صاحب سے دوران سفر میں ملا اور اس کے بعد چیتوڑ کا قلعہ دیکھنے کے لئے گیا۔ مگر وہاں کے پہرے داروں سے اس کا جھگڑا ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں اس کی موت واقع ہو گئی۔

اس صورت میں موجودہ سکھ ودوانوں کا اس کی موت کو صوبہ سرہند کے ذمہ لگانا ایک غلط اور بے بنیاد الزام ہے جس کی تغلیط خود قدیمی سکھ لٹریچر سے

۱۔ تاریخ معظم شاہ مصنفہ مولوی عبدالرسول محفوظ کتب خانہ شاہی رام پور قلمی نمبر ۱۲۸ منقول از ماخذ تاریخ سکھاں صفحہ ۷۷ و ۸۱

ہی ہو رہی ہے ۔

سکھ وددوان اور مصنفین عام طور پر یہ بیان کرتے ہیں کہ سرہند میں گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے اور شیر خوار بچے زندہ چنوائے گئے تھے اور وہ اس واقعہ کو اور بھی دردناک بنانے کی غرض سے یہ بیان کرتے ہیں کہ جب دیوار انکے گھٹنوں تک آگئی تھی تو صوبہ سرہند نے انہیں پھر سمجھانے کی کوشش کی تھی ۔ کہ اپنی جان اس طرح مفت میں نہ گنواؤ اور اسلام قبول کرکے بقیہ زندگی عیش و عشرت سے بسر کرو۔ لیکن ان بچوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا ۔ اس کے بعد جب دیوار سینہ تک پہنچ گئی تھی اور ان کے دم گھٹنے لگے تھے ۔ تب پھر انہیں ایسا ہی کہا گیا تھا ۔ مگر اس کا جواب بھی انہوں نے انکار کی صورت میں ہی دیا تھا ۔ حتےٰ کہ دیوار نے انہیں پوری طرح ڈھانپ لیا تھا ۔ اور وہ برابر انکار ہی کرتے چلے گئے تھے ۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ سرہند میں گورو صاحب کے وہ بچے نہیں گئے تھے بلکہ صرف ایک بچہ ہی گیا تھا اور اس کا نام فتح سنگھ تھا ۔ اور اس کی موت سرہند میں واقع ہوئی تھی ۔ گورو صاحب کے کسی دوسرے بچے کی موت کا سرہند میں واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ وددوان نے لکھا ہے کہ :

"سرہند کے فوجدار نواب وزیر خاں کی ایک رپورٹ جو اورنگ زیب کی خدمت میں ارسال کی گئی تھی ۔ بڑی ماتاجی کے ساتھ صرف ایک بچہ فتح سنگھ جی کا سرہند میں پہنچنا ثابت کرتی ہے [1] "

سرہند کے فوجدار کی جس رپورٹ کا ذکر مندرجہ بالا اقتباس میں کیا گیا ہے ۔

---

۱ ۔ گورو پرنالیاں حاشیہ صفحہ ۱۱۰

اس کا ذکر احکام عالمگیری (قلمی) میں مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا گیا ہے

"نوشتہ شریعت مشتمل بر فرود آمدن گوبند نانک پرست در ۱۱زدہ کروہی سرہند فرستادن آں اعتضاد جمعیت ہفت صد سوار با مصالح توپخانہ و محصور شدن آں متعہد ردر حویلی زمیندار موضع چمکور و بقتل رسیدن دو پسر و دیگر رفقائی او و دستگیر شدن یک پسر و مادرش و دیگر مطالب رسید چوں عرضداشت آں عالیشان محتوی بریں مقدمات فروغ اندوز نظر عالم افروز گردیدہ بود و رخصت وعوالی پناہ مرزا یار علی بیگ مفصل عرض رسانیدہ بود ۔ مضمون آں نوشتہ بعرض اشرف رسانیدہ شد۔"[۱]

سرہند کے فوجدار کی اس رپورٹ سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کا ایک ہی بچہ سرہند میں لایا گیا تھا۔ دوسرے کسی بچہ کا سرہند میں آنا ثابت نہیں ہو سکتا۔

سکھوں کی ایک مشہور کتاب سو ساکھی ہے۔ نامدھاری فرقہ سے تعلق رکھنے والے سکھ اس سو ساکھی کو خاص قدر و منزلت سے دیکھتے ہیں اور اسے عقیدت سے پڑھتے ہیں۔ نیز سکھوں کے مشہور مورخ اور شاعر بھائی سنتوکھ سنگھ جی نے گور پرتاپ سورج گرنتھ کا آخری حصہ جو گورو گوبند سنگھ جی کے سوانحی حالات پر مشتمل ہے اس سو ساکھی کی بنیاد پر ہی تصنیف کیا ہے۔ اور اکثر مقامات پر اس سو ساکھی کی ساکھیوں کو ہی اپنے الفاظ میں نقل کر دیا ہے۔ اس سے بھی یہی امر واضح ہوتا ہے کہ سرہند میں گورو صاحب کا صرف ایک بچہ اپنی دادی کے ساتھ مرا تھا چنانچہ سو ساکھی میں مرقوم ہے کہ:

گھوڑا دے اسوار کرائے

۱۔ احکام عالمگیری قلمی منقول از ماخذ تاریخ سکھاں صفحہ ۳۲

گور آ گیا پھر مڑ گھر آئے

پیچھے بھانا جو کچھ ہوا :

بڑی مات سنگ گورست ہوآ

بھوگ کتھا کم برنی جائی

شہر سرند ترک رہے جائی[1]

یعنی : گورو گوبند سنگھ جی کا ایک بچہ اپنی دادی کے ساتھ سر ہند میں مرا تھا۔ " گورست ہوآ " کے الفاظ صیغہ واحد سے تعلق رکھتے ہیں ۔ جس سے ایک ہی بچہ کے مرنے پر روشنی پڑتی ہے ۔ کیونکہ اگر گورو صاحب کے ایک سے زائد بچے سر ہند میں مرے ہوتے تو اس صورت میں سو ساکھی میں

گورست ہوآ کی بجائے گورست ہوئے

ہونا چاہیئے تھا ۔

اس کے علاوہ سو ساکھی کے اس اقتباس سے اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ گورو صاحب کے اس بچہ کی موت سر ہند میں قدرتی طور پر واقع ہوئی تھی اس میں صوبہ سر ہند یا کسی اور مسلمان حاکم کا کوئی دخل نہ تھا ۔

گورو گوبند سنگھ جی کی طرف منسوب شدہ امر نامہ میں بھی گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی موت ہند و براہمنوں کے ذمہ لگائی گئی ہے چنانچہ مرقوم ہے کہ :

حیا از براہمنی پرستی کنند ،

کہ ایں چار فرزند من کشتہ اند[2] ،

۱۔ سو ساکھی ۔ ساکھی نمبر ۵۶

۲۔ امر نامہ صفحہ ۳۵ و ۵۰

یعنی: سکھ، براہمنوں کا احترام کرنے سے شرم کریں کیونکہ انہوں نے ہمارے چاروں بچے مار دئے ہیں۔

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"امر نامہ راجپوتانہ کے سفر کے بعد دکن میں تصنیف کیا گیا تھا اس لئے اس میں چاروں صاحبزادوں کے براہمنوں کی وجہ سے مارے جانیکا ذکر شک کی گنجائش نہیں رہنے دیتا[1]"

یاد رہے کہ جب امر نامہ لکھا گیا اس وقت گورو صاحب کے سب بچے مارے جا چکے تھے۔ یعنی دو چمکور میں ایک سرہند میں اور ایک چتوڑ کے قلعہ میں مارا جا چکا تھا۔ امر نامہ دکن پہنچکر لکھا گیا تھا جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے:

"امر نامہ راجپوتانہ کے سفر کے بعد دکن میں لکھا گیا[2]"

دوسری کتب سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ سرہند میں گورو صاحب کے دو بچے نہیں مرے تھے بلکہ ایک ہی بچہ کی موت واقع ہوئی تھی۔ چنانچہ فارسی کی ایک پراچین کتاب "چہار گلشن" مصنفہ رائے چتر مان میں مرقوم ہے کہ:

"ہر دو پسر گوبند یکے در حالی سرہند با وزیر خاں فوجدار آں جا جنگ کردہ کشتہ شد دوئم در اجمیر کشتہ گردید از ہیچ اولاد نہ ماند[3]"

یعنی: گورو گوبند سنگھ جی کے دو بچوں میں سے ایک تو سرہند میں کام آیا تھا اور دوسرا اجمیر میں مرا تھا۔ ان کی موت کے بعد گورو صاحب کی اور کوئی اولاد نہ تھی۔

۱۔ امر نامہ صفحہ ۱۰

۲۔ امر نامہ صفحہ ۱۰

۳۔ ماخذ تاریخ سکھاں صفحہ ۷۸

ان حوالہ جات سے یہ بات ایک اور ایک دو کی طرح ثابت ہوتی ہے سرہند میں گورو گوبند سنگھ جی کا صرف ایک ہی بچہ مرا تھا اور اس کی موت بھی کسی حادثہ یا غیر طبعی طریق پر واقع نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ قدرتی طور پر ہی اس کی وفات ہوئی تھی۔

ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"سرہند میں صرف بابا فتح سنگھ جی ہی شہید کئے گئے۔ اس وجہ سے یادگاری گوردوارہ کا نام فتح گڑھ رکھا گیا۔[1]"

یہ مندرجہ بالا رائے سردار رندھیر سنگھ جی ہسٹری ریسرچ سکالر کی ہے آپ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے سکھ تاریخ کی ریسرچ پر مقرر ہیں۔ آپ نے سرہند میں گورو گوبند سنگھ جی کے ایک بچہ کے مرنے کی جو توجیہہ بیان کی ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ سرہند میں سکھوں نے جو گوردوارہ اس واقعہ کی یادگار کے طور پر بنایا ہے اس کا نام شروع سے ہی فتح گڑھ صاحب چلا آرہا ہے ہے اور اسی گوردوارے کے نام پر ریلوے سٹیشن کا نام فتح گڑھ صاحب ہے اور وہ گورو گوبند سنگھ جی کے بچے فتح سنگھ کے نام پر ہے۔

یہ یادگاری استھان بندہ بیراگی کے زمانہ میں یعنی ۱۷۱۰ء (مطابق ۱۷۶۷ بکرمی) میں بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"بابا بندہ سنگھ کے زمانہ میں ۱۷۱۰ء میں یہاں (سرہند میں) فتح گڑھ صاحب کے نام کی ایک یادگار بنائی گئی۔[2]"

۱۔ گورپرنالیاں حاشیہ صفحہ ۱۱۸

۲۔ رسالہ گورمت جنوری ۱۹۵۰ء

گویا کہ سرہند کا گوردوارہ فتح گڑھ صاحب سرہند کے سانحہ کے پانچ چھ سال بعد عالمِ وجود میں آگیا تھا۔

سرہند کے سانحہ کی تاریخ سکھ کتب میں ۶۲-۱۷۶۱ بکرمی بیان کی گئی ہے ایک اور سکھ ودوان نے سرہند میں گوردوارہ فتح گڑھ صاحب کا ۱۸۲۱ بکرمی میں عالم وجود میں آنا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ جب ۱۸۲۱ بکرمی میں سکھوں نے سرہند فتح کیا تو انہوں نے اس جگہ کی تلاش کر کے گوردوارہ فتح گڑھ صاحب بنا دیا جہاں کہ صاحبزادوں کو بنیادوں میں چنوا دیا گیا تھا۔[1]

اب اس حقیقت سے کسی بھی سمجھ دار انسان کو انکار نہیں ہو سکتا کہ اگر پراچین سکھوں کے نزدیک سرہند میں گورو صاحب کے دو بچے مرے ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ان کی یادگار کے طور پر بنائے گئے استھان کا نام صرف ایک بچہ کے نام پر تجویز کرتے اور دوسرے بچہ کا نام اس یادگار سے بالکل ہی خارج کر دیتے اس سے ہر شخص یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہے کہ سرہند میں گورو صاحب کا صرف ایک ہی بچہ فتح سنگھ مرا تھا۔ اور دو بچوں کے مارے جانے والی روایت بعد میں وضع کی گئی ہے۔ کیونکہ اگر پراچین زمانہ کے سکھوں کے نزدیک گورو گوبند سنگھ جی کے دو بچے سرہند میں مارے گئے ہوتے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ان کی یادگار صرف ایک بچہ کے نام پر قائم کرتے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سرہند میں تاریخی گوردوارہ بنانے والے سکھوں کو گورو گوبند سنگھ جی کے دوسرے بچہ سے کوئی عداوت یا دشمنی تھی یا انہیں فتح سنگھ جی سے کوئی خاص لگاؤ تھا کہ انہوں نے اسی کے نام پر یادگار قائم کی اور گورو صاحب کے دوسرے بچے کا نام بالکل ہی خارج کر دیا۔

---

[1] سکھ پنتھ کنھوں تُوں کیتے۔ صفحہ ۱۷۵

پس اگر گورو گوبند سنگھ جی کے چار بچے تسلیم کئے جائیں تو پھر ان کی یہ صورت ہو گی کہ:

اول: دو بچے چمکور کی لڑائی میں کام آئے۔

دوم: ایک بچہ چمکور کی لڑائی سے جان بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا اور بعد میں گورو صاحب سے ملا۔

سوم: سرہند میں صرف ایک بچہ اپنی دادی کے ساتھ فوت ہوا۔

ممکن ہے کہ بعض لوگ یہاں پر یہ سوال پیدا کریں کہ گورو گوبند سنگھ جی کے ظفر نامہ میں انکے چاروں صاحبزادے مارے جانے مرقوم ہیں اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ ظفر نامہ لکھے جانے سے قبل گورو صاحب کے چاروں بچے مارے جا چکے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان کا یہ بیان ہے:

"گورو گوبند سنگھ جی ظفر نامہ میں خود پتہ دے رہے ہیں کہ ان کے چاروں صاحب زادے شہید ہو گئے تھے"[1]

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ظفر نامہ میں گورو صاحب کے چاروں بچوں کے مارے جانے کا ذکر ہے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ

چہا شد کہ چوں بچگاں کشتہ چار،
کہ باقی بماندست پیچیدہ مار[2]،

لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے۔ ظفر نامہ خود سکھ ودوانوں کی بحث کا ایک خاص مضمون چلا آرہا ہے اکثر سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہم تک

۱۔ گورپرتاپ سورج سمپاوت صفحہ ۰ جلد اول

۲۔ دسم گرنتھ صفحہ ۱۲۵۰

اپنی اصلی شکل میں نہیں پہنچا۔ بلکہ لوگوں نے اس میں بہت کچھ ردوبدل کر دیا ہے
چنانچہ اس سلسلہ میں سردار گنڈا سنگھ جی ایم اے نے لکھا ہے کہ:

"کیسر سنگھ (بنساولی نامہ) کے مطابق ظفرنامہ میں ایک ہزار چار سو اشعار تھے۔ جو
کہ سکھ گورو صاحبان اور مغل بادشاہوں کے تعلقات کا اورنگ زیب کے زمانہ تک
حال بتلاتے تھے ..... موجودہ ظفرنامہ جیساکہ دسم گرنتھ میں درج ہے۔ صرف ایک
سو گیارہ اشعار پر مشتمل ہے[1]"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ ظفرنامہ کا بیشتر حصہ یعنی ایک ہزار دو سو ننانوے
اشعار ضائع ہو چکے ہیں اور جو اشعار اس وقت ملتے ہیں ان کے بارہ میں مشہور
سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی نے یہ بیان کیا ہے کہ:

"افسوس کہ یہ گورمکھی کے خطوں میں آنے کی وجہ سے اور خصوصاً ان لوگوں کے ہاتھ پڑ
جانے سے جو فارسی کے علم سے بالکل بے بہرہ تھے اپنی اصلی صورت سے بدل کر اب ایسی
شکل میں آگیا ہے کہ نہ صرف مصنف کے مطلب کو ہی خبط کرتے ہے بلکہ پڑھنے والے
کو بھی طرح طرح کے اندیشہ میں ڈال دیتا ہے[2]"

پس اس صورت میں محض ظفرنامہ کی بنا پر یہ بیان کرنا کہ گورو صاحب کے
چاروں بچے اس کے لکھے جانے سے قبل مارے جا چکے تھے۔ محققین کے
نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ظفرنامہ خود سکھ ودوانوں کے نزدیک
ہی مشکوک حالت میں ہے۔

البتہ یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ جب گورو صاحب نے ظفرنامہ لکھا

۱۔ سکھ اتہاس بارے صفحہ ۴۴

۲۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۰۱

ہو اس وقت ان کی معلومات یہی ہوں کہ ان کے چاروں بچے مارے جا چکے ہیں کیونکہ چمکور سے جان بچا کر نکلنے والا بچہ ایک بیراگی سادھو کے بھیس میں پھر رہا تھا۔ اس وقت اس کے بارے میں یہ خیال کیا جانا کہ وہ بھی چمکور کی لڑائی میں مارا گیا ہوگا۔ بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔

ممکن ہے کہ یہاں پر بعض لوگ یہ خیال ظاہر کریں کہ گورو گوبند سنگھ جی چونکہ ایک روحانی پیشوا تھے اور انہیں علم لدنی حاصل تھا اس لئے انہوں نے جو کچھ لکھا وہ درست ہے اور انہیں اس بارے میں کسی ظاہری معلومات حاصل کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہ تھی تو ایسے دوستوں کو اس بات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ پھر گورو صاحب کو سرہند کی طرف ایک خاص آدمی بھجوا کر اپنے چھوٹے بچوں اور والدہ ماجدہ کے حالات معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمام سکھ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ گورو صاحب نے اپنے چھوٹے بچوں اور والدہ ماجدہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے سرہند کی طرف آدمی بھجوایا۔ اور اس نے آکر گورو صاحب کو بتایا کہ ان کے بچے اور والدہ ماجدہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

پس اگر ظفر نامہ میں مذکورہ چاروں بچوں کے مارے جانے والے شعر کو گورو گوبند سنگھ جی کا بیان کردہ ہی تسلیم کیا جائے تو اس صورت میں یہی درست ہوگا کہ گورو صاحب نے اس وقت کی اطلاعات کے مطابق یہ لکھ دیا ہوگا کہ ان کے چاروں بچے مارے جا چکے ہیں۔ کیونکہ اس وقت چمکور کی لڑائی سے جان بچا کر نکل جانے والے بچہ لاپتہ تھا۔ اور لوگوں کا قیاس یہی کہتا تھا کہ وہ بھی مارا جا چکا ہے۔

چنانچہ سکھ مورخین بیان کرتے ہیں کہ جب گورو صاحب کا یہ بچہ انہیں ملا تو اس کے ملنے کی بہت خوشی منائی گئی۔ گورو صاحب نے لوگوں میں مٹھائی تقسیم کی اور انعامات بھی دیئے۔ گورو صاحب کا اپنے بچہ کے ملنے کی اس طرح غیر معمولی خوشی منانا صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس سے قبل یہی گمان کیا گیا تھا کہ وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے اور وہ بچہ گورو صاحب کو ظفر نامہ لکھے جانے سے تقریباً ڈیڑھ دو سال بعد ملا تھا۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"ظفر نامہ میں خواہ چاروں صاحبزادوں کے شہید ہو جانے کا ذکر گورو صاحب نے خود کیا ہے لیکن وہ گورو صاحب کے دکن کو روانہ ہونے سے قبل لکھا گیا تھا"[1]

اور اس وقت گورو صاحب کا وہ بچہ ایک بیراگی سادھو کے بھیس میں تھا۔ جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ:

"۲۷ کاتک (۲۸ اکتوبر) بدھوار ..... صاحبزادہ زور آور سنگھ جی بیراگی سادھوؤں کے بھیس میں گورپتا جی سے آ کر ملے"[2]

ایک اور مقام پر یہی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

"بابا زور آور سنگھ جی ..... ۱۷۶۴ بکرمی (۱۷۰۷ء) کے کاتک کے مہینہ میں گورو پتا جی کو آگرہ جا ملے تھے"[3]

یاد رہے کہ گورو گوبند سنگھ جی نے ظفر نامہ چمکور کی لڑائی کے بعد ۱۷۶۳ بکرمی

۱۔ امر نامہ دیباچہ صفحہ ۱۰

۲۔ رسالہ سنت سپاہی جنوری ۱۹۵۴ء

۳۔ گورپرنالیاں صفحہ ۱۱۷

(۱۷۰۶ئہ) میں لکھا تھا[1]۔ اور اس ظفرنامہ کے لکھے جانے کے تقریباً ڈیڑھ دو سال کے بعد گورو صاحب کا ایک بچہ انہیں بیراگی سادھو کے بھیس میں مل گیا تھا۔ اس سے قبل اس بچہ کے بارہ میں یہ خیال کیا جاتا کہ وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح مارا جا چکا ہے۔ بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ لاپتہ تھا اور ایک لاپتہ بچہ سے متعلق اس وقت کے حالات کے مطابق یہ خیال کر لینا کہ وہ بھی مارا جا چکا ہے ناممکن نہیں ہو سکتا۔ اور نہ اس خیال پر کوئی گرفت کی جا سکتی ہے۔

گورو گوبند سنگھ جی کے اس بچہ کے زندہ ہونے کا رد کرتے ہوئے ایک سکھ ودوان نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتا تو گورو صاحب اسے اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کرتے یا بندہ بیراگی کے ساتھ اسے بھی بھجوا دیتے۔ جیسا کہ مرقوم ہے کہ:

"اگر بابا زوراور سنگھ زندہ ہوتے اور ملتے تو انہیں آخری وقت گدی یا جتھہ داری یا بندہ کے ساتھ اس کے سر پر یا اس کے سر پر مقرر کئے جتھہ میں شامل کیوں نہ کرتے[2]"۔

یہ دلیل پیش کرنے والے مشہور سکھ ودوان نے اس طرف توجہ دینے کی زحمت نہیں کی جس سیناپت نے یہ بیان کیا ہے کہ گورو صاحب کا یہ بچہ چمکور کی لڑائی سے جان بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا اور بعد میں گورو صاحب سے ملا تھا۔ اسی نے یہ بات بھی واضح الفاظ میں بیان کر دی ہے کہ گورو صاحب کا یہ بچہ انکی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا[3]۔ اس کی موت کے بارہ میں ایک سکھ ودوان نے

۱۔ مہان کوشش صفحہ ۱۵۱۴
۲۔ گور پرتاپ سورج سمپادت صفحہ ۸۰
۳۔ گور سوبھا گرنتھ ادھیائے ۱۷ صفحہ ۹۷ و ۹۸

یہ لکھا ہے کہ:

"ویساکھ (۳۰۔اپریل، شنی وار (بروز ہفتہ)، بابا زورآور سنگھ اپنے ہم عمر پچاس ساٹھ ساتھیوں کے ساتھ چتوڑ کا تاریخی قلعہ دیکھنے کے لئے گئے ..... یہ تمام سکھ بچے دو اڑھائی سو مسلمانوں سے لڑ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے[1]"

ایک اور مقام پر مرقوم ہے کہ:

"ب کھ ۱۷۶۵ بکرمی (سنہ ۱۷۰۸ء) میں چتوڑ کا قلعہ دیکھنے کے لئے گئے۔ اور وہاں کے مسلمان پہرے داروں سے لڑتے ہوئے مارے گئے[2]"

پس جب یہ ایک حقیقت ہے کہ گورو صاحب کا یہ بچہ ۱۷۶۵ بکرمی میں گورو گوبند سنگھ جی کی زندگی میں ہی چتوڑ کی ایک لڑائی میں مارا گیا تھا تو اس صورت میں اس کا گورو صاحب کے بعد جانشین مقرر ہونا کیا معنی رکھتا تھا۔ البتہ اگر یہ بچہ گورو صاحب کی وفات کے بعد اس دنیا میں موجود ہوتا تو پھر یہ سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ وہ گورو صاحب کا جانشین مقرر ہونا چاہیئے تھا۔ اول تو پھر بھی یہ بات دلیل کے طور پر پیش نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ سکھ مذہب کی رو سے محض کسی شخصیت کا کسی گورو کی ذریت سے ہونا کسی گورو کے جانشین بننے کی دلیل نہیں بن سکتا جب تک کہ اس میں جانشینی کے تمام اوصاف نہ پائے جاتے ہوں۔ آخر پرتھی چند، دھیر مل اور رام رائے وغیرہ لوگ بھی تو سکھ گورو صاحبان کی اولاد میں سے تھے۔

باقی رہا بندہ بیراگی کے جتھہ میں گورو صاحب کے اس صاحبزادے کی شمولیت کا سوال۔ یہ بھی کوئی ایسی دلیل نہیں کہ جو محققین کے نزدیک کوئی وزن رکھتی ہو۔ کیونکہ

۱۔ رسالہ سنت سپاہی جنوری ۱۹۵۴ء

۲۔ گورپرنالیاں صفحہ ۱۱۷

جب یہ صاحب زادہ چوتڑیں فوت ہؤا۔ اس وقت تو ابھی تک گورو صاحب بندہ بیراگی سے ملے بھی نہیں تھے۔ سکھ ودوانوں نے گورو صاحب اور بندہ بیراگی کی ملاقات کا زمانہ ۱۷۶۵ بکرمی (۱۷۰۸ء) بیان کیا ہے۔ اس حساب سے گورو صاحب کا یہ صاحبزادہ اس ملاقات سے کچھ عرصہ قبل فوت ہو چکا تھا۔ پس گورو صاحب کا جو بچہ بندہ بیراگی سے گورو صاحب کی ملاقات سے قبل ہی فوت ہو چکا تھا۔ اسے بندہ بیراگی کے ساتھ بھیجے جانے والے جتھہ میں کیونکر شامل کیا جاسکتا تھا۔ الغرض حقیقت یہی ہے کہ ظفرنامہ لکھے جانے کے وقت گورو صاحب کے تمام بچے فوت نہیں ہوئے تھے۔ ایک بچہ زندہ تھا۔ مگر چونکہ وہ لاپتہ تھا۔ اس لئے اس کے متعلق بھی یہی گمان کیا گیا تھا کہ وہ بھی فوت ہو چکا ہے۔ بعد میں جب وہ گورو صاحب کو ملا۔ تو گورو صاحب نے اس وجہ سے غیر معمولی خوشی منائی کہ اسے بھی فوت شدہ سمجھا گیا تھا۔ اور اس کے بعد وہ گورو صاحب کے ساتھ ہی رہا۔ لیکن چونکہ وہ گورو صاحب کی زندگی میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ گورو صاحب کے بعد ان کا جانشین نہ بن سکا۔ اگر زندہ رہتا تو ممکن ہے کہ وہ گورو صاحب کا جانشین بن جاتا۔ یا بندہ بیراگی کے جتھہ میں ہی اسے جتھہ داری یا کوئی اور پوزیشن مل جاتی۔

اگر گورو صاحب کے بچوں کی تعداد تین تسلیم کی جائے۔ جیسا کہ بعض روایات میں یہ مرقوم ہے کہ گورو صاحب کے ایک بچہ کے دو نام تھے تو پھر ان کی صورت یہ ہوگی کہ ایک بچہ چمکور کی لڑائی میں مارا گیا اور دوسرا سرہند میں مرا۔ چنانچہ بعض سکھ مورخین نے چمکور کی لڑائی میں گورو صاحب کے صرف ایک بچہ اجیت سنگھ کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس کی لاش کا کوئی

پتہ نہیں چلا تھا۔[۱]

اور تیسرا بچہ چتوڑ کے جھگڑے کا شکار ہو گیا۔

سرہند میں مرنے والا بچہ دونوں صورتوں میں ایک ہی ہے۔ اور اپنی دادی کے ساتھ مرا ہے۔ خواہ اس کا کوئی نام تسلیم کیا جائے۔ مگر زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ اس کا نام فتح سنگھ تھا۔ اسی وجہ سے سرہند میں بنائے گئے گوردوارہ کا نام فتح گڑھ تجویز کیا گیا۔ گورو گوبند سنگھ جی نے خود بھی اپنے پہلے خط میں جسے فتح نامہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اپنے دو بچوں کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ان کا بیان ہے کہ:

چہ شد بر شغالے بمکر و ریا !

ہمیں کشت دو بچہ شیر را[۲] !

یعنی: کیا ہوا کہ اگر دھوکہ سے گیدڑ نے شیر کے دو بچے مار دئے۔

جو لوگ ظفر نامہ کے ایک شعر پر بنیاد رکھ کر یہ تسلیم کرتے ہیں کہ گورو صاحب کے چاروں بچے مارے گئے تھے وہ غور کریں کہ یہاں پر گورو صاحب نے اپنے دو بچوں کے مارے جانے کا ذکر کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ چونکہ اس وقت تک گورو صاحب کو ان کے دو بچوں کے مارے جانے کی ہی اطلاع ملی تھی اس لئے انہوں نے دو بچوں کے مارے جانے کا ذکر کر دیا۔

—— ٭ ——

۱۔ گور سو بھاگر نتھ ادھیائے ۱۲ انک ۱۲

۲۔ تواریخ ماخذ سکھاں

سرہند کا سالانہ میلہ

سکھ لوگ سرہند میں گورو صاحب کے چھوٹے بچوں کی یادگار کے طور پر ایک سالانہ میلہ بھی مناتے ہیں۔ اس میلہ میں دور و نزدیک سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ اس میلہ کے موقعہ پر اکالیوں نے ماسٹر تارا سنگھ جی کی سرکردگی میں ادھم مچا کر پنڈت نہرو کو تقریر نہیں کرنے دی تھی۔ سرہند کا یہ میلہ بھی کوئی تاریخی اور قدیمی میلہ نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد زمانہ حال کے ایک سکھ وِدوان گیانی ٹھاکر سنگھ جی نے ۱۹۴۴ بکرمی (۱۸۸۷ء) میں رکھی تھی۔ اس سے قبل اس میلہ سے کوئی بھی سکھ آشنا نہ تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

"۱۹۴۴ بکرمی ماہ پوہ کی ۱۳ تاریخ کو یہاں (سرہند میں) صاحبزادوں کی وفات کا میلہ مشہور و معروف وِدوان شریان گیانی ٹھاکر سنگھ جی امرتسری نے شروع کیا۔ جو اب تک ہر سال لاکھوں کی تعداد میں سکھوں کا بہت بڑا میلہ ہوتا ہے۔"[۱]

صاحبزادوں کی وفات ۶۲-۱۷۶۱ بکرمی (۰۵-۱۷۰۴ء) میں بیان کی جاتی ہے اور ان کی یادگار منانے کا میلہ ۱۹۴۴ بکرمی (۱۸۸۷ء) سے شروع ہوا۔ گویا کہ یہ میلہ صاحبزادوں کی وفات سے سوا سو سال بعد شروع ہوا۔ اس سے پہلے اس میلہ سے کوئی آشنا نہ تھا۔

بس ان حالات میں سکھوں کا ہر سال صوبہ سرہند اور دوسرے مسلمانوں کو اس بنا پر پاپی پاپی کر کوسنا کہ گورو گوبند سنگھ جی کے دو شیر خوار اور نابالغ بچے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں سرہند میں دیوار میں زندہ چنوا دیے گئے تھے۔

۱۔ گوردوارے درشن صفحہ ۴۶۰

بہت ہی ناپسندیدہ اور نامناسب بات ہے ۔

اب سکھوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ وہ اس قسم کے غلط اور بے بنیاد واقعات سکھ تاریخ سے بلد از جلد خارج کر دیں ۔ کیونکہ جس قوم نے اپنی سیاسی ضروریات کے پیش نظر اس قسم کی باتوں کو بھارت کی تاریخ میں شامل کروایا تھا ۔ وہ اپنا بستر گول کر کے سمندر سے پار اپنے گھر واپس جا چکی ہے اور اس کی سیاسی مصلحتیں بھی بہت حد تک ختم ہو چکی ہیں ۔

گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوانے کا قصہ سکھ کتب میں کب داخل کیا گیا ؟

مغلیہ سلطنت ایک آئینی سلطنت تھی ۔ اس کا ایک ضابطہ قوانین موجود تھا اور حکومت کے مقرر کردہ جملہ اہلکار اور اراکین ہر مجرم کو مروجہ قوانین کے مطابق معین سزا دینے کے مجاز تھے ۔ اگر صوبہ سرہند نے فی الحقیقت گورو صاحب کے دونوں چھوٹے بچوں کو دیوار میں زندہ چنوائے جانے کی سزا دی تھی تو اس کے لئے لازم ہے کہ مغلیہ آئین و قوانین میں ایسی سزا کا جواز پایا جائے ۔ کیونکہ اس کے بغیر صوبہ سرہند ایسا ذمہ دار اہل کار اس قسم کی سزا دینے کا مجاز نہیں ہو سکتا تھا ۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ مغلیہ آئین کی کسی بھی دفعہ میں یہ سزا مقرر نہیں کہ جو شخص اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے یا جس شخص کا باپ حکومت کا باغی ہو اور حکومت کے خلاف جنگ کر رہا ہو ۔ اس کے

بچوں کو دیواریں زندہ چن دیا جائے۔

پس اس صورت میں ایک آئینی حکومت کا ایک ذمہ دار رکن صوبہ سرہند گورو گوبند جی کے چھوٹے اور نابالغ بچوں کو ان کے اسلام قبول نہ کرنے کے جرم میں یا ان کے گورو گوبند سنگھ جی کے بچے ہونے کی سزا میں انہیں دیواریں زندہ چنوائے جانے کا حکم نہیں دے سکتا تھا کیونکہ آئین اور قانون کی رو سے اسے ایسے حکم دینے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اگر تو مغلیہ حکومت بھی سکھا شاہی کی طرح ہوتی جہاں کوئی قانون یا آئین نہ تھا بلکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی زبان ہی قانون اور آئین سمجھی جاتی تھی جیسا کہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ

"مہاراجہ رنجیت سنگھ من مانی حکومت کیا کرتے تھے اور حکومت کا تمام کاروبار اپنے ہاتھ میں رکھا کرتے تھے ..... عدالتوں کی راہنمائی کے لئے کوئی ضابطہ قوانین نہ تھا بہت سے جرموں کی سزا صرف جرمانہ ہی تھی۔ البتہ بڑے اور سنگین جرموں کے بدلے میں مجرم کے ہاتھ پاؤں وغیرہ عضو کاٹ دئے جاتے تھے[۱]"

تو یہ خیال کیا جا سکتا تھا کہ شاید صوبہ سرہند نے اپنی مرضی سے اس قسم کی سزا دے دی ہو۔ لیکن اس حقیقت سے کسی بھی محقق کو انکار نہیں ہو سکتا کہ مغلیہ حکومت میں اس قسم کی سکھا شاہی کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی کہ سرکاری اہلکار اپنی مرضی سے جسے جو چاہیں سزا دے دیں۔ اس لئے یہ تسلیم کرنا پڑیگا یہ قصہ محض مسلمان حکمرانوں کو ظالم وحشی اور درندے ثابت کرنے کی غرض سے وضع کیا گیا ہے اور بعد میں سکھ کتب میں شامل کر کے سکھ تاریخ کا ایک حصہ بنا دیا گیا ہے اور آج بغیر کسی ثبوت اور دلیل کے سکھ ودوان اس فرضی قصہ کی صحت پر زور دے رہے ہیں اور

۱۔ ہندو گولڈن اتہاس صفحہ ۲۳۱

اپنی تصانیف میں اسے بار بار دوہرا رہے ہیں۔

جب ہم اس حقیقت کا پتہ لگانے کے لئے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے بچوں کا صوبہ سرہند کے حکم سے سرہند میں دیوار میں زندہ چنوائے جانے کا قصہ سکھ کتب میں کب داخل کیا گیا سکھ کتب کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو ہم پر یہ اصلیت واضح ہوتی ہے کہ یہ روایت کوئی پراچین روایت نہیں ہے اور نہ اس روایت کو مستند روایت قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ روایت کافی عرصہ بعد سکھ کتب میں داخل کی گئی ہے اور جس شخص نے اسے سکھ تاریخ کا حصہ بنانے کی سب سے پہلے کوشش کی اس نے اس امر کا قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا کہ یہ روایت اس نے کس طرح حاصل کی۔ اور اس تک کس طرح پہنچی۔ چنانچہ ہمارے اس خیال کی تائید مشہور سکھ ودوان پروفیسر تیجا سنگھ جی جو بعد میں پرنسپل تیجا سنگھ کہلائے۔ مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے کہ:

"سنہ ۱۸۲۷ء میں بھائی ویر سنگھ پٹیالہ والوں نے سنگھ ساگر گرنتھ لکھا جس میں مرقوم ہے کہ صاحب اجیت سنگھ چمکور میں شہید ہوئے اور فتح سنگھ اور زورآور سنگھ سرہند میں ناظم کے حکم سے بنیادوں میں چنوائے گئے۔"[1]

ایک اور مقام پر آپ نے لکھا ہے کہ:

"شہیدی کے زمانہ کے قریب کی ساکھیوں میں ذکر ہے کہ وہ بنیادوں میں نہیں چنوائے گئے، دوسرے اگر وہ قلعہ کی بنیادوں میں چنوائے جاتے تو چاہیئے تھا کہ موجودہ منجی صاحب کا یادگاری استھان قلعہ کی کسی دیوار پر ہوتا۔"[2]

۱۔ رسالہ کومل سنسار جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

۲۔ رسالہ کومل سنسار جنوری سنہ ۱۹۴۰ء

اس سے صاف ظاہر ہے کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادوں کا سرہند میں دیوار میں چنا جانا کوئی تاریخی واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ ۱۸۲۷ء میں یعنی ۱۸۸۴ بکرمی میں سکھ کتب میں داخل کیا گیا۔ اور بھائی ویر سنگھ پٹیالوی نے سب سے پہلے اسے اپنی تصنیف سنگھ ساگر میں درج کیا۔ بھائی ویر سنگھ جی نے یہ روایت کہاں سے لی۔ اس کا انھوں نے ذکر نہیں کیا اور نہ ان سے پہلے کسی کتاب میں اس کا نشان ملتا ہے۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہیں کہ یہ روایت ۱۸۲۷ء میں وضع کی گئی یعنی گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی وفات سے ایک سو بائیس (۱۲۲) سال بعد سکھ کتب میں داخل کی گئی۔

گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی ترتیب

یہاں ہم یہ بیان کر دینا بھی ضروری خیال کرتے ہیں کہ سکھ کتب میں گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی ترتیب میں بھی مختلف خیالات بیان کئے گئے ہیں۔ بعض کتب میں ان کی ترتیب یوں مذکور ہے کہ:

۱۔ جوجھار سنگھ

۲۔ زورآور سنگھ

۳۔ فتح سنگھ

۴۔ اجیت سنگھ[1]

اس حساب سے گورو صاحب کا سب سے بڑا لڑکا جوجھار سنگھ اور سب سے

۱۔ سو ساکھی۔ ساکھی نمبر ۵۳-۵۲

چھوٹا اجیت سنگھ ثابت ہوتا ہے ۔

ایک اور کتاب میں ان کی ترتیب یوں بیان کی گئی ہے :

۱۔ زوراآور سنگھ

۲۔ فتح سنگھ

۳۔ جوجھار سنگھ

۴۔ اجیت سنگھ[۱]

اس لحاظ سے گورو صاحب کا سب سے بڑا لڑکا زوراآور سنگھ تھا۔ اور جوجھار سنگھ تیسرے نمبر پر تھا۔

ایک اور کتاب میں ان کی ترتیب اس طرح لکھی ہے کہ :

۱۔ بابا جوجھار سنگھ

۲۔ زوراآور سنگھ

۳۔ فتح سنگھ

۴۔ اجیت سنگھ (رنجیت سنگھ)[۲]

گیانی گیان سنگھ کے نزدیک گورو گوبند سنگھ جی کے ان بچوں کی ترتیب یوں تھی :

۱۔ بابا اجیت سنگھ

۲۔ بابا جوجھار سنگھ

۳۔ بابا زوراآور سنگھ

۱۔ سکھاں دے راج دی وتھیا صفحہ ۴۶

۲۔ بھا پرکاش قلمی

۴۔ بابا فتح سنگھ[۱]

ساد ھو گوبند سنگھ جی نرطے نے بچوں کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے :

۱۔ بابا اجیت سنگھ

۲۔ جوجھار سنگھ

۳۔ زور آور سنگھ

۴۔ فتح سنگھ[۲]

نواب شیر محمد خاں مالیر کوٹلہ اور گورو صاحب کے صاحبزادے

گورو گوبند سنگھ جی کے دو چھوٹے بچوں کے سرہند میں مارے جانے والی روایت میں سکھ ودوانوں میں شدید اختلافات پائے جاتے ہیں ان کے چند ایک نمونے ہم بیان کر چکے ہیں ان روایات میں ایک بات ایسی ہی مذکور ہے جسمیں کسی بھی سکھ مصنف کو اختلاف نہیں۔ بلکہ سب کے سب اس میں متفق ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب گورو صاحب کے چھوٹے بچے صوبہ سرہند کے دربار میں پیش کئے گئے تو نواب مالیر کوٹلہ نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ ان بچوں کو کسی قسم کی سزا کا دیا جانا ایک غیر اسلامی فعل اور سراسر ظلم ہو گا۔ اسلامی شریعت کی رو سے کسی چھوٹے بچے کو اس کے باپ کے جرم کی سزا دینا صریح ظلم ہے اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا۔

۱۔ تواریخ گورو خالصہ دنیتہ پرکاش ۲۔ اتہاس گورو خالصہ ہندی

۲۔ تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۱۲۸۸ دھرم ناچھتر صفحہ ۳۲۵ و بیگیہ تیغ داماںک صفحہ ۲۷۷

سکھ ودوان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ نواب مالیر کوٹلہ کی یہ حق بات سنکر صوبہ سرہند ان بچوں کو کوئی سزا دینے سے رک گیا تھا۔ مگر صوبہ سرہند کے دربار میں ایک ہندو اہل کار بھی تھا۔ جس کا نام سکھ مورخین نے سچانند بیان کیا ہے۔ جب اس نے یہ محسوس کیا کہ صوبہ سرہند نے ان بچوں کو کسی قسم کی سزا دینے کا ارادہ بدل دیا ہے تو اس نے کہا کہ:

"افعی را کشتن و بچہ اش را نگہداشتن کار خردمنداں نیست چراکہ عاقبت گرگ زادہ گرگ شود"

یعنی: سانپ کو مارنا اور اس کے بچہ کی حفاظت کرنا عقلمندوں کا کام نہیں کیونکہ بھیڑیا آخر بھیڑیا ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک سکھ ودوان بابو تیجا سنگھ جی لکھتے ہیں کہ:

"نواب شیر محمد مالیر کوٹلہ والے بول اٹھے کہ ان معصوم بچوں کا کیا قصور ہے..... بہادری تو یہ ہے کہ ان کے باپ سے جنگ لڑی جائے۔ ممکن تھا کہ نواب کچھ رحم کرتا لیکن پاس سے دشٹ سچانند جو اس کا دیوان تھا بول اٹھا کہ:

سانپ کے بچے سانپ ہوتے ہیں۔

اس بات نے ظالم خان کے دل پر بارود کا کام کیا[1]۔

اس سلسلہ میں سکھ ودوان یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نواب مالیر کوٹلہ نے اورنگزیب کی خدمت میں بھی ایک چھٹی لکھی تھی جس میں یہ مرقوم تھا کہ گورو گوبند سنگھ جی کے معصوم بچے بیگناہ مارے جا رہے ہیں ان کو کسی قسم کی سزا کا دیا جانا مناسب

---

[1] ظفرنامہ مترجم صفحہ ۱۶ شائع کردہ بابو تیجا سنگھ سیوک پنچ خالصہ دیوان بھسوڑ۔

ہوگا۔ ان کی جان بچائی جائے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان کا بیان ہے کہ مالیر کوٹلہ میں اس قسم کی چھٹی موجود ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ:

"نواب شیر محمد خاں رئیس مالیر کوٹلہ کی جانب سے گورو گوبند سنگھ جی کے صاحبزادوں سے متعلق لکھی بیان کی جاتی ہے۔ اس میں نواب صاحب نے بادشاہ کے پاس اپیل کی ہے کہ صاحبزادوں کو سرہند میں مارے جانے سے بچایا جائے دہلی یا میرے پاس نظر بند کر دیا جائے"

اس چھٹی کے آخر میں دستخطوں کی جگہ سے اوپر تاریخ ۹ ذیقعدہ ۱۱۲۱ھ مرقوم ہے[1]:

جہاں تک نواب شیر محمد خاں کی اس بات کا تعلق ہے کہ اس نے صوبہ سرہند کے دربار میں یہ بات کہی تھی کہ گورو صاحب کے کسی بچہ کو کوئی سزا دینا ظلم ہوگا۔ یہ درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ نواب صاحب کے یہ الفاظ شریعت اسلامیہ کی صحیح رنگ میں ترجمانی کر رہے ہیں لیکن یہ چھٹی فرضی اور بناوٹی ہے۔ اور تاریخی لحاظ سے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ چناں چہ اس کے آخر میں اس کے لکھے جانے کی جو تاریخ بیان کی گئی ہے وہ اس کے جعلی اور بناوٹی ہونے کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ۹ ذیقعد ۱۱۲۱ھ میں یہ چھٹی نواب مالیر کوٹلہ نے اورنگ زیب کی خدمت میں ارسال کی تھی۔ کہ صاحبزادوں کی جان بچائی جائے اور انہیں نظر بند کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ۹ ذیقعد ۱۱۲۱ھ سے قبل نہ صرف یہ کہ سکھوں کے بیان کے مطابق گورو صاحب کے بچے ہی مارے جا چکے تھے بلکہ شہنشاہ اورنگ زیب بھی اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ چنانچہ ایک سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں خود ہی یہ بیان کیا ہے کہ:

---

[1] اتہاسک یادگاراں صفحہ ۴۵

— یاد رہے کہ اورنگ زیب ۲۸ ذیقعد ۱۱۱۸ھ کو یعنی اس چھٹی کی تاریخ سے تین سال پہلے وفات پا چکا تھا۔ اور صاحبزادے اس سے بھی ایک سال پہلے ۱۱۱۷ھ میں شہید کیے جا چکے تھے[۱]:

اب اس صورت میں کون کہہ سکتا ہے کہ یہ چھٹی حقیقت پر مبنی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سکھوں نے خود ہی اپنی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی غرض سے اسے وضع کیا ہے اگر نواب مالیر کوٹلہ نے کوئی چھٹی اورنگ زیب کو لکھی ہوتی تو وہ بقول سکھوں کے ہی صاحبزادوں کے فوت ہونے کے چار سال بعد اور اورنگ زیب کی وفات سے تین سال بعد نہ لکھتا کہ صاحب زادوں کی جان بچائی جائے۔

یہ چھٹی بھی اصل میں سکھوں نے اپنی فرضی اور جعلی روایت کو صحیح ثابت کرنے کی غرض سے وضع کی ہے۔ مگر چونکہ دروغ گو کا حافظہ درست نہیں ہوتا اس لئے وہ حقیقت پر پردہ نہ ڈال سکے۔

ماتا گوجری جی

سکھ مورخین اس امر کو بھی بیان کرتے ہیں کہ گورو گوبند سنگھ جی کے چھوٹے صاحبزادوں کے ساتھ گورو صاحب کی والدہ ماجدہ ماتا گوجری کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا اور انہیں بھی صاحبزادوں کے ساتھ ہی سرہند کے قلعہ کے ایک برج میں قید کیا گیا تھا۔ جب گورو صاحب کے یہ چھوٹے صاحب زادے سرہند میں

۱۔ اتہاسک یادگاراں صفحہ ۳۰ حاشیہ

وفات پا گئے تھے۔ تو ماتا گوجری جی بھی اس صدمہ کی تاب نہ لاکر اس دنیا سے رخصت ہو گئی تھی۔ لیکن ان کی موت کس طرح واقع ہوئی تھی۔ اس میں سکھ مورخین کو شدید اختلافات ہیں۔ چنانچہ مشہور سکھ ودوان بھائی ویر سنگھ جی نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"ماتا گوجری جی کی وفات کا حال تاریخ میں الگ الگ بیان کیا گیا ہے۔ کسی نے ہیرا چاٹ کر مرنا۔ کسی نے برج سے گر کر فوت ہونا اور کسی نے دیوار سے ٹکریں مار مار کر وفات پانا بیان کیا ہے[1]"

بھنگو رتن سنگھ جی نے ماتا گوجری جی کے بارہ میں یہ لکھا ہے کہ:

یہی بات ماتا سن لئی
گر برجوں دئے پران اڈئی[2]

یعنی جب ماتا گوجری جی نے بچوں کے مر جانے کا سنا تو انہوں نے برج سے گر کر جان دے دی۔

سو ساکھی میں اس سلسلہ میں مرقوم ہے کہ:

گر کر مری مات سن ایسے
کشن بیوگ دیوکی جیسے[3]

مشہور سکھ ودوان گیانی شیر سنگھ جی نے بھی ماتا گوجری کا برج سے گر کر مرنا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

۱۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ رت ۱۰ ۔ انسو ۵۲ ۔ سمپادت صفحہ ۵۹۳۸

۲۔ پراچین پنتھ پرکاش صفحہ ۳۹

۳۔ سو ساکھی۔ ساکھی نمبر ۵۶

"ماتا جی نے بچوں کی وفات کی خبر سن کر خدا کے حضور یہ دعا کی کہ اے خدا میرا تمام کنبہ تیری نظر ہے..... اتنا کہہ کر برج سے سر کے بل گر پڑی اور واہگورو کہہ کر اپنی روح خدا کے سپرد کر دی[1]۔

مشہور سکھ مورخ گیانی گیان سنگھ جی بیان کرتے ہیں کہ:-

بھئی مات کو جب ایہہ سادے

گری برج تے سدھ نہ رہائی

تن دھرتی پر گریو آئی

آپ ملی پوترن سو جائی[2]

یعنی: ماتا گوجری جی نے اس برج سے جس میں وہ قید تھی۔ چھلانگ لگا کر جان دے دی[3]۔

گیانی جی نے اپنی تیسری کتاب میں ماتا جی کا برج سے گر کر مرنا بیان نہیں کیا[4]۔

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

صاحبزادے جاں ہو شہید گئے

سن ماتا جی نوں لگا سل بھاری

.. ..

۱۔ دھرم دا چھتر صفحہ ۳۲۷ و دیگ تیغ دا مالک صفحہ ۲۸۰۔

۲۔ پنتھ پرکاش چھاپہ پتھر نواس ۳۴ صفحہ ۲۴۱

۳۔ تواریخ گورو خالصہ اردو صفحہ ۱۲۸۹

۴۔ گوردھام سنگرہ صفحہ ۱۳۷

جس برج دے وچ سی قید ماتا
اوتھوں وچ بیہوشی دے چھال ماری
دتے پران تیاگ کرتار سنگھا
لگا زخم پر وار وار دے کاری[1]

مشہور سکھ مورخ بھائی سنتوکھ سنگھ جی نے ماتا گوجری جی کا ہیرا چاٹ کر مرنا بیان کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ جب ٹوڈرمل نے ماتا جی کو بچوں کے مرنے کی اطلاع دی تو ماتا جی نے بہت زور کے ساتھ اپنا سر اس برج کی دیوار پر مارا جس سے سر پھٹ گیا اور خون کا فوارہ چھوٹ پڑا اور انہوں نے اسی حالت میں ٹوڈرمل سے ہیرا مانگا کہ وہ اسے چاٹ کر اپنی جان دے دیں۔ ٹوڈرمل نے پہلے تو اس سے انکار کیا جس پر ماتا جی نے اسے یہ کہا کر:

کہیو مات تو ہے ودتی نہ کوئی
دیہہ ہیرا جس تے مرت ہوئی
تب ٹوڈرمل روے وچارا
ہیرا تت چھن چھاپ نکارا،
دے ماتا کو بدن پوائیو!
مہاں دکھت نے کر کھائیو
کلنک کال میں پران نکارے
ل پورن گور پوری سدھارے[2]

۱۔ وسمبش پرکاش صفحہ ۵۱۴
۲۔ گور پرتاپ سورج گرنتھ رت ۱۶ انسو ۲۵ انک ۳۹

یعنی: ماتا جی نے اسے یہ کہا کہ آپ پر اس کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ مجھے ہیرا دے دو تاکہ میں اسے چاٹ کر اپنی زندگی کو ختم کر سکوں۔ تب ٹوڈر مل نے اپنی انگوٹھی سے ہیرا نکال کر ماتا جی کو دے دیا اور ماتا جی نے اسے چاٹ کر اپنی جان دے دی۔

بابا سکھا سنگھ جی نے بھی ماتا کو جری کا ہیرا چاٹ کر مرنا بیان کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ جب ایک سکھ نے ماتا جی کو صاحبزادوں کے مرنے کی اطلاع دی تو انہوں نے اس کا بہت افسوس کیا اور اس سکھ سے کہا کہ

تب کہی مات سن سکھ یہ
تور چھاپ میں لگ کنک ہیر
دہ دیہو موہے نیں کرہو دیر

۔ ۔ ۔ ۔ ۔

من دیو سکھ وہ مات ہیر
بھاکھت مات تج دیو سریر

یعنی: ماتا جی نے اس سکھ سے کہا کہ آپ کی انگوٹھی میں ہیرا ہے۔ وہ مجھے دے دو۔ تاکہ میں اسے چاٹ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دوں۔ اس سکھ نے ماتا جی کو ہیرا دے دیا اور ماتا جی نے اس کو چاٹ کر اپنی زندگی ختم کر دی۔

گور پرنالی مصنفہ گلاب سنگھ میں مرقوم ہے کہ:

ہیرے لنی چاٹ
پوتراں کے بیوگ بجھے
تن تیاگ کیا

۱۔ گور بلاس پاتشاہی دس ادھیائے ۲۱ انک ۲۹۸

ماتا وبہرا بھی جانئے[1]

یعنی : ماتا جی گوجری جی نے صاحبزادوں کے مرنے کی خبر ملنے پہ ہیرا چاٹ کر جان دے دی۔

ایک اور مقام پر مرقوم ہے کہ :

" ماتا گوجری جی نے ہیرے کی کنی چاٹ کر پوتروں کے صدمہ میں جان دے دی[2] "

ایک اور سکھ ودوان نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :

" ماتا جی نے ٹکر مار کر اپنا سر پھوڑ لیا۔ ٹوڈرمل نے یہ خیال کرکے کہ اس طرح ماتا جی کو بہت تکلیف ہوئی خود ہی اپنی مرضی سے اپنی انگوٹھی سے ہیرے کی کنی نکال کر پانی میں گھول دی اور وہ پانی ماتا جی کو پلا دیا۔ جس سے ماتا جی اس دنیا سے رخصت ہوگئی[3] "

گوربلاس میں مرقوم ہے کہ ماتا جی نے اپنے پیٹ میں چھرا گھونپ کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا تھا۔ چنانچہ پرنسپل تیجا سنگھ جی نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ :

" گوربلاس مصنفہ بھائی منی سنگھ ..... میں مرقوم ہے کہ ..... ماتا جی نے یہ سنکر خود کو چھرا گھونپ کر اپنی جان دے دی[4] "

پنڈت تارا سنگھ نروتم بیان کرتے ہیں کہ :

ایک سکھ نے ماتا جی کو صاحبزادوں کے مرنے کی خبر دی۔ ماتا جی نے سن کر محل کے ساتھ ٹکر مار کر اپنی زندگی کا خاتمہ کر دیا[5]

۱۔ گورپرنالیاں صفحہ ۶۲ ۲۔ گورپرنالیاں صفحہ ۱۱۸

۳۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ صفحہ ۸۲۲

۴۔ رسالہ کومل سنسار جنوری ۱۹۴۰ء

۵۔ گورتیرتھ سنگرہ صفحہ ۱۴۱

بھائی جودھ سنگھ جی گیانی نے ماتا گوجری جی کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ

سخن کہے جاں سکھ نے پھیر سارے
وانگوں تیر دے چھٹ لگانودے نی
غش کھائے ڈگی ماتا دھرت اتے
جیو نیاگ گور پوری سدھانودے نی
منتھا ماریا کندھ دے نال پیلے
پاڑ سیس بے ہوش ہو جانودے نی
جودھ سنگھ لے گے دو دیں صاحبزادے
ماتا گوجری جی گزر جانودے نی [۱]

یعنی: ماتا جی نے جب صاحبزادوں کے مرنے کی خبر سنی تو غش کھا کر زمین پر گر پڑی اور دیوار سے ٹکر ماری جس سے ان کا سر پھٹ گیا۔ اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

لالہ دولت رائے جی نے اس سلسلہ میں یہ بیان کیا ہے کہ:

"جب گورو گوبند سنگھ جی کی والدہ ماجدہ نے اپنے ننھے بچوں کی اس دردناک حالت کا حال سنا تو غم سے بے ہوش ہو کر زار زار روئی ..... فرطِ غم اور کثرت غم میں در دیوار کے ساتھ ٹکرا کر مر گئی [۲]"

جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ (اردو) میں مرقوم ہے کہ

"ماتا جی نے کثرت غم والم سے چنڈال برج کے ساتھ ٹکر لگائی۔ سر پھٹ گیا۔

۱۔ کلغیدھر ہلاس صفحہ ۱۴۶

۲۔ سوانح عمری گورو گوبند سنگھ جی صفحہ ۱۹۷

خون بہنے لگا۔ دوبارہ بے ہوش گر پڑی اور پھر نہ اٹھی[1]"

مشہور سکھ ودوان بھائی ویر سنگھ جی نے اپنی ایک کتاب میں ماتا گوجری جی کی وفات سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ جب ماتا جی سے نے صاحبزادوں کے مرنے کی خبر سنی تو

"ایک جگر سا سر کو آیا اور زمین پر گر پڑی اور جاں بحق ہو گئی[2]"

لیکن بھائی صاحب موصوف نے دوسری جگہ ماتا جی کے بارہ میں یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے یوگ کے ذریعہ اپنے سانس اوپر چڑھائے تھے اور جان دے دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ:

"ماتا جی نے یوگ ابھیاس کے ذریعہ جان دے دی تھی[3]"

اس سلسلہ میں بھائی صاحب موصوف نے سرہند کے گرنتھی صاحبان کی ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ جو ان کے خیال کے مطابق ان میں سینہ بسینہ چلی آرہی ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ:

"ماتا جی نے جب صاحبزادوں کا مرنا سنا تو انہوں نے جپ جی کا پاٹھ کر کے اردا س کی اور چونکڑی مار کر وسم دوار میں سانس چڑھا لیئے اور جان دے دی[4]"

ایک اور سکھ ودوان نے ماتا جی کا یوگ کے ذریعے وفات پانا بیان کیا ہے[5]۔

ایک اور سکھ ودوان نے یہ لکھا ہے کہ ماتا جی کو جب بچوں کے مرنے کی خبر

۱۔ جنم ساکھی گورو گوبند سنگھ اردو صفحہ ۱۴۷

۲۔ کلغیدھر چمتکار صفحہ ۷۵۹ ۳۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ سمپادت ۵۹۳۸

۴۔ گورپرتاپ سورج گرنتھ سمپادت صفحہ ۵۹۳۸

۵۔ دسمیش چمتکار صفحہ ۱۳۱، ۹۳

ملی تو انہوں نے

"آنکھیں بند کرلیں اور ہمیشہ کی نیند سو گئیں"[1]

سکھوں میں ایسے وِدوان اور تاریخ دان بھی موجود ہیں جن کے نزدیک ماتا گوجری جی گورو گوبند سنگھ جی کے بچوں کی وفات کے صدمہ کی تاب نہ لا سکی اور جاں بحق ہو گئی۔ چنانچہ پروفیسر کرتار سنگھ جی نے بیان کیا ہے کہ:

"اپنے خاندان کے ملیا میٹ ہونے کی یہ خوفناک خبر ماتا جی کے ضعیف اور فکر دن سے بھرے ہوئے دل کی برداشت سے باہر تھی۔ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑی۔ اور جاں بحق ہو گئی"[2]

پروفیسر سندر سنگھ جی ایم ایس سی نے لکھا ہے کہ:

"ماتا گوجری اس دہشت ناک خبر کو سنکر سورگ باشں ہو گئی"[3]

اس کے علاوہ اور بھی متعدد سکھ وِدوانوں نے ماتا جی کا اس صدمہ کے سبب وفات پا جانا بیان کیا ہے"[4]

ایک اور سکھ وِدوان نے ماتا جی سے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ:

"یہ چھوٹے صاحب زادوں ...... کے ساتھ ۱۳ پوہ ۱۷۶۱ بکرمی کو سرہند میں شہید ہوئے"[5]

۱۔ چار صاحبزادے صفحہ ۷۵

۲۔ جیون کتھا گورو گوبند سنگھ صفحہ ۲۳۰

۳۔ مختصر و مکمل تواریخ گورو خالصہ صفحہ ۲۱۷

۴۔ گورمت اتہاس گورو خالصہ صفحہ ۳۳۴ دس گورجوت پرکاش صفحہ ۶۵۸ و کلغیدھر بلاس صفحہ ۱۴۰ و سنکھیپ جیون چرتر گورو گوبند سنگھ صفحہ ۱۱۱ و گورمت لیکچر صفحہ ۴۰۳

۵۔ گورو ونسا ولی صفحہ ۱۲۵

یہی صاحب اپنی دوسری کتاب میں یہ لکھتے ہیں کہ :

"صوبہ سرہند کے حکم سے ماتا گوجری جی کو اسلام میں لانے کی بہت کوشش کی گئی جب وہ بھی آمادہ نہ ہوئیں۔ تو ان کی خوراک بند کر دی گئی۔ اس طرح ماتا جی کو کئی دن کا فاقہ دے کر مار دیا گیا"[1]

سردار بہادر کاہن سنگھ جی نابھہ نے لکھا ہے کہ :

(ماتا گوجری جی نے) بچوں کا شہید ہونا سن کر ۱۳ پوہ ۱۷۶۱ بکرمی کو آپ جاں بحق ہو گئے"[2]

الغرض اس تمام تحقیقات کا خلاصہ یہی ہے کہ سکھ کتب میں مسلمان حکمرانوں کی طرف منسوب کئے گئے تمام مظالم محض فرضی اور جعلی روایات پر مبنی ہیں ان کی تاریخی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے اور محض مسلمانوں کو بدنام کرنے کی غرض سے انہیں سکھ میں داخل کیا گیا ہے۔

۱۔ تواریخ گورو خالصہ طبع ۸ صفحہ ۸۸۹ و اتہاس سکھ گورو صاحبان صفحہ ۴۲۲
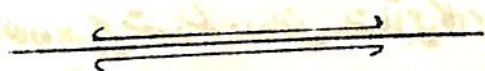
۲۔ مہان کوش صفحہ ۱۲۳۰، و تواریخ گورو خالصہ شائع کردہ کرتار سنگھ بلبیر سنگھ صفحہ ۳۲۰ و دسمیش درشن صفحہ ۴۹۱ و سنگھ درشن صفحہ ۲۳۸